

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۶ ششم

بَحَارُ الْاِخْوَارِ

مُلا مُحَمَّد سَدِّيقِ مَجَلِسِ رَحْمَتِہ

ترجمہ

مُولانا سید حسن امداد منڈلا نائل

در حالات

حضرت امام زین العابدین عَلَیْہِ السَّلَامُ

امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵

فون: ۴۲۴۲۸۶

محفوظ بکٹ کلبی



نام کتاب	بحار الانوار جلد نمبر
ناشر	محفوظ بک ایجنسی
مطبع	سندھ آفسٹ پریس
مولف	ملا باقر مجلسی قدس سرہ
مترجم	سید حسن امداد
کتابت	سید جعفر زیدی
صحت و تدوین	مرزا عارف علی



بلنے کا پتہ
محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ - کراچی

فہرس

باب اول

(ولادت)

از صفحہ ۷ تا ۲۳

- * ولادت * وجہ تسمیہ زین العابدین * اشرف الناس * ابن الخیرین * القاب
- * کنیت * سید العابدین * نقش خاتم * حسب نسب * حالات
- * جناب شہر مانو * تاریخ ولادت و وفات میں اختلاف * دلیل امامت * نصیحت
- * انگریزی * صحیفہ * دیگر تبرکات -

باب دوم

(معجزات و کرامات)

از صفحہ ۲۵ تا ۶۲

- * دونان اُدر کرامت امام * حجر اسود نے اپنی امامت کی گواہی دی * عقوبت حنفیہ کا دعوائے
- امامت * عمر ابن عبدالعزیز کی حکومت کی پیشگوئی * ائیت گو پرندوں کی بولوں کا علم ہوتا ہے -
- * ائیت کے ہاتھوں تقسیم رزق * چوپاؤں کے ساتھ حسن سلوک * جانوروں سے ہمدردی -
- * جائز دل پر شفقت * جگلی ہرن کی فریاد * اعداد و شباب * تفصیح ارشاد نبوی کی منزل
- * بیٹھے کی امداد کرنا * امام علیہ السلام کا ایک خواب * قتل امام کا مشورہ * جنات اور

اطاعت حکم امام * حجاز سود اور معرفت امام * ائمه ادران کے شیعہ ملتوا ابراہیم ہیں * خدمت
 امام میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں * کنکریوں کا باقوت بنا * امام محمد باقر کا گویش میں گزنا * امام
 ہی تبرکات و انبیاء کا وارث ہوتا ہے * آپ ہی مقصود مولائے کائنات ہیں * تسبیح عظم کے
 اوصاف * صحیفہ سجادہ کا اعجاز * امام اور خضر کی ملاقات * امام کا پاپسیاہج
 * امام محمد باقر کے نشر علوم کی پیش گوئی * چور کو بھرتاک سزا * دست علم امام
 * وقت رحلت سے آگہی * اقرار ولایت * حجاز سود سے چٹے ہوئے ہاتھ جدا ہو گئے
 * قوم چین کی امام سے عقیدت * ابو خالد کا بل اور معرفت امام * پانی کا جوہرات بنا
 * مومن کا زندہ ہونا * آل محمد کے دشمنوں اور دوستوں میں فرق :-

باب سوم

(قبولیت دُعائی امام اور حسن سلوک)

از صفحہ ۷۳ تا ۱۱۶
 * محبوب خدا کون ہے ؟ * ادائیگی فرض کی فکر * قائلین امام حسین کے قتل پر امام کا بڑے شکر
 * رشتہ داروں سے حسن سلوک * بیماروں کیساتھ برتاؤ * عبدالملک بن مروان کی آثار
 * یا علی آپ ہی سید العابدین ہیں * نماز کیلئے خوشبو کا استعمال * جابر بن عبداللہ انصاری کی
 امام سے ملاقات * معمولات امام * آداب زندگی * زہد و تقویٰ * دوست اور
 دشمن کی حالت * نماز میں امام کی حالت * کاتبین الغیظ کی عملی تفسیر * سفر میں اپنے تعلق
 سے گریز * ہرون کا تقاضہ * حج کی سواری کے جائز کا مقام * فضائل امام بزجان امام
 * امام کی دعا * مناجات امام علیہ السلام * معجزہ علی الارض * صلے کو چومنا
 * زرد سفر امام * سرزنش غلام باپروا اور آزادی * ہشام اور عظمت امام کا اعتراف * امام
 کی صداقت و اثبات * عدل و انصاف * نیکی کا مفہوم * راضی برضا ہے الہی * امام
 کی ملاقات کا ایک عجیب واقعہ * ماہ صیام * عبدالملک کا اعتراف * ابو سائب
 امام * امام اور معیت قرآن :-

(بقیہ صفحہ ۵)

باب چہارم

(گریہ امام اور توفیق امت)

از صفحہ ۱۱۷ تا ۱۲۵

* پدر بزرگوار پر گریہ * پانچ مشہور گریہ کنان * ضمانت و صداقت پر اعتماد * توفیق
 امامت میں جانب اللہ :-

باب پنجم

(چند نیک بندگان خدا سے معجزات و علم)

از صفحہ ۱۲۶ تا ۱۶۲

* کعبہ کی بنی تعمیر اور سائب کا واقعہ * جہاد کی حج کے فضیلت * نیک بندگان خدا کے واقعات
 * معاذ بن زید کی تخت نشینی سے انکار * ایک دشمن آل محمد کی پیروی گوئی * اولیاء اللہ کا
 درجہ و مقام * حق بھون دار رسید * دعا زریحہ کا میانی ہے * تدرت امام * مدح
 امام میں فرزند زوق کا قصیدہ * قصیدے کا واقعہ فرزند زوق کی زانی * فرشتے آمد و رفت رسول کی حقا
 * امام اور حسن بصری کا مکالمہ * زہری اور عقیدت امام * کلام الامام امام الکلام * زمانہ
 امام کے علماء اور زادی * ارطاة بن حمیدہ اور عبدالملک کی گفتگو * فضائل علی بزجان حضرت
 * محبت اہلبیت میں سعید بن جبیر کی شہادت * ادائیگی فرض * زید کی بیعت کا انداز * امام
 کے صحابہ کی تعداد :-

باب ششم

(جناب خضر کی ملاقات اور امام علیہ السلام کی رحلت)

از صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۲

☆ خضر سے ملاقات ☆ امام کے چند اشعار ☆ ردا کا پارچہ بطور دستاویز ☆ وقت رحلت آخری الفاظ
☆ ناقض امام کی قبر پر حاضری سعید بن مسیب پر بیع عظیم کے اثرات ☆ سبن مبارک اور تاریخ شہادت
☆ فرزندوں کو وصیت

باب ہفتم

(ازواج اور اولاد امام علیہ السلام)

از صفحہ ۱۴۳ تا

☆ تعداد اولاد ☆ ذات پات کی تیز ☆ عظمت امام ☆ خاندانی حیثیت ☆ غسل امام
☆ اولادِ فاطمہ ☆ زید شہیدی کی روح کا تقدس ☆ زید شہیدی کی صفات ☆ خواب میں بشارت ☆ خدا
کے نزدیک احترام ☆ امام کی نظر میں انصاران زید کا درجہ ☆ امام جعفر صادق کا ارشاد ☆ مصائب
نہ پر امام کا گریہ ☆ دین کا محافظ ☆ ائمہ اثنا عشر کی امامت پر نفس ☆ عمر بن امام علی بن الحسین ☆ قبر
رسول کا شوق ہونا ☆ زید بن علی اور زید بن موسیٰ کاظم میں فرق ☆ فضائل زید زبان امام ☆ سزا اور جزا کا
انحصار ☆ بلند درجہ کی بنا ☆ بروز قیامت حسب نسب کی اہمیت ☆ ایک کے دوسرے پر حقوق
☆ علی کے گھرانے کو برائے دہانے کا انجام ☆ اگر کسی کے دونوں ہوتے؟ ☆ مجلس امام میں غلو سے
نیت کیساتھ حاضری کا حکم ☆ دوست اور دشمن کے درمیان فاصلہ ☆ اہلیت میں سے ترویج کرنا ہے قتل
کیوں ہوئے ☆ وارث کتاب ☆ جناب زید اور موسیٰ کاظم کی گفتگو ☆ فضائل سیدہ سہلہ ☆ ظالموں کا
زوال ☆ والدین کا نافرمان برادر اور قاطع رحم ☆ جنت کی حور سے نکاح امام ☆ اہلیت کے معاملات میں
مداخلت ☆ ظالم مستعد اور سابق باجرات ☆ جناب زید اور ہشام کی گفتگو ☆ خلافت کیلئے بی ہاشم کا
اجتماع ☆ امام کو کسی کام کے بیوقت کرنے کی اجازت نہیں ☆ جناب زید کی لاش کی بیخبری ☆ زید کی وجہ
تسمیہ ☆ جناب زید اور افراد ائمہ اثنا عشر طلب رحمت کیلئے دعا ☆ جناب زید کا خطبہ

بجاری الاخبار



باب



احوال امام

① ولادت

فصول المہرہ میں ہے کہ آپ بروز پنجشنبہ ۵ شعبان ۳۸ھ میں دن کے وقت تولد ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو جرحی آپ کے القاب بہت ہیں۔ ان میں مشہور، زین العابدین، سید العابدین، زکی، امین اور ذوالشفقات ہیں۔

آپ کا رنگ گندمی، قد چھوٹا بدن چھریا تھا۔ آپ کی انگوٹھی پر ”وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ“ کتبا تھا۔

(الفصول المہرہ ابن صباغ مالکی ص ۱۹) (۳۷)۔
• مصباح کفعی میں ہے کہ ابو محمد علی ابن الحسین علیہ السلام ۱۵ جمادی الاولیٰ میں تولد ہوئے تھے۔ (مصباح کفعی ص ۵۱۱)

• کتاب الاقبال میں اپنے اسناد کے ساتھ شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو محمد علی ابن الحسین علیہ السلام کی ولادت ۱۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ میں ہوئی (الاقبال طبع ایران ص ۹۵)

• کتاب الدررین اور کتاب المزار میں مرقوم ہے کہ آپ مدینہ میں یوم یکشنبہ ۵ شعبان ۳۸ھ کو تولد ہوئے اور وفات بروز شنبہ ۱۲ محرم ۹۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنت شیر وین کسری پرویز تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ شاہ یزدجرد کی دختر تھیں۔ (کتاب المزار، کتاب الدررین)

• کتاب الدررین میں تحریر ہے کہ آپ مدینہ کے اندر ۳۸ھ میں تولد ہوئے اپنے چچا ابو امیر المومنین کی وفات سے دو سال قبل اور دوسری روایت میں ہے کہ چھ سال قبل تولد ہوئے تھے۔

• کتاب الذخیرہ میں ہے کہ آپ کی ولادت ۳۶ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۳۸ھ میں اور بعض نے یہ کہل ہے کہ بروز پنجشنبہ ۸ شعبان میں تولد ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ ۳۸ھ شعبان ۳۸ھ میں مدینہ کے اندر اپنے چچا امیر المومنین کے مدد خلافت میں آپ تولد ہوئے۔

• تاریخ غفاری میں ہے کہ آپ ۱۰ جمادی الثانی کو تولد ہوئے۔

② وجہ تسمیہ زین العابدین

امام علی بن الحسین علیہ السلام کی روایت بیان کرتے تھے تو یہی کہتے کہ محمد سے جناب زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا جس پر سفیان بن عیینہ نے کہا کہ آپ انہیں زین العابدین کیوں کہا کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا ہے جسے انہوں نے جناب ابن عباس سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ گویا میں اپنے فرزند علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ اہل محشر کی صفوں کو چیرتے اور جھومتے ہوئے گذر رہے ہیں (علل الشرائع صفحہ ۸۷)

• ”امالی“ صدوق میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (امالی شیخ صدوق ص ۲۳۱)
• مناقب ابن شہر آشوب میں حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے منقول ہے کہ جب زہری، امام علی بن الحسین علیہ السلام کا ذکر کرتے تھے تو روتے تھے اور زین العابدین کہتے رہتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۱۳۵)

• محمد بن سہل بخاری نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انھوں نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی (غیب سے) ندا دے گا کہ کہاں ہیں زین العابدین؟ اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ علی بن الحسین علیہ السلام صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

③ اشرف الناس

راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المحاررات میں اور ابن جوزی نے مناقب عمر بن عبدالعزیز میں تحریر کیا ہے کہ ایک دن حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام مسمر ابن عبدالعزیز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ اُس نے جمع سے پکار کر کہا تباؤ دنیا سحر میں اشرف الناس کون ہے؟

لوگوں نے کہا، آپ۔
اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔ درحقیقت اشرف الناس یہ ہیں جو اس وقت میرے قریب کھڑے ہیں۔ اس لیے کہ لوگوں کو ترسائے کہ کاش ہم ان کے خاندان میں ہوتے، انہیں اس کی تمتا

نہیں کہ یہ کسی اور کے خاندان سے ہوتے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

۴۔ ابن الخیر تین

زمخشری نے اپنی کتاب ریح الابرار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے صرف دو قبیلوں کو منتخب فرمایا، عرب میں سے قبیلہ قریش کو اور عجم میں سے ابن فارس کو۔ اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ”وانا ابن الخیر تین“ یعنی میں دو منتخب شدہ قبیلوں کا فرزند ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ کے جدِ نامدار حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی والدہ گرامی بادشاہ یزدجرد (شاہ فارس عجم) کی دختر نیک اختر تھیں۔ اسی بنا پر ابو الاسود دہلی نے آپ کی مدح میں جو قصیدہ کہا تھا اس میں ایک شعر یہ ہے۔

ترجمہ:۔ وہ بچہ جس کے نانا کسری نوشیرواں اور جس کے دادا حضرت بائتم ہوں ظاہر ہے کہ وہ بچہ دنیا کے اُن تمام بچوں سے زیادہ مکرم و معزز ہے جو اپنے گلے میں تعویذ لٹکائے پھرتے ہیں۔

۵۔ القاب

مناقب ابن شہر آشوب میں آپ کے یہ القاب بیان کیے گئے ہیں

زین العابدین، زین الصالحین، وارث علم النبیین، وصی الوصیین، خازن وصیایا المرسلین، امام المؤمنین، منار القانتین (بندگی پر قائم رہنے والے نازیلوں کا منارہ) خاشع (عاجزی کرنے والا) متہجد (رات کے وقت عبادت میں جگنے والا) زاہد، عابد، عدیل۔ (انصاف کرنے والا) بنگام (بہت رونے والا) سجاد، ذوالشفقات (جس کے مقاماتِ سجدہ پر گھٹے پڑ گئے ہوں) امام الائتہ، ابوالائمۃ۔ آپ ہی سے امام حسین علیہ السلام کی نسل چلی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور خاص طور پر ابو محمد ہے آپ کو بھی ابوالقاسم کہا جاتا ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کی کنیت ابو بکر عی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

۶۔ کنیت

کشف الغمۃ کی روایت کے مطابق آپ کی مشہور کنیت ابوالحسن ہے۔ مگر آپ کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کنیت ابو بکر بھی تھی لیکن

آپ کے القاب زیادہ ہیں جن میں مشہور زین العابدین، زکی، امین اور ذوالشفقات ہیں لقب زین العابدین کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایک رات آپ محراب عبادت میں نماز تہجد میں مصروف تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں نمودار ہوا تاکہ عبادت سے آپ کی توجہ ہٹا دے۔ لیکن امام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وہ آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کے قریب آیا اور اس میں کاٹ لیا، پھر بھی آپ توجہ نہ ہوئے اور تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن نماز کو ترک نہ کیا جب امام نماز سے فارغ ہوئے اور دخل نے بذریعہ الہام آپ کو ساری بات بتائی تو آپ سمجھ گئے کہ یہ شیطان تھا۔ تو آپ نے اُسے بڑا جھلا کہا، طمانچہ مارا اور فرمایا اے ملعون دور ہوجا۔ وہ فوج اچلا گیا اور امام اپنے اعداد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ایک فیہی آواز سنی کہ آپ یقیناً زین العابدین ہیں اور یہ آواز تین بار آئی۔ یہ فیہی فقرہ لوگوں کو معلوم ہو گیا اور بطور لقب مشہور ہو گیا۔

(کشف الغمۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶)

• علل التشریح میں جناب جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت علی بن الحسین علیہ السلام جب بھی خدا کی نعمتوں کو یاد کرتے تو قرآن مجید میں چلے جاتے تھے اور جب قرآن مجید کی کوئی آیت سجدہ تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے تھے اور جب خداوند عالم کسی شکر کو آپ سے دور فرماتا اور لوگوں کے مکر سے محفوظ رکھتا تو آپ سجدہ کرتے تھے اور جب نماز فریضہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ میں جاتے تھے اور جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کرتے تو سجدہ میں چلے جاتے تھے۔ حال یہ کہ آپ کے مقاماتِ سجدہ پر گھٹے پڑ گئے تھے اور کثرتِ سجدہ کی وجہ سے آپ کو سجاد (سید الساجدین) کہا گیا۔ (علل التشریح صفحہ ۸۸)

• مناقب ابن شہر آشوب میں حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے جناب جابر کی یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۳)

• معانی الاخبار میں بھی یہ روایت اسی طرح ذکر کی گئی ہے۔ (معانی الاخبار صفحہ ۶۵)

۷۔ سید العابدین

کشف الغمۃ میں کتاب البواقیہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ابو عمر الزاہد نے کہا کہ شیعہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو سید العابدین اس لیے کہتے ہیں کہ زہری نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ ان کا ہاتھ گویا خضاب میں رنگین ہے انہوں نے اس کی تعبیر و تفسیر یہ دی گئی کہ تم کسی کے غیر ارادی قتل میں مبتلا ہو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ زہری بنی اُمیہ کے ایک کارندے تھے۔ ایک بار انہوں نے

ایک شخص کو سزا دی کہ جس میں اس کی موت واقع ہوگئی تو یہ گھبرائے اور بھاگ نکلے اور ایک غار میں چھپ گئے اور اتنی مدت چھپے رہے کہ بال بڑھ گئے اسکا دوران میں حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام حج بیت اللہ کے ارادے سے چلے۔ آپ سے کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ نہری سے ملنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں ہاں میں ہوں گا۔ چنانچہ امام ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے تمہاری مایوسی دہلیزی سے وہ گھبراہٹ ہے کہ تمہارے گناہ سے اتنی پریشانی اور فکر نہیں۔ لہذا اب تم یہ کہو کہ مقتول کے گھر والوں کو خون بہا دے دو اور یہاں سے نکل کر اپنے اہل خانہ اور اپنے دینی امور کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

نہری کہنے لگے کہ مولا! آپ نے تو مجھے غم سے چھٹکارا دے دیا۔ پچ تو یہی ہے کہ خدایا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔

اس کے بعد نہری کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن ایک سناوی آواز دے گا کہ اپنے زمانہ کے سید العابدین کھڑے ہو جائیں۔ تو حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کھڑے ہو جائیں گے۔

(کشف افزہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۲)

ابو مخنف نے جلوری سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام غشی کے عالم میں تھے ایک شخص (غیبی) وہاں آیا اور دشمنوں میں سے جو بھی آپ کو زندہ پہنچانے کے لیے بڑھا وہ شخص آپ کی طرف مدافعت کرتا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

ربیع الاربار میں زحمری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے نزدیک اس کے بلند و بزرگ بندوں میں سے دو گروہ ہیں۔ عرب میں فضیلت والے قریش ہیں اور عجم میں فارس کے لوگ۔ اور امام علی ابن الحسین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں ان دونوں صاحبان فضیلت کا فرزند ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے جد بزرگوار ہیں اور والدہ ماجدہ بادشاہ یزدجرد کی بیٹی ہیں۔ آپ ہی کی مدح میں ابوالاسود شاعر نے کہا ہے کہ یہ کسری اور بنی ہاشم کے خاندان کے لڑکے ہیں اور اس سے کہیں بلند ہیں کہ ان کے لیے نظر بدر کے تعویذ کیے جائیں۔

(ربیع الاربار باب دہم جلد ۲ ورق ۴۲)

(الکافی جلد ۱ صفحہ ۳۶۴)

علی الشرائع میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میرے پدربزرگوار کے مقامات سجدہ پر گھٹے پڑے ہوئے تھے جنہیں آپ سال میں دو بار کھولتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ مقامات پر بڑھ جاتے تھے۔ اسی لیے آپ کو ذوالشفقت کہا جاتا ہے۔

(علی الشرائع صفحہ ۵۸)

حافظ عبدالعزیز نے آپ کی کنیت ابو محمد بیان کی ہے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن تھی۔ اور محمد بن اسمعٰل بن حارث نے بھی یہی کنیت بیان کی ہے۔ کتاب مولید اہل البیت میں آپ کی کنیت ابو محمد اور ابوالحسن والو بکر بیان کی گئی ہیں۔ اور آپ کے القاب زکی، زین العابدین ذوالشفقت اور امین بتائے گئے ہیں۔

ارشاد مفید میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند ابو محمد علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام امام ہیں۔ اور آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

(الارشاد المفید صفحہ ۲۶۹)

نقش خاتم

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی انگشتری اور مہر کا نقش الحمد للہ العلی تھا۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

کافی میں جناب ابوالحسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی مہر کا نقش "يَحْزَنِي وَشَقِيْقٌ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ" تھا۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

امالی صدوق میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مہر کا نقش "اِنَّ اللّٰهَ يَبْلِغُ اَمْرِي" تھا اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خاتم کا نقش بھی یہی تھا۔

(امالی صدوق صفحہ ۲۵۸)

قرب الاسناد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدربزرگوار کی خاتم کا نقش "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" تھا۔

(قرب الاسناد صفحہ ۲۴۴)

تاریخ ولادت اور حسب و نسب

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام پانچ شعبان ۲۸ھ میں بروز جمعہ شبہ مدینہ منورہ میں ولد ہوئے۔ جو امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا زمانہ خلافت تھا اور آپ کی شہادت سے دو سال پہلے امام کی ولادت ہوئی اور آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا نام غزلہ تھا بلکہ ایک قول کے مطابق آپ کا نام شاہ زنان دختر یزدجرد تھا اور اس کے علاوہ دوسرا نام بھی بتایا گیا ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

حافظ عبدالغفور کا قول ہے کہ آپ کی والدہ کو سلافا کہتے تھے اور ابراہیم بن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ کی والدہ کا اسم گرامی غزالہ تھا۔ آپ ام ولد تھیں۔

کتاب ابوالید اہل البیت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل ۳۸ میں تولد ہوئے۔ چنانچہ دو سال اپنے چچا امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ خلافت اور دس سال امام حسن علیہ السلام کے دورِ امامت میں اور دس سال کا عمر اپنے پیر بزرگوار ابو عبد اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دورِ امامت میں گذرا اور آپ کی عمر ستاون سال کی ہوئی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ۳۳ اور وفات ۹۲ میں ہوئی جب کہ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال کی تھی اور امام حسینؑ کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ایک قول کے مطابق ۹۵ میں رحلت فرمائی۔ آپ کی والدہ گرامی خولہ بنت زید جرد شاہ ایران وہ معظمہ ہیں اور یہی وہ ہیں جن کا نام امیر المومنین علیہ السلام نے شاہ زنان رکھا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان معظمہ کا نام برہ دختر نوشجان تھا اور شہر بلوخریزد جرد بھی بتایا گیا ہے۔

جناب امام علیہ السلام کو ابن الخیرین (دو منتخب خاندانوں کے فرزند) کہا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخصتہ کے خاندان کے نزدیک بلند درجہ میں دو گروہ ہیں۔ عرب میں قریش اور عجم میں فارس اور جناب امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ دختر کبریٰ ہیں صاحب مناقب نے امام علی بن الحسین علیہ السلام کی ولادت ماہ جمادی الثانیہ پنجشنبہ کے دن بتائی ہے۔ آپ کے زمانہ امامت میں یزید معاویہ بن یزید مروان اور عبدالملک کی حکومت رہی اور ولید کے زمانہ حکومت میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۱)

• اعلام الوری میں امام علیہ السلام کی ولادت بروز جمعہ بتائی گئی ہے۔

• الخراج والخراج کے کتاب نقل میں احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کربلا میں حضرت امام

زین العابدین علیہ السلام کے بیمار ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ایک روز پہنٹی جو آپ کے جسم سے بڑی تھی آپ نے اس زرہ کا فاضل حصہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر پھینک دیا یہ بات کسی نے دیکھ لی اسی وقت آپ کو اس کی نظر لگ گئی اور بیمار ہو گئے۔ (آپ کے ہاتھ میں لوہا ہو گیا تھا جو امام کے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن دیکھنے والے کے لیے حیرت کن بات تھی) (الخراج والخراج ۱۹۵)

۱۰۔ حالات جناب شہر بانو

الخراج والخراج میں بیان کیا گیا ہے اور بہار بزرگ ملازی نے الذریعہ (جلد ۱ ص ۱۲۷) میں ذکر کیا ہے کہ جناب جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب یزدجرد بن شہر بانو کی بیٹی جو شاہان فارس میں آخری بادشاہ تھا اور حضرت عمر کے زمانہ میں جس کی حکومت کا خاتمہ ہوا، مینہ میں داخل ہوئیں تو مدینہ کی لڑکیوں نے انہیں ٹھوسے دیکھا اور ان کے چہرے کی روشنی سے پوری مجلس جگمگا اٹھی۔ جب حضرت عمرؓ پر ان کی نظر پڑی تو کہنے لگیں "آہ بیروز باد ہر فرزند" یہ سن کر حضرت کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ اس عجیبی کا فونے مجھے گالی دی ہے اور انہوں نے ان کو سزا دینا چاہی لیکن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چیز آپ کو معلوم نہ ہو اس سے آپکو انکار کا حق نہیں پھر حضرت عمر نے ان کو فروخت کے لیے اعلان کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کو فروخت کرنا جائز نہیں خواہ وہ کافرہ ہی کیوں نہ ہوں آپ انہیں حکم دیں کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو منتخب کر لیں تاکہ اس سے شادی ہو جائے اور اس شخص کی بیت المال سے جوڑے اس میں اس کا مہر اور اس مہر کو اس کی قیمت میں عسرت کر لیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں یہی کرتا ہوں۔

چنانچہ دختر یزدجرد کو یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ کسی کا انتخاب کر لیں۔ یہ سن کر وہ چلیں اور انہوں نے ام حسین علیہ السلام کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دختر یزدجرد سے دریافت فرمایا کہ اے کینز چہ نام داری (اے کینز تیرا کیا نام ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ میرا نام جہاں شام ہے۔ آپ نے فرمایا، بلکہ تمہارا نام شہر بانو ہے جس پر وہ کہنے لگیں کہ یہ تو میری بہن کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک تم ٹھیک کہتی ہو۔ پھر آپ امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس کا بہت خیال رکھنا اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آنا اس کے بطن سے وہ بچہ پیدا ہوگا جو تمہارے بعد اپنے وقت کا اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا اور یہ ذریت طیبہ کے اوصیاء کی ماں ہوگی۔ چنانچہ ان ہی کے بطن سے امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تولد ہوئے (انکا فی جلد ۱ ص ۲۲) نزد الخراج و در زبعا رباب جلد ۱ الذریعہ جلد ۱ ص ۱۲۷)

• مروی ہے کہ جناب شہر بانو نے امام حسین علیہ السلام کو اس وجہ سے منتخب کیا تھا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا تھا اور اپنی گرفتاری سے قبل ہی آپ اسلام لاپچی تھیں۔

اصل واقعہ یہ ہے جسے آپ نے خود بیان کیا، کہ مسلمانوں کے لشکر کی آمد سے قبل

میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ امام حسین علیہ السلام بھی ہیں اور آپ نے ان سے میرا نکاح پڑھا۔ جب صبح ہوئی تو میرے دل میں سوئے اس خواب کے اور کوئی بات نہ تھی۔ جب دوسری شب آئی تو میں نے دختر رسول حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لاتی ہیں اور مجھے اسلام لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ میں اسلام لے آئی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ مسلمان فتح پائیں گے اور تم غنیمت سے فرزند حسین علیہ السلام کے پاس صبح و سالم اس طرح پہنچو گی کہ تمہیں کسی بُرائی نے نہ چھوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ میں مدینہ میں اس حالت میں آئی کہ کسی نے مجھے چھوا تک نہیں۔

• ارشاد معنیذ میں منقول ہے کہ جب شاہ زماں بنت کسری امیر ہو کر آئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے واقعہ فیل کے سلسلہ میں اپنے باپ سے کیا کیا ہے۔ تو عرض کرنے لگیں کہ مجھے یاد ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جب خداوندی عالم کسی کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو اس کے سامنے بڑی بڑی خواہشیں ملبیٹ ہو جاتی ہیں اور جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو پھر موت کا کوئی بہانہ ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ تمہارے باپ نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ تقدیر کے سامنے تمام امور عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کی موت خود اسی کی تدبیر سے آ جاتی ہے۔

(ارشاد المعینہ ص ۱۰۰)

• کتاب دلائل الامامة میں ابو جعفر محمد بن جریر بن ستم طبری بیان کرتے ہیں کہ جب فارس کے قیدی مدینہ میں آئے تو حضرت عمر نے چاہا کہ قیدی عورتوں کو فروخت کر دیا جائے اور مردوں کو غلام بنالیا جائے۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر قوم کے معزز لوگوں کا احترام کرنا چاہیے۔

حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں نے بھی آنحضرت کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے پاس جب کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو تم اس کا احترام کرو اگرچہ وہ تمہارا مخالف ہی کیوں نہ ہو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے تم سے دوستی کی خواہش کی ہے اور اسلام کی طرف راغب ہوئے ہیں اور یا مخصوص یہ کہ ابھی میں سے میری اولاد اور ذریت پیدا ہوگی۔ میں تمہیں اور خدائے تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں میں سے ملنے والے اپنے حصہ مالِ فینیت سے رضائے خداوندی کی خاطر ہاتھ اٹھالیا۔

یہ سن کر تمام بنی ہاشم کہنے لگے کہ ہم نے بھی اپنا حق آپ کو بخش دیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ پالنے والے! تو گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے

جو اپنے حصے مجھے بخشے ہیں میں بھی تیری خوشنودی کے لیے انہیں چھوڑ دیا۔

اس کے بعد مہاجرین و انصار کے گروہ نے کہا کہ اے رسول کے برادر! ہم بھی اپنا حق آپ کو بخشے ہیں۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ پروردگارا! تو گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے بھی اپنا حق مجھے بخش دیا اور میں نے اسے قبول کیا، نیز گواہ رہنا کہ میں نے انہیں تیری راہ میں آزاد کیا۔

• حضرت عمر کہنے لگے کہ ان عجمیوں کے بارے میں کس لیے آپ نے میری مخالفت کی اور ان لوگوں کے بارے میں میری جو رائے تھی آپ اس سے کیوں کنارہ کش ہو گئے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شرفائے قوم کے احترام کے بارے میں ارشادِ نبوی کو دہرایا۔

• حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوالحسن! میں نے بھی اس حصے کو جو میرے لیے مخصوص ہے اور وہ باقی حصے جو آپ کو حصہ نہیں کیے گئے خدا کو اور آپ کو بخش دیے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ بارالہا! تو گواہ رہنا اس پر جو انہوں نے کہا اور میرے ان کے آزاد کرنے پر بھی گواہ رہنا۔

• اس کے بعد قریش کے ایک گروہ نے ان عورتوں سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عورتیں اس سے انکار تو نہیں کریں گی لیکن انہیں اپنے لیے انتخاب کا تو اختیار ہے۔

چنانچہ لوگوں کی ایک جماعت نے جناب شہر بانو دختر کسری کی طرف اشارہ کیا اور انہیں اس انتخاب کا اختیار دیا گیا۔ اور پر دے کے پیچھے سے ان سے اس بارے میں کہا گیا کہ آپ ان میں سے کس شخص کا اپنے لیے انتخاب کرتی ہیں؟

یہ سن کر محترمہ خاموش رہیں اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی اس خاموشی سے پتہ چلتا ہے کہ راضی ہیں لیکن ابھی انتخاب کا مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔

• حضرت عمر نے کہا کہ آپ کو ان کی رضا بر غبت کا کیسے علم ہو گیا کہ وہ شادی کرنے کے لیے تیار ہیں۔؟

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کسی قوم کی شریف زادیاں حاضر کی جاتی تھیں جن کا کوئی ولی نہ ہوتا اور وہ کسی شخص سے منسوب کی جاتی تھیں تو آپ ان سے فرماتے کہ کیا تم برضا و رغبت شادی کے لیے راضی ہو؟

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کسی قوم کی شریف زادیاں حاضر کی جاتی تھیں جن کا کوئی ولی نہ ہوتا اور وہ کسی شخص سے منسوب کی جاتی تھیں تو آپ ان سے فرماتے کہ کیا تم برضا و رغبت شادی کے لیے راضی ہو؟

اگر وہ شرم و حیا کی وجہ سے خاموش رہیں تو ان کی خاموشی کو ان کی اجازت سمجھ لیا جاتا تھا اور حضرتؑ ان کے نکاح کے احکام جاری فرمادیتے۔ بصورت دیگر جب وہ انکار کرتی ہیں تو ایسی عورتوں کو شوہروں کے انتخاب کرنے پر مجبور نہ کیا جاتا تھا۔

چنانچہ جناب شہر بانو سے بھی کہا گیا تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو منتخب کر لیا۔ ان سے اس انتخاب کے بارے میں دوبارہ کہا گیا، پھر بھی انھوں نے اپنے ہاتھ سے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ”ہذا“ (وہ یہی ہے) اور اپنا ولی جناب امیر المومنین علیہ السلام کو نیا یا اور جناب حذیفہ نے خطبہ نکاح پڑھا جب امیر المومنین نے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے شاہ زناں دختر کسریٰ بتایا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ تم شہر بانو ہو اور تمھاری بہن مروانید دختر کسریٰ ہے۔ انھوں نے اس کا اقرار کیا۔ (دلائل الامتہ ص ۱۰۱ مطبوعہ نجف)

• ارشاد مفید میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ابو محمد علی زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوئے جن کی کنیت ابوالحسن ہے اور مادر گرامی شاہ زناں دختر یزدجرد بن شہر بار کسریٰ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام شہر بانو تھا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حریت بن جابر کو مشرقی حصے پر عامل مقرر فرمایا تو یزدجرد بن شہر بار کے دونوں بیٹیوں کو ان کے پاس روانہ کیا، آپ نے ان میں سے شاہ زناں کو امام حسین علیہ السلام کو عطا فرمایا جن سے امام زین العابدین علیہ السلام تولد ہوئے اور دوسری بیٹی کو جناب محمد بن ابی بکر کو بخش دیا جن سے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی۔

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ۳۸ عرصہ میں مدینہ میں تولد ہوئے اور اپنے جد بزرگوار کے ساتھ دو سال اور اپنے چچا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بارہ سال اور اپنے پدربزرگوار کے ساتھ بیس سال رہے اور ان کی شہادت کے بعد چونتیس سال زندگی گزار کر ۹۵ عرصہ میں مدینہ میں رحلت فرمائی۔ مدت امامت چونتیس برس رہی اور اپنے عم نامدار امام حسن علیہ السلام کے قریب جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (الارشاد مفید ص ۲۶۹)

• کامل مبرد میں ذکر کیا گیا ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام سلافہ تھا جو اولاد یزدجردیوں سے تھیں اور زین کا نسب شہرہ و معروف ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان معظہ کا نام خولہ تھا۔ امام کے دربان یحییٰ بن ام لولہ تھے جو واسط میں مدفون ہیں۔ اور جنھیں حجاج نے قتل کیا۔ مولف موصوف نے امام زین العابدین علیہ السلام کے وہی القاب بیان کیے ہیں جن کا اس باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(انکامل از بزرگوار جلد ۲ ص ۹۳ مطبوعہ مصر)

تاریخ ولادت و وفات میں اختلاف

۱۰

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام

بروز پنجشنبہ ۱۵ جمادی الآخر مدینہ میں تولد ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل بروز پنجشنبہ ۹ شعبان ۳۰ عرصہ میں تولد ہوئے۔ مگر کچھ لوگ آپ کی ولادت ۳۳ عرصہ میں بتاتے ہیں۔ اور کچھ ۳۷ عرصہ میں بتاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ اپنے جد امجد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ چار سال رہے۔ اور اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ چودہ سال اپنے پدربزرگوار کے ساتھ چوبیس سال۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جد امجد کے ساتھ صرف دو سال رہے، اپنے چچا کے ساتھ بارہ سال اور اپنے پدربزرگوار کے ساتھ ۲۳ سال۔ پھر اپنے والد کے بعد ۲۵ سال زندہ رہے اور آپ نے روزِ شنبہ ۱۹ محرم کو یا ۱۲ محرم ۹۵ عرصہ کو مدینہ میں رحلت فرمائی۔ اس وقت آپ کا سن ۵۷ سال تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۹ سال اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۴ سال کا تھا۔ آپ کا عہد امامت ۳۲ سال رہا۔ اس میں یزید کی حکومت کا بقیہ زمانہ، پھر معاویہ بن یزید کا عہد، پھر مروان کا عہد، پھر عبدالملک کا عہد حکومت رہا۔ آپ نے ولید کے عہد حکومت میں رحلت فرمائی اور اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں بقیع کے اندر دفن ہوئے۔

(مناقب جلد ۲ ص ۳۱)

• کتاب کافی میں ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی ولادت

۳۸ عرصہ میں اور وفات ۹۵ عرصہ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ سلافہ بنت یزدجرد بن شہر بار بن شہرہ بن کسریٰ اور یزدجرد ملک فارس کا آخری تاجدار تھا۔ (انکافی جلد ۱ ص ۲۷)

• کتاب روضۃ الواعظین میں ہے کہ آپ کی ولادت یوم جمعہ اور بقولے روزِ پنجشنبہ

۹ شعبان ۳۸ عرصہ میں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۳۷ عرصہ میں نیز یہ بھی کہ ۳۶ عرصہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (روضۃ الواعظین ص ۱)

• کتاب اعلام الوری میں ہے کہ آپ مدینہ میں بروز جمعہ تولد ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا

ہے کہ وہ پنجشنبہ کا دن تھا اور جمادی الآخر کی ۱۵ تاریخ تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۹ شعبان ۳۸ عرصہ میں اور یہ بھی کہ ۳۷ عرصہ میں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شہرہ زناں یا شہر بانو تھا۔ (اعلام الوری ص ۱۵)

• مصباح نفی میں ہے کہ حضرت امام سید سجاد علیہ السلام کا یوم ولادت ۱۵ جمادی الآخر

گمراہ ظاہرین علیہم السلام کی تاریخائے ولادت و وفات کا جو خاکہ آپ نے پیش کیا ہے اس میں آپ کی ولادت یوم یکشنبہ ۵ شعبان ۳۸ ہجری ظاہر کی ہے۔ (مصباح کفھی ص ۵۱)

۱۱۔ دلیل امامت، نص و عصمت

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دلیل امامت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ امام کی امامت پر کسی نص کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ جو شخص بھی اس کا قائل ہے وہ آپ کی امامت پر یقین رکھے گا اور جب کسی کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تو وہ اس کا یقین رکھے گا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند علی بن حسین علیہ السلام ہی امام ہیں اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بعد نبی امین اور خوارج میں سے جس نے بھی دعویٰ امامت کیا ان کے متعلق اس امر پر اتفاق ہے کہ ان کا عصمت سے کوئی تعلق نہیں۔ رہے کیسا یہ تو وہ اگرچہ امامت کے لیے نص کے قائل ہیں لیکن بصورت صراحت نص کے قائل نہیں۔

اس کے باوجود کہ امام زین العابدین کے زمانے کو گزرا ہوا ہے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی آپ کی اولاد دورِ جاہلیت کے قبیلوں اور پرانے دوسرے بڑے قبائل سے زیادہ ہے جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور شہروں میں آباد ہے اور دوسرے اطراف تک پہنچ گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات خود آپ کی امامت کی ایک دلیل ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۵)

۱۲۔ انگشتری

امالی شیخ صدوق میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ امام حسین علیہ السلام کی وہ انگوٹھی کہاں گئی جو بوقت شہادت امام کی انگشست میارک میں تھی اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ میں نے نہ سنا ہے کہ بعد شہادت وہ انگشتری کس کا ہونے لگی۔

آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کو اس انگوٹھی کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اور خود ان کی انگلی میں بیٹھا دی تھی۔ اور امامت کو اسی طرح ان کے سپرد کیا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اور آپ نے امام حسن علیہ السلام کو اور آنجناب نے امام حسین کو امیر امامت تفویض فرمایا اور پھر اس انگشتری کو میرے جد بزرگوار نے میرے پدر بزرگوار کے سپرد فرمایا

اور ان سے مجھے عطا ہوئی ہے جو میرے پاس موجود ہے مجھے ہر جمعہ کے دن پہن کر نماز پڑھنا ہوں۔ محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد امام نے اپنا دست مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں انگشتری تھی جس پر لا الہ الا اللہ عُدَّةٌ لِلْقَائِمِ مِنَ اللہ کے الفاظ نقش تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ میرے جد امجد امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی ہے۔

(امالی شیخ صدوق ص ۱۲۲)

۱۱۔ صحیفہ

بعض درجات میں ابوالہجارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السلام کا وقت شہادت قریب آگیا تو آپ نے اپنی بڑی قہر لاری جناب فاطمہ کبریٰ کو بلایا اور انہیں ایک لپٹا ہوا کاغذ دیا جس میں کچھ ظاہری اور خفیہ وصیتیں درج تھیں اور اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام بیمار تھے

چنانچہ انہوں نے امام مظلوم کی شہادت کے بعد وہ صحیفہ لڑا کاغذ، امام زین العابدین علیہ السلام کے سپرد فرمادیا۔ پھر وہ صحیفہ ہمارے پاس آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس صحیفہ میں کیا تھا۔ تو فرمایا کہ وہ تمام اٹھرتھے جن کی دنیا کے خاتمہ کے وقت تک اولاد آدم کو ضرورت و احتیاج ہے۔ (بعض درجات باب ۱۲ ج ۲)

کتاب اعلام الوری میں بھی مذکورہ روایت تھوڑے سے فرق کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے نقل کی گئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے شہادت سے قبل جناب فاطمہ کبریٰ کو ایک لپٹا ہوا کاغذ یا صحیفہ دیا تھا جس میں کچھ ظاہری و خفیہ وصیتیں درج تھیں اس وقت امام زین العابدینؑ بیماری کے عالم میں تھے۔ واقعہ شہادت امام مظلوم کے بعد جب آپ کے اہل بیت قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو جناب فاطمہ کبریٰ نے وہ صحیفہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ صحیفہ ہمارے پاس موجود ہے۔

(اعلام الوری ص ۱۵۲۔ اکناف جلد ۱ ص ۳۱)

۱۲۔ دیگر تبرکات

فیض الشیخ الطوسی میں فضیل کا بیان ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق کی جانب روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ کو کچھ وصیتیں فرمائیں اور کچھ لکھے ہوئے صحیفے اور کاغذ وغیرہ سپرد فرمائے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب میرے بڑے فرزند آپ کے پاس سفر سے لوٹ کر آئیں تو یہ تمام چیزیں جو میں نے

آپ کے سپرد کی ہیں، انہیں دیدیکے صحابہ۔

چنانچہ شہادتِ امام مظلوم کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام قید سے رہا ہو کر حضرت ام سلمہ کے پاس مدینہ واپس آئے تو آپ نے وہ چیزیں امام کے سپرد فرمادیں (غنیۃ الشیخ الطوسی ص ۱۲۸ مبلوہ تبریز)

• مذکورہ روایت کو اختصار کے ساتھ ابو یوسف حضرمی نے بیان کی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور صاحب مناقب نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب ص ۳۱۸)

• کفایۃ الاثر میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے فرزند حضرت علی ابن حسین علیہ السلام تشریف لائے۔ امام نے انہیں اپنے قریب بلا کر گلے سے لگایا اور ان کی پیشانی کو چوما، پھر فرمایا کہ میرے باپ تم پر قربان، تمہاری کتنی عمر خوشبو ہے اور عمدہ شکل و صورت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے مداخلت کرتے ہوئے عرض کیا کہ فرزند رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدا نخواستہ اگر آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات ناخوشگوار سامنے آجائے جس کا ہمیں ڈر ہے کہ آپ کہیں قتل نہ کر دیے جائیں تو منصبِ امامت پر کون فائز ہو گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہی میرے فرزند علی، امام ہوں گے۔ جو ابوالامت ہیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! یہ تو ابھی کس ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہاں" پھر ان کے فرزند محمد، مقتدی نہیں گے جن کی عمر نوسال کی ہوگی۔ پھر وہ کچھ خاموش رہیں گے اور پھر..... وہی ہوں گے جو علم کی پوری طرح نشہ و اشتاعت کریں گے (کفایۃ الاثر ص ۳۱۸)

(نوٹ:- حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نوسال کی عمر میں منصبِ امامت پر فائز ہوئے۔)

• محمد بن جعفر نے احمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام (تقی جواد) کی دختر یعنی حضرت امام علی النقی کی خواہر محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ (اس دورِ قیبتِ امام میں) شیعہ کس کی طرف رجوع کریں؟

• آپ نے فرمایا ان کی جڑہ ماجدہ کی طرف۔

• میں نے عرض کیا کہ کیا ایک عورت دھی ہو سکتی ہے؟

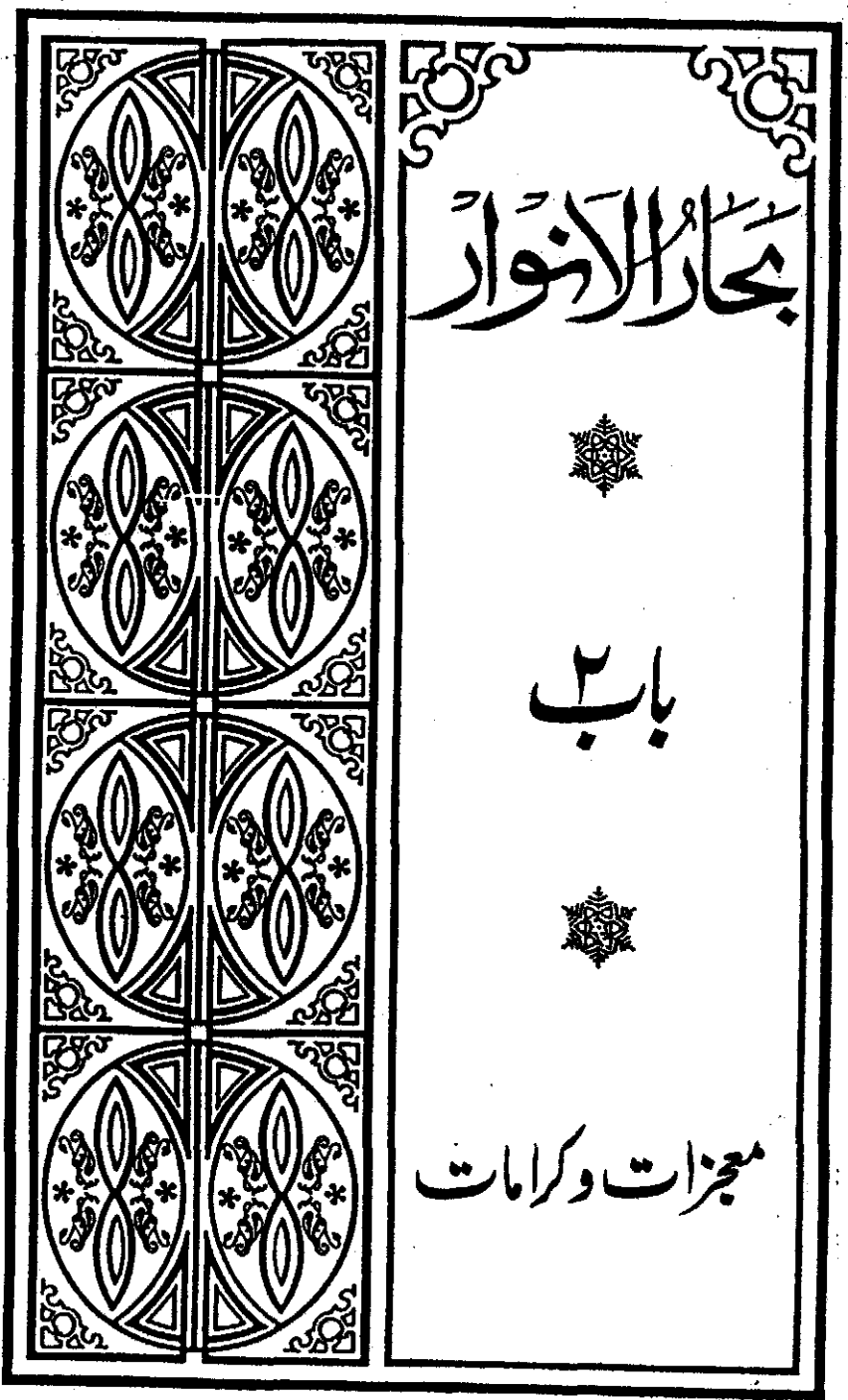
آپ نے فرمایا، اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیروی ہے۔ کیونکہ آپ نے ظاہرہ طور پر اپنی بہن زینب بنت علیؑ کو اپنا وصی بنایا تھا تاکہ حضرت علی ابن حسین زین العابدین علیہ السلام کا علم حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی طرف منسوب ہو اور حضرت علی ابن حسین علیہ السلام دشمنوں کی نگاہوں پر نہ چڑھ جائیں۔

(کمال الدین نام النعمہ ص ۲۷۵)

مَجَارِدُ الْأَنْوَارِ

بَابُ

مُعْجَزَاتُ وَكِرَامَاتُ



① — دُونان اور کرامتِ امام

کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ زہری سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد بزم آئے۔ امام نے دریافت حال فرمایا۔ انہوں نے کہا، فرزند رسول! کیا عرض حال کروں چار سو دینار کا مقروض ہو گیا ہوں جن کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اور پھر یہ کہ عیال بھی زیادہ ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے کام چلا سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی امام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! اس گریہ کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا، کہ، مصائب و آلام کے سوار ہونے کا اور کیا سبب ہو سکتا ہے حاضرین کہنے لگے، بیشک حقیقت تو یہی ہے کہ مصیبت پر رویا جاتا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ اس سے زیادہ سخت مصیبت کیا ہوگی کہ ایک شریف مومن بھائی کی مصیبت کو دیکھوں اور اسے دور نہ کر سکوں، اس کے فاقوں کو سنوں اور اس کی پریشانی کو دفع نہ کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر کچھ دیکے بعد وہ لوگ جب وہاں سے اٹھ کر باہر آئے تو ان میں سے ایک مخالف امام نے جو آپ پر طنز کر رہا تھا، کہا کہ یہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ آسمان وزمین کی ہر شے پر تصرف و اطاعت کا دعویٰ نیز اپنی دعاؤں کی قبولیت کا بھرم ہے پھر مجھ اپنے مخصوص مومن بھائیوں کی مدد اور حاجت روائی سے عاجزی اور بے بسی کا انہیں اعتراف ہے۔

یہ طعنہ اس مرد بزم و مصیبت زدہ سے نہ سنا گیا اور اپنی مصیبت بھول گیا اور امام کی خدمت میں پہنچ کر اس مخالف کی شکایت کرنے لگا۔

امام نے فرمایا، کہ، مت گھبرا، خدا کی طرف سے تیری روزی کی کشادگی کا حکم ہو گیا ہے (اور اسی سے اس مخالف کے منہ پر اللہ کا طمانچہ لگے گا، تاکہ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ جائے) اور اپنی خادمہ سے فرمایا کہ ہمارے سحری اور افطار کے کھانے کی دو روٹیاں لے آؤ۔ خادمہ نے وہ دوٹیاں لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ نے وہ دوٹیاں مرد بزم و مصیبت زدہ کو عنایت فرما کر اڑھا

فرمایا کہ بھائی ہمارے پاس ان روٹیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے انہیں لے لو خداوند عالم ان سے تمہاری مشکل کو آسان فرمائے گا اور تمہاری روزی میں وسعت دے گا۔

اس مرد بزم نے وہ دوٹیاں لیکر گھر کی راہ لی۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان دو روٹیوں کا کیا کرے۔ وہ اپنے عیال کی بد حالی اور اپنے قرض سے پریشان تو تھا ہی ادھر شیطان نے اپنی کارگزاری شروع کر دی اور دوسو سو ڈالا کہ بھلا ان دو روٹیوں سے تیری حاجت روائی کس طرح ممکن ہے۔ معاً اس کو یہ خیال آیا کہ ایک روٹی دے کر مچھلی خریدی جائے۔ اور وہ مچھلی فروش کے پاس پہنچا گیا جس کے پاس ایک ناقابل فروخت مچھلی تھی جس میں بدلوا لگئی تھی۔

اس مرد بزم نے مچھلی فروش سے کہا کہ تیری یہ مچھلی بھی باسی ہے اور میری روٹی بھی سوکھ گئی ہے تو کیا تو میری ایک روٹی کے بدلے مجھے یہ مچھلی دے سکتا ہے؟

وہ بولا کہ ہاں کیوں نہیں۔ اس نے ایک مچھلی دے کر روٹی لے لی۔ پھر یہ مرد بزم ایک نمک فروش کے پاس پہنچا۔ اس کا نمک بھی صاف ستمرا نہ تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم مجھے یہ نمک اس خشک روٹی کے عوض دے سکو گے؟

وہ بولا، ہاں ہاں، لے جاؤ۔

چنانچہ معاملے طے ہو گیا اور وہ مرد بزم مچھلی اور نمک لے کر سیدھا اپنے گھر واپس آیا اور مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں دو قیمتی موتی ہیں۔ خانوشی سے ان کو نکال کر خدا کا شکر بجالایا۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ مچھلی والا اور نمک فروش گھر پر جا پہنچے اور اس مرد بزم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ مچھلی والا اور نمک فروش موجود ہیں جن میں ہر ایک یہی کہتا تھا کہ لے بندہ خدا! اپنی یہ روٹیاں واپس لے لو کیونکہ یہ تو اتنی سخت ہیں کہ ہم انہیں چبا نہیں سکتے دوسرے یہ کہ تم کچھ مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہو اس لیے یہ روٹیاں بھی اپنے استعمال میں لاؤ اور وہ مچھلی اور نمک بھی۔

چنانچہ اس مرد بزم نے وہ روٹیاں شکرے کے ساتھ لے لی اور وہ دونوں آدمی واپس چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر دو باب ہوا۔ یہ شخص دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کا قاصد کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ امام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے اب تیری روزی میں کشائش کا سامان کر دیا لہذا ہماری روٹیاں ہمیں واپس کر دو انہیں ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا۔

اس مرد بزم نے ان موتیوں کو زر کثیر کے بدلے فروخت کر کے اپنا قرض ادا کیا اور اپنے حالات درست کیے۔ کچھ مخالفوں نے پھر طعنہ زنی شروع کر دی کہ کتنی عجیب بات ہے کہ خود

علی بن الحسین علیہ السلام تو فاقہ کش ہیں مبلوہ دوسروں کو مالدار کس طرح کر سکتے ہیں وہ خود تو عاجز ہیں دوسروں کا عجز و مجبوری دور کرنے پر کس طرح قدرت رکھتے ہیں ؟

جب امام علیہ السلام نے یثربنا تو فرمایا کہ قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ کا راستہ تو بارہ دن میں طے کرے اور بیت المقدس تک ایک رات میں جا کر واپس آجائے، انبیاء سے ملاقات بھی کر لے اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ لوگ امر خداوندی اور اس کے مخصوص اولیاء کے امر سے قطعاً نابلد ہیں۔ یہ بلند درجات و مراتب اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب لوگ تسلیم و رضا کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور ذات الہی کی ہر تدبیر پر تسلیم خم کرتے ہیں اور کسی طرح کی رائے زنی نہیں کرتے۔ وہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو مصائب و آلام میں صبر اختیار کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دوسرا شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا۔

چنانچہ خدائے تعالیٰ نے بھی اس کے بدلے کی صورت میں اس کا لحاظ رکھتا ہے کہ ان کی خواہشوں اور درخواستوں کو کامیابی کا شرف عطا فرمائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حذر خدائے وہی طلب کرتے ہیں جو وہ ان کے لیے بہتر سمجھتا ہے۔

(کمال الدین و تمام اللعنتہ ص ۲۵) (امالی صدوق ص ۲۵۳)

۲۔ حجرا سود نے آپ کی امامت کی گواہی دی

موقوف علیہ الرضی فرماتے ہیں کہ :

شیخ جعفر بن سمار نے کتاب احوال المختار میں ذکر کیا ہے کہ ہوا ز کے عالم ابو بکر جو جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہو گئے تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حج کے لیے گیا۔ میری ملاقات اپنے امام محمد بن حنفیہ سے اسی دوران میں ہوئی۔ ایک روز میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جوان ان کے پاس سے گذرے۔ جناب محمد نے انہیں سلام کیا اور تعظیماً گھڑے ہو گئے، ان سے طے اور ان کی پیشانی کو جو ما اور سیدہ و مولا کہہ کر ان سے مخاطب ہوئے۔ جب وہ جوان چلے گئے اور جناب محمد بن حنفیہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھے تو میں نے کہا کہ میں تو خدا کے نزدیک آپ کے بارے میں کچھ اور یہی سمجھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیسے ؟

میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ ہمارے واجب الطاعت امام ہیں لیکن آپ ان صاحبزادے کی تعظیم و ملاقات کے لیے گھڑے ہو گئے اور ان سے میرا آقا و سرور

کہہ کر مخاطب ہوئے۔

آپ نے فرمایا کہ ہاں " بخدا وہ تو میرے امام ہیں۔

میں نے عرض کیا، وہ کون ہیں ؟

آپ نے فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالب ہیں میرے بھائی امام حسین علیہ السلام کے فرزند۔ ہم دونوں میں امامت کے بارے میں جب اختلاف ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے بارے میں حجرا سود کو ثالث مقرر کریں یعنی حجرا سود جس کی امامت کی گواہی دیدے اس کی امامت مستمم بھی چلے گی۔ میں نے کہا کہ عبادات کو کس طرح ثالث مقرر کیا جا سکتا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جس امام سے عبادات کلام نہ کریں وہ امام نہیں ہو سکتا۔ امام ہی ہوسکتا ہے کہ جس سے عبادات بھی گفتگو کریں۔ اس جواب سے مجھے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کہا کہ اچھا حجرا سود ہی میرے اور آپ کے درمیان ثالث ہو گا۔ چنانچہ ہم حجرا سود کے قریب گئے۔ انہوں نے سنا زبردستی اور میں نے بھی۔ پھر آگے بڑھ کر وہ اس سے مخاطب ہوئے کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے اپنے بندوں کے عہد و میثاق کو تجھ میں امانت رکھا ہے تاکہ تو ان کے اس عہد پر پورا اترنے کی گواہی دے۔ یہ بتا کہ ہم میں سے کون امام ہے ؟

چنانچہ خدا کی قسم حجرا سود بول اٹھا کہ اے محمد ! آپ اپنے جتنی حق میں امامت سے دستبرداری اختیار کریں۔ یہ آپ سے کہیں زیادہ اس کے حق دار (اہل) ہیں اور یہ آپ کے بھی امام ہیں اور حجرا سود اپنی جگہ سے ہٹا، مجھے گمان ہوا کہ یہ گر جلے گا چنانچہ میں ان کی امامت کا قائل ہو گیا اور ان کی اطاعت کو میں نے اپنے اوپر واجب سمجھ لیا۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان کی امامت کا عقیدہ چھوڑ دیا اور جناب علی بن الحسین علیہ السلام کی امامت کا معتقد ہو گیا۔ (ذوب النصار ابن سنا ص ۲۹۲ جلد ۱۔)

(کارالاندر مطلوبہ تبریز ص ۳۴ جلد ۲۴ نیا ایڈیشن)

۳۔ محمد بن حنفیہ کا دعویٰ امامت

ابو خالد کاہلی سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور امام زین العابدین علیہ السلام کی مدینہ کی طرف واپسی کے بعد جناب محمد بن حنفیہ نے مجھے اپنے پاس طلب کیا اور اس وقت ہم مکہ میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس جا کر یہ کہو کہ میں اپنے برادران گرامی امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑا ہوں اور آپ سے

امامت کا زیادہ حق دار ہوں۔

لہذا مناسب ہے کہ آپ اس منصب کو میرے سپرد کر دیں اور اگر آپ چاہیں تو ایک حکم اور ثالث منتخب کر لیں کہ جس کے سامنے ہم یہ مسئلہ پیش کریں۔

چنانچہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ان کا پیغام پہنچایا۔

امام علیہ السلام نے سنا اور فرمایا کہ تم ان سے جا کر یہ کہو کہ اے چچا جان خدا سے خوف کیجیے اور اس بات کا دعویٰ نہ کیجیے۔ جسے خدا نے آپ کے لیے قرار نہیں دیا اگر وہ نکل کرین تو پھر میرے اور ان کے درمیان حجرِ اسود ثالث بن جائے۔ اب جس کی بات کا جواب حجرِ اسود دیرے وہی امام ہوگا۔

ابو خالد کا بیان ہے کہ میں یہ جواب ایک کرجاب محمد بن حنفیہ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

اس کے بعد دونوں حضرات کعبہ میں داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ دونوں حضرات حجرِ اسود کے قریب آئے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ چچا جان آپ آپ آگے بڑھیے آپ سن میں بڑے ہیں اور اپنے بارے میں اس سے گواہی کے لیے سوال کیجیے۔ چنانچہ جناب محمد حنفیہ آگے آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہِ الہی میں سے

دعائیں کہیں اس کے بعد حجرِ اسود سے اپنے لیے امامت کی گواہی کا سوال کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اے وہ پتھر جسے خدا نے اپنے بندوں میں ہر اس شخص کا گواہ بنا لیا ہے جو خدا سے حق میں آتے ہیں، اگر تو سمجھتا ہے کہ میں امرِ امامت کا حامل ہوں اور میں ہی وہ امام ہوں کہ مخلوق پر جس کی اطاعت فرض ہے تو اس کی گواہی دے تاکہ میرے چچا کو بھی معلوم ہو جائے کہ امامت میں ان کا کوئی حق نہیں۔

یہ فرمان تھا کہ پھر واضح اور کھلی عربی زبان میں گویا ہوا کہ اے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند محمد! دعویٰ امامت حضرت علی بن حسین علیہ السلام کا حق ہے وہی ہیں جن کی اطاعت آپ پر فرض ہے اور آپ کے علاوہ تمام اللہ کے بندوں بلکہ ساری مخلوق پر لازم واجب ہے۔

یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ نے امام سے کہا کہ یہ منصب آپ ہی کا حق ہے اور امام کے پائے مبارک کو چوم لیا۔

کہا گیا ہے کہ جناب محمد بن حنفیہ نے یہ سب کچھ لوگوں کے شکوک دور کرنے کے لیے کیا تھا تاکہ اس کا اظہار ہو جائے کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد وہ امام نہیں بلکہ ان کے بھتیجے زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام ہی امام ہیں۔

ایک دوسری روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ حجرِ اسود اس طرح مخاطب ہوا کہ: "اے محمد! امام حسین علیہ السلام کے فرزند علیؑ علیہ السلام، تمہارے لیے اور آسمان و زمین والوں کے لیے حجت ہیں اور ان کی اطاعت سب پر فرض ہے تم ان کی اطاعت کرو اس کے بعد جناب محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے زمین و آسمان میں خدایا حجت! میں ہر طرح آپ کا مطیع و فرماں بردار ہوں۔ (المصدر السابق ص ۱۹)

۴) عمر بن عبد العزیز کی حکومت کی پیشگوئی

عبداللہ بن عطاء تمیمی سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام علی بن حسین علیہ السلام کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمر بن عبد العزیز ادھر سے گزرے۔ ان کے جوتوں پر چاندی کا کام تھا۔ وہ خوش رو جوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ امام علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا اور عبداللہ بن عطاء سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عیش پسند کو دیکھ لیا۔ یہ اپنی موت سے پہلے لوگوں کا حاکم ہوگا، مگر یہ تھوڑے عرصے تک ہی زندہ رہے گا۔ جب یہ مرحلے گا تو اہل زین اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ (البعائر حصہ ۴ باب ۱)

(دلائل الامامة ص ۵۵)

• ظریف بن ناصح سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس شب کو محمد بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا صندوق منگوا یا اس میں سے ایک تھیلی نکالی اور فرمایا اس میں دو سو دینار ہیں جن کو حضرت علی بن حسین علیہ السلام کوئی چیز فروخت کر کے اسی حادثے کے لیے چھوڑ گئے تھے جو آج کی شب مدینہ میں رونما ہونے والا ہے۔ آپ نے وہ رقم اس صندوق سے نکالی اور فوراً ہی مدینہ سے نکل کر طیبہ چلے گئے اور فرمایا اس حادثے سے اسی کا دامن بچے گا جو مدینہ سے تین شب کی مسافت پر رہے گا۔ اور محمد بن عبداللہ بن حسن کے قتل تک یہ دو سو دینار طیبہ میں آپ کے قیام کے اخراجات کے لیے کافی ہوئے۔

(الخراج والخراج۔ بعائر الدرجات ص ۱)

نوٹ: طیبہ بیرون مدینہ ایک محلہ کا نام ہے جہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زمینیں تھیں۔

۵ = امام کو پرندوں کی بولیوں کا علم ہوتا ہے

ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں امام علی بن الحسین علیہ السلام کے ساتھ آپ کے بیت میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ایک درخت تھا جس پر کچھ چڑیاں چھپا رہی تھیں۔ امام علیہ السلام میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا، اے ابو حمزہ! تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، یہ اپنے پروردگار کی تسبیح کر رہی ہیں اور اس سے اپنے لیے آج کی روزی مانگ رہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اے ابو حمزہ! ہمیں جانوروں کی بولیوں کا علم عطا ہوا ہے اور ہم ہر چیز کے عالم بن عبداللہ ہیں۔ (الاختصاص ص ۲۹۳، بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۱)۔ اس روایت کو صاحب مناقب نے حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے بروایت ابو حمزہ ثمالی کچھ فرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۲ ص ۶۷)

۶ = ائمہ کے ہاتھوں تقسیم رزق

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور دیوار پر کچھ چڑیاں چلی تھیں جو آپ کے سامنے شور مچا رہی تھیں۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ابو حمزہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ آپس میں کلام کر رہی ہیں۔ یہ ان کا وہ وقت ہے جس میں وہ خدا سے روزی کا سوال کرتی ہیں۔ اے ابو حمزہ! طلوع آفتاب سے پہلے نہ سو یا کرو میں تمہارے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خداوند عالم اپنے بندوں کے لیے رزق کی تقسیم فرماتا ہے جو ہمارے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ (بصائر الدرجات حصہ ۱ باب ۱۴)

۷ = چوپالیوں کے ساتھ حسن سلوک

ابو بصیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں جس کا کہنا ہے کہ ایک بار میں نے امام علی بن الحسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ معظمہ کا سفر کیا جب ہم مقام البواء سے چلے تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنی سواری پر تھے اور میں پیدل سفر کر رہا تھا۔ ہم نے ایک بکری کو دیکھا جو گلے سے جڑا ہو گئی تھی اور زور زور سے چلا رہی تھی اس کے پیچھے اس کا

بچہ تھا جو اپنی ماں کی دج سے شور مچا رہا تھا۔ جب وہ بچہ تھک کر کھڑا ہو جاتا تو بکری میں میں کہنے لگتی تھی اور بچہ اس کے پیچھے ہو جاتا تھا۔

امام نے فرمایا کہ اے عبدالعزیز! تم جانتے ہو کہ بکری نے کیا کہا؟ اس نے عرض کیا، کہ خدائی قسم میری بھرمیں تو کچھ نہیں آیا۔ امام نے فرمایا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ مجھے گلے سے ملا دیکھے کیونکہ میری بہن بھی اسی مقام پر گذشتہ سال گلے سے پچھڑ گئی تھی تو اسے بھیڑیے نے کھا لیا تھا۔ (الاختصاص ص ۲۹۳) بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۱، (دلائل الامامة ص ۸۵)

۸ = جانوروں سے ہمدردی کی ایک اور مثال

الاختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ امام علی بن الحسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھے کہ ایک لومڑی آپ کے قریب سے گزری اور آپ کے ساتھی صبح کے ناشتے میں مصروف تھے تو امام نے فرمایا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تم لوگ خدا سے عہد کرو کہ اس لومڑی کو پریشان نہ کرو گے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آجائے۔

سب نے وعدہ کیا کہ ہم کچھ نہ کہیں گے۔ امام نے اس لومڑی کو اپنے قریب بلایا تو وہ اگر چلنے لگی۔ آپ نے اس کے سامنے گوشت لگی بڑی ڈالی اور اس کی طرف سے رُخ پھیر لیا تاکہ وہ اسے کھائے اور امام نے پھر ان سب سے لومڑی کو پریشان نہ کرنے کا عہد لیا اور سب نے عہد کر لیا، تاہم ایک شخص لومڑی پر جھپٹ پڑا۔ امام نے فرمایا کہ تم میں وہ کون ہے جس نے یہ عہد کر لیا اور اپنے عہد کو توڑ کر اللہ کا گنہگار ہوا۔ وہ شخص خود ہی کہنے لگا کہ فرزند رسول! مجھ سے غلطی سرزد ہوئی تھی کہ میں نے اس کو پریشان کیا۔ اب سی اللہ سے اپنے اس گناہ کی معافی کا طالب ہوں۔ یہ سن کر امام خاموش ہو گئے۔

(الاختصاص ص ۲۹۳، بصائر الدرجات باب ۱۵ حصہ ۱)۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بھی کوالہ کتاب الوسیلہ حضرت امام جعفر صادق سے اسی طرح منقول ہے۔ (مناقب جلد ۲ ص ۸۳)

۹ = جانوروں پر شفقت

الخروج والجرائح میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ

میرے پیر بزرگوار اپنے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ اپنے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور دسترخوان بچھانے کا حکم دیا جب دسترخوان بچھا دیا گیا اور سب لوگ چاہتے تھے کہ کھانا شروع کریں تو جنگل کا ایک ہرن آگیا جو اپنی بولی میں کچھ کہنے لگا اور امام کے قریب پہنچ گیا۔

کسی نے کہا کہ فرزند رسول! یہ ہرن کیا کہہ رہا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ یہ اپنی جھوک کی شکایت کر رہا ہے کہ رہا ہے کہ میں تین دن سے جھوکا ہوں تم لوگ اس کو ہاتھ نہ لگانا، میں چاہتا ہوں کہ یہ ہم سب کے ساتھ کھانا کھائے۔

انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک ہم کچھ نہ کہیں گے۔

آپ نے اسے بلایا تو وہ آگیا اور سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص نے اس کا پیٹ پر ہاتھ رکھ دیا تو وہ ڈر کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے اس بات کی ضمانت نہیں دی تھی کہ تم اسے کچھ نہ کہو گے۔

اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میرا قطعاً کسی بُرائی کا ارادہ نہ تھا۔

امام علیہ السلام نے ہرن سے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، واپس آ جاؤ۔ وہ فوراً لوٹ آیا اور کھانا کھانے لگا۔ یہاں تک کہ وہ شکم میں ہو گیا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور چلا گیا جس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ فرزند رسول! اس نے کیا کہا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے حق میں دعا بخیر کرتا ہوں کیا ہے۔

جنگلی ہرن کی فریاد

۱۰

بند جناب جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام علی بن الحسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک جنگلی ہرنی خدمت امام میں حاضر ہوئی اور آپ کے پاس آ کر اپنی آواز میں کچھ بولنے لگی۔

کسی نے عرض کیا کہ فرزند رسول! یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ یہ کہتی ہے کہ قریش کا فلاں آدمی کل میرے بچے کو مار کر لے گیا ہے اور اس نے کل سے دودھ بھی نہیں پیسا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اس شخص کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کا بچہ میرے پاس لے آؤ اور اس کی جو قیمت چاہو مجھ سے لے لو۔

چنانچہ وہ بچہ لیکر آیا۔ جب ہرنی نے اپنے بچے کو دیکھا تو امام سے کچھ کہا اور ہاتھوں سے کچھ اشارہ بھی کیا اور اسے دودھ پلایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پیر بزرگوار نے اس بچے کو ہرنی کے

سپرد کیا اور اسی کی بولی میں کلام کیا۔ وہ دونوں چلے گئے تو اصحاب نے عرض کیا کہ فرزند رسول! یہ ہرنی کیا کہہ رہی تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمہارے حق میں خد سے دعا کر رہی تھی اور جرنے خیر کی طلب کر تھی۔ (الاختصاص ص ۲۹۹، بعائر الدجات باب ۱۵ ج ۲)

• مناقب ابن شہر آشوب میں بھی جناب جابر کی سند سے اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۳)

• الاختصاص میں بھی حران بن اعین سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفع حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام اپنے اصحاب کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور آپ کے سامنے خوشامدانہ انداز میں ہاتھوں سے کچھ اشارہ کیا تو امام نے اصحاب سے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے۔؟

انہوں نے عرض کیا ہم نہیں سمجھ سکے۔

آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ قریش کے فلاں آدمی نے آج ہی میرے بچے کو شکار کر لیا ہے اور اب یہ مجھ سے شکایت اور سفارش کرنے کے لیے آئی ہے تاکہ اپنے بچے کو جو جھوکا ہے دودھ پلا دے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کے پاس چلین۔ یہ سن کر سب حاضرین کھڑے ہو گئے اور آپ کے ہمراہ اس قریشی کے مکان پر جا پہنچے۔ جب اس نے امام کو دیکھا تو عرض کیا کہ فرزند رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کس لیے رحمت فرمائی؟

آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس ہرنی کے بچے کو میرے حوالے کر دے جسے تو نے آج ہی شکار کیا ہے۔

یہ سنتے ہی اس نے بچے کو امام کے سپرد کر دیا اور آپ نے ہرنی کے حوالے کیا۔ اس نے بچے کو دودھ پلایا۔ پھر امام نے فرمایا، اے شخص میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تو نے یہ بچہ مجھ سے کیسے لیا ہے وہ کہنے لگا کہ آپ کے حکم کی وجہ سے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا تو اس بچے کو ہرنی کے حوالے کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب ہرنی بچے کو لیکر چلی تو خوشامدانہ انداز میں دم ہلا کر شکر یہ ادا کیا۔ امام نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے۔

سب نے کہا کہ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

آپ نے فرمایا کہ یہ کہتی ہے کہ فلاں دن عالم تمہارے ہر غائب شدہ کو واپس لائے اور امام کے مدارج و حسنات میں اضافہ فرمائے کہ انہوں نے مجھ پر احسان فرمایا۔ (بعائر الدجات باب ۱۵ ج ۲)

(الاختصاص ص ۲۹۹) (درک الملک الامام ص ۲۹) (المصدر السابق ص ۱۹۳) (کشف الغم جلد ۲ ص ۲۹)

۱۱۔ اعادہ شباب

کتاب کمال الدین میں محمد بن اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس کی روایت امام نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام نے حبابہ والیبیہ کے حق میں دعا فرمائی تو خداوند عالم نے ان مومنہ کی جوانی کو لوٹا دیا جب آپ نے ان کی طوت اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو ان میں ایک جوان عورت کے فطری آثار اور تمام مخصوص باتیں ظہور میں آگئیں حالانکہ اس وقت ان مومنہ کی عمر ایک سو تیرہ سال کی تھی۔ (کمال الدین ص ۲۹)

۱۲۔ تضحیک ارشاد نبوی کی سزا

جناب جابر سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم لوگوں کے ساتھ کون سا طرز عمل اختیار کریں اگر ہم ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو وہ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور اگر ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے لیے ممکن نہیں۔ یہ سن کر ضمرہ بن سعید نے کہا کہ آپ کچھ ارشاد تو فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا کا دشمن جب اپنے تخت پر بیٹھتا ہے تو تخت کیا کہتا ہے۔ ضمرہ نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کہتا ہے، "میں اسے اٹھانے ہوئے ہوں۔ کیا تم نہیں سننے کہ میں تم سے اس دشمن خدا کی شکایت کر رہا ہوں جو مجھے دھوکا دیتا ہے اور میرا حوالہ دیتا ہے، پھر میری مات کو پیش نہیں کرتا، اور میں تم سے اپنے ان بھائیوں کی شکایت کرتا ہوں کہ جنہیں میں نے بھائی بنا لیا لیکن انہوں نے میری مدد چھوڑی اور میں تم سے اولاد کی شکایت کرتا ہوں جن کی میں نے حفاظت کی اور انہیں بچا یا لیکن وہ مجھے چھوڑ بیٹھے اور میں تم سے اس گھر کی شکایت کرتا ہوں جس پر میں نے اپنا مال خرچ کیا لیکن اس کے رہنے والے مجھ سے بیگانہ ہو گئے۔ اب تم میرے رفیق بنو اور مجھ سے کام نہ لو۔"

یہ سن کر ضمرہ نے کہا اے ابوالحسن! اگر وہ دشمن خدا ایسی بات کرتا ہے تو قریب ہے کہ وہ ان لوگوں کی گردنوں پر چڑھ بیٹھے جو اسے اُکھلتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پروردگارا! یہ ضمرہ تیرے رسول کی حدیث کا مذاق اڑا رہا ہے۔ لہذا اسے حسرت و اندوہ کی گرفت میں لے لے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ چالیس دن زندہ رہا اور مر گیا۔ اس کے دفن کے بعد اس کا آقا امام علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فلاں! کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے کہا، ضمرہ کے جنازے میں شرکت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جب اس کی تکفین وغیرہ ہو چکی تو میں نے اپنا منہ اس کی لاش پر رکھ دیا اور اس کی ایک آواز سنی جو اس طرح کی تھی جیسے میں اس کی زندگی میں سنتا تھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اے ضمرہ بن سعید! تو ہلاک ہوا اور آج تیرے ہر دوست نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا، اور تیرا ٹھکانہ جہنم ٹھہر گیا جو تیرا ابدی مقام بن گیا ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا سے عاقبت کا طالب ہوں یہ اس شخص کے جرم کا بدلہ ہے جو حدیث رسول کا مذاق اڑاتا تھا۔ (الکافی جلد ۲ ص ۲۲۴)

منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لیے اچانک موت کا آجانا اس کے لیے نرمی اور سہولت کا باعث ہے اور کافر کے لیے غم و اندوہ کا موجب ہے۔

مومن اپنے غسل دینے والے اور میت کے اٹھانے والوں کو پہچانتا ہے اگر خدا کے یہاں اس کا کوئی خاص نیک عمل ہے تو وہ اپنے اٹھانے والوں کو قسم دے کر کہتا ہے کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کریں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو وہ ان سے اس کام میں تاخیر کے لیے کہتا ہے۔

یہ سن کر ضمرہ بن سعید نے کہا کہ اگر میت چھلانگ لگا دے؟ یہ کہہ کر خود بھی ہنسنا اور دوسروں کو بھی ہنسایا۔

امام علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ ہاں ہاں! ضمرہ بن سعید ہنس رہا ہے اور حدیث رسول کا مذاق اڑا رہا ہے لہذا اسے حسرت و اندوہ کی گرفت میں لے لے۔

چنانچہ اس کا اچانک دم نکل گیا۔ اس کے بعد ضمرہ کا آقا خدمت امام علیہ السلام میں پہنچا اور کہنے لگا کہ خدا آپ کو ضمرہ کے بارے میں اور عطا فرمائے، وہ اچانک حرکت کیا۔ میں آپ سے خلیق قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کی آواز ویسے ہی سنی اور پہچانی جیسے اس کی زندگی میں سنتا تھا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ ضمرہ بن سعید کا بڑا ہوسارے کھولتے ہوئے پانی تھ سے خالی ہو کر آتش و دوزخ

میں تحلیل ہو گئے ہیں اور میں اسی میں پڑا ہوا ہوں۔
یہ سن کر امام علیؑ نے فرمایا، اللہ اکبر! حدیث رسول پر بیٹھنے اور
اس کی تضحیک کرنے کا یہ بدلہ مل رہا ہے۔
(الخراج والجرع ص ۱۲۸)

۱۳) ————— بھڑے کی امداد کرنا

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام علی بن
الحسین زین العابدین علیہ السلام اپنی ذاتی زمینوں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک
بھڑے یا سامنے آیا جس کے جسم پر بال نہ تھے اور ڈراؤنی شکل کا تھا جو آنے جانے والوں کے لیے
خوف و ہراس کا باعث بنا ہوا تھا، امام علیؑ سلام کے قریب جا پہنچا اور اُس نے اپنی آواز
میں آپ سے کچھ کہا۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا، تو واپس چلا جا، انشاء اللہ میں تیرا کام کر دوں گا۔
یہ سن کر وہ چلا گیا اور لوگوں نے پوچھا کہ حضور! یہ بھڑے نے آپ سے کیا عرض
کیا تھا، اور اس کا کیا کام لیا ہوا ہے؟

امام علیؑ سلام نے فرمایا، کہ وہ یہ کہتا تھا کہ میری مادہ پر زچگی دشوار سوری ہے
لہذا میری اور اس کی شکل حل فرمائیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے تاکہ جلد ہی مشکل آسانی ہو جائے
اور میں آپ سے دمہ کرتا ہوں کہ میں اس دیریں سل کا کوئی بھڑے یا آپ کے کسی محب کو نقصان نہ پہنچائے گا
چنانچہ میں نے بارگاہ الہی میں دعا کی ہے۔ (الخراج والجرع ص ۱۲۸)

۱۴) ————— امام علیؑ سلام کا ایک خواب

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا جسے میں نے پی لیا جب
صبح ہوئی تو مجھے متلی محسوس ہوئی اور دودھ کٹے ہوئی، پھر کبھی ایسا نہیں ہوا (العمر نفسہ)

۱۵) ————— قتل امام کا مشورہ

مروی ہے کہ حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن
مروان کو لکھا کہ اگر تو اپنی حکومت کو باقی اور قائم رکھنا چاہتا ہے تو ایام زین العابدین علی بن الحسین
کو قتل کر دے۔

عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ مجھے بنی ہاشم کے خون بہانے سے دور رکھو اور تم
بھی اس کام سے گریز کرو۔ میں نے ابوسفیان کی اولاد کو دیکھ لیا ہے کہ جب وہ اس شوق میں آگے بڑھے
گئے تو خداوند عالم نے بہت جلد ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

عبدالملک نے اس خط کو جناب امام زین العابدین سے خفیہ طور پر روانہ کیا۔ چنانچہ
امام علیؑ سلام نے بھی اسی وقت عبدالملک کو ایک خط تحریر فرمایا جس وقت اُس نے حجاج کو لکھا
امام علیؑ سلام کے خط کا یہ مضمون تھا کہ:

» مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ تو نے حجاج کے خط کے جواب میں بنی ہاشم کے خون نہ بہانے
کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ خدا تجھے اس نیکی کا بدلہ دے اور تیری سلطنت کو مضبوط کرے اور
عمریں اضافہ فرمائے «

امام علیؑ سلام نے وہ خط اپنے غلام کے ہاتھ روانہ فرمایا اور وہ ساعت اور وقت
بھی درج فرمایا جس میں عبدالملک نے اپنا خط حجاج کے پاس بھیجا تھا۔ جب غلام واپس پہنچا اور
اُسے وہ خط دیا تو عبدالملک نے خط کی تاریخ کو دیکھا اور اُسے اپنے خط کی تاریخ کے مطابق پایا جس پر
اُسے امام علیؑ سلام کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اُن سے خوش ہوا اور دیناروں سے بھری ہوئی
ایک وزنی تمبی آپ کی خدمت میں روانہ کی اور درخواست کی کہ آپ اپنی اور اپنے اہل خانہ اور دوستوں
کی ضروریات سے مطلع فرماتے رہیں۔

امام علیؑ سلام کے خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے خواب میں اپنے جدِ امجد جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرت نے ہی مجھے سب بتا دیا ہے جو مجھ میں نے
تجھے خط میں تحریر کیا ہے اور اس بات کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ (الخراج والجرع ص ۱۲۴)

۱۶) ————— جنات اور اطاعت حکیم امام

ابوالقصاب کنانی سے مروی ہے کہ
میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو خالد کاہلی ایک عرصے تک
امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت گذاری میں رہے۔

ایک بار انھیں اُن کی ماں کی یاد نے چہین کیا تو انھوں نے امام علیؑ سلام
سے رخصت کی اجازت چاہی۔ امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ کل ملک شام کا ایک بڑا دولت مند
یہاں آئے گا جس کی لڑکی آسیب زدہ ہے اُس کو معالج کی ضرورت ہے جب وہ یہاں وارد ہو
تو تم اس کو اطمینان دلانا اور کہنا کہ تیری بیٹی کا علاج دس ہزار درہم پر ہو سکتا ہے۔ وہ اس شرط

پر رضامند ہو جائے گا۔

جب دوسرا دن ہوا تو وہ شامی اپنی بیٹی کو لے کر مدینہ پہنچ گیا۔ ابو خالد نے بموجب حکم امام علیؑ سے اس سے علاج کے بارے میں مطمئن کر کے بتایا کہ تیری بیٹی کا مسئلہ علاج دس ہزار درہم پر ہو سکتا ہے اور میں تجھے اطمینان دلاتا ہوں کہ پھر کبھی اس کو یہ مرض لاحق نہ ہوگا۔

یہ سن کر وہ شامی اس بات پر راضی ہو گیا لیکن درہم علاج کے بعد دینے کو کہا۔ ابو خالد نے ساری بات سے امام علیؑ کو مطلع کیا۔

امام علیؑ نے فرمایا کہ وہ تجھے دھوکا دے گا اور وعدہ وفائی نہ کرے گا اگر تو متفرقہ رقم قبل از علاج لے سکے تو کہہ بہتر ہے۔

ابو خالد نے عرض کیا کہ میں نے اس سے ٹیختہ عہد لے لیا ہے۔ امام علیؑ نے فرمایا کہ اچھا اب تم جانو۔ اور جاؤ اس لڑکی کا باپاں کان پکڑ کر کہنا کہ اے خبیث! امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس لڑکی کو پریشان نہ کر اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو اس سے فورا جدا ہو کر کہیں اور کا رخ کر اور پھر کبھی اس کے پاس آنے کا ارادہ بھی نہ کرنا۔

چنانچہ ابو خالد ہدایات امام علیؑ کے مطابق گئے اور لڑکی کا کان پکڑ کر وہی الفاظ دہرائے۔ لڑکی صحت مند ہو گئی۔ ابو خالد نے اس شامی سے رقم طلب کی تو اس نے لیت و لعل کر کے رقم نہ دی۔ ابو خالد خدمت امام علیؑ سے حاضر ہوئے اور رقم نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا اور امام علیؑ سے شکایت بھی کی۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابو خالد! میں نہ کہتا تھا کہ وہ شخص تمہیں دھوکا دے گا۔ لہذا تم اب مزید ناسفت نہ کرو۔ وہ جن اس لڑکی کی طرف پھرتے گا۔ جب اس کا باپ تمہارے پاس آئے تو اس سے کہنا کہ تو نے وعدہ خلافی کی ہے اس لیے میں نے اس جن کو دوبارہ تیری لڑکی کی طرف بلایا دیا۔ اب اگر تو علاج کرانا چاہتا ہے تو دس ہزار درہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس لا کر رکھو تو میں تیرا علاج بھی مکمل کر دوں گا اور وہ جن پھر کبھی لوٹ کر نہ آئے گا۔

شامی سے ابو خالد نے اس کے دوبارہ اصرار پر یہی وعدہ لیا کہ وہ کل رقم قبل از علاج امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس جمع کر دے تب ہی مکمل علاج بھی ہو سکتا ہے۔

شامی نے حسب وعدہ وہ رقم امام علیؑ کے پاس جمع کرادی۔ اور ابو خالد نے لڑکی کا باپاں کان پکڑ کر کہا کہ اے خبیث! حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تو اس

لڑکی کے پاس سے چلا جا اور سوائے نیک ارادے کے پھر کبھی اس کے پاس آنے کا ارادہ بھی نہ کرنا۔ ورنہ تجھے خدا کی اس بھڑکتی ہوئی آگ میں جلا دوں گا جو دونوں تک چڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ وہ جن جلا گیا لڑکی تندرست ہو گئی اور وہ جن پھر نہ لوٹا۔

امام علیؑ نے وہ رقم ابو خالد کو دیکر رخصت کیا کہ جا اب اپنی ماں کے پاس وطن واپس ہو جا۔ (الخراج والبرج ۱۹۵؛ رجال شعی)

۱۷۔۔۔ حجر اسود اور معرفت امام

مروی ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر سے جنگ ویدال میں کعبہ کو منہدم کر دیا تو لوگوں نے اس کی تعمیر دوبارہ کی اور حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنا چاہا اور علماء یا قاضی وغیرہ کو بلا کر نصب کرایا تو وہ برابر حرکت میں رہا اور اپنی جگہ پر قائم نہ ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے اپنا دست مبارک حجر اسود پر رکھا، پھر کوہ اسم اللہ کہہ کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا گیا وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا، لوگوں نے نفیہ تکبر بلند کیا اور فرزدق شاعر نے امام علیؑ کے مدح میں قصیدہ کہہ دیا جس کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے۔

یکادیسکہ عرفان راحتہ رکن الحطیید اذا جاہلستلم
ترجمہ :-)۔) قریب ہے کہ کعبہ کی دیوار کا رکن یعنی حجر اسود اس کے ہاتھ کو پہچان کر ختم لے چکے وہ اے چوٹے کے لیے آئے۔ (الخراج والبرج ۱۹۵)

۱۸۔۔۔ ائمہ اور ان کے شیعہ ملت پریمی پر ہیں

ابو الفضل شیبانی نے امالی شیخ صدوق میں اور ابواسحق العدل طبری نے مناقب میں روایت کی ہے کہ حبابہ والبیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ میرا چہرہ برص سے داغدار تھا۔ تو امام علیؑ کا دست شفا میرے چہرے پر لگا اور نشانات یکسر جاتے رہے۔ وہ مزید کہتی ہیں کہ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے حبابہ! ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ ملت ابراہیمی پر کوئی قائم نہیں اور جتنے لوگ ہیں سب ہی اس سے لعلق ہیں۔

(مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۲۶)

۱۹۔ خدمتِ امام میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں

ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر تک بیت الشرف میں انتظار کے بعد امام علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کچھ اٹھا رہے ہیں اور پردے کے پیچھے ہاتھ بڑھا کر کسی کو دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، میں آپ کے قربان جاؤں، یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے آپ کو اٹھانے ہوئے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، اے ابو حمزہ! وہ فرشتوں کے بال و پروں کا روال ہے میں نے عرض کیا، کیا فرشتے آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، ان کا تو ہمارے گاؤں تکبے کے پاس اجتماع رہتا ہے (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۶۵) (دکنی جلد ۱ ص ۲۹۳)

۲۰۔ کنکریوں کا یا قوت بن جانا

ام سلیم سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں ایک بار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ام سلیم! مجھے کچھ کنکریاں لاکر دو۔ میں نے حکیم امام علیہ السلام کی تعمیل کی۔ آپ ان کنکریوں کو غسل کرنے کے بنا دیا، پھر اس لئے کو گوند کر سرخ یا قوت بنا دیے۔

پھر آپ اپنے بیت الشرف کے صحن میں تشریف لے گئے اور مجھے بلایا، جب میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا دست راست اٹھایا ہے تاکہ تمام درو دیوار شہر کی طرف اور عمارتیں وغیرہ لرز کر نرگشاقت ہو گئیں اور مجھے امام علیہ السلام کا دست مبارک نظر نہ آتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے ایک بوہ عنایت فرمایا، جس میں بہت سے دینار اور سونے کے بندے تھے۔ میں نے بغور دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو میری ہی بوہ، ڈیرا در دینار دیندے ہیں جو میرے مکان میں رکھے تھے (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۶۵)

۲۱۔ امام محمد باقر کا کنوئیں میں گرنا

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مصروف تھے

اور آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کسبھی میں گر کر کے کنوئیں میں گر گئے۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ دیکھا تو گریہ وزاری میں مصروف ہو گئیں اور فریاد شروع کر دی کہ اے فرزند رسول! آپ کے فرزند کنوئیں میں گر گئے۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام نمازی میں مصروف رہے حالانکہ آہ و بکا کی آواز آپ تک پہنچ رہی ہوگی اور بیٹے کا معاملہ ہونے کے باوجود امام علیہ السلام مہلت سے نہیں اٹھے۔ کافی دیر گزرنے پر جب ان معظّم نے امام علیہ السلام کو آتے ہوئے نہ دیکھا تو خود آپ کے پاس پہنچ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے اہل بیت رسول! آپ کے دل اولاد کی طرف سے کس قدر سخت ہو گئے ہیں کہ فرزند کنوئیں میں گر گیا اور آپ اس کی خبر نہیں لیتے اور نمازی میں مشغول ہیں۔

امام علیہ السلام اسی طرح نماز میں مصروف رہے۔ جب آپ نماز تمام کر چکے تو مہلت سے اٹھے اور کنوئیں پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ کنوئیں میں ڈال دیا جب کہ کنواں کافی گہرا تھا اس کے باوجود آپ نے اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا (جو مسکراتے ہوئے کنوئیں سے برآمد ہوئے درآئی ایک آپ کے کپڑے تک نہ بیچے) اور اپنی زوجہ مکرمہ سے محالہ ہو کر فرمایا اے مکرمہ! یہ کنوئیں والی! یہ لوہانے فرزند کو۔ (کیا تمہیں اللہ پر اتنا ہی یقین نہیں کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، جبکہ تمہارا یہ بیٹا امام بھی ہونے والا ہے) یہ سن کر آپ کا زوجہ مکرمہ کبیرہ خاطر ہو کر رونے لگیں۔

امام علیہ السلام نے ان کو سمجھانا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھ لیتیں کہ میں اس جبار و بے نیاز قادی مطلق کی بارگاہ میں حاضر تھا بھلا فرزند کی وجہ سے کس طرح اس مالک حقیقی سے اپنا منہ پھیر کر فرزند کی طرف متوجہ ہو جاتا، تو وہ بھی مجھ سے بے زنجی اختیار کر لیتا، اس کے بعد کیا تمہیں کوئی ڈاؤ اس سے زیادہ رحیم و کریم مل سکتا ہے۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۶۵)

• زاد المعاد میں بھی یہی روایت ہے۔

۲۲۔ امام ہی تبرکاتِ انبیاء کا وارث ہوتا ہے

روضۃ الواعظین میں سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ابو خالد کاہلی کہتے ہیں کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ مولا! کیا آپ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوحات وغیرہ موجود ہیں؟ لیکن قبل از عرض آپ نے فرمایا:

اے ابو خالد! تم جانتے ہو کہ میں تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوحات دکھاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! میں تو اسی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے تو میرے دل

کی بات کہہ دی۔

اس کے بعد امام علیؑ نے جامہ دان منگایا اور آنحضرتؐ کی انگوٹھی دکھائی پھر زرہ نکال کر دکھائی اور تلوار میرے سامنے رکھ دی اور فرمایا بخدا یہ ذوالقدر ہے پھر آنحضرتؐ کا عامہ نکالا اور فرمایا یہ صحابہ کے اسکے بعد آنحضرتؐ کا علم دکھایا اور فرمایا یہ عقاب ہے۔ پھر عصا نکال کر فرمایا یہ سبک ہے اور نعلین مبارک دکھائیں، ردائیں نکال کر فرمایا اس ردا کو پہن کر آپ جمعہ کے دن خطبہ فرماتے تھے الغرض امام علیؑ مجھے دوسرے تبرکات بھی دکھانے لگے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان ہوجاؤں، یہی بہت کافی ہے۔

۴۳ — آپ ہی مقصود مولائے کائنات ہیں

ابوعلیٰ طبرسی نے الام اللدی میں عبداللہ بن سلیمان حضرمی سے روایت کیا ہے کہ غانم ابن ام غانم اپنی ماں کے ساتھ مدینہ میں آئے اور انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں علی نام کا کونسا شخص ہے؟

کسی نے علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا، اور عرض کرنے لگا کہ میرے پاس جناب امیر المومنین امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی مہر شدہ کچھ کنکریاں ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اب ان پر علی نام کا جو شخص ہے وہی اپنی مہر لگائے گا۔

یہ سن کر علی بن عبداللہ بن عباس بولے کہ اے دشمن خدا! تو نے حضرت علی ابن ابی طالب، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام پر جھوٹ بولا اور نبی ہاشم نے مجھے مارنا شروع کیا تاکہ میں اپنی اس بات سے پھر جاؤں۔ انھوں نے مجھ سے وہ کنکریاں چھین لیں، تو میں نے رات کو خواب میں امام حسین علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اے غانم! یہ کنکریاں لے کر میرے فرزند علی کے پاس جاؤ وہی تمہارے مولا و آقا اور اصل مقصود ہیں کہ جن سے تیرا مقصد حل ہوگا۔

چنانچہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو وہ سب کی سب کنکریاں میری منگنی میں تھیں مجھے یہ دیکھ کہ بے حد خوشی ہوئی اور جو تکلیف پہنچی تھی وہ بھول گیا۔ پھر میں حضرت امام علی بن حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ جو مجھ گذرا تھا من و من بیان کر کے وہ مہر شدہ کنکریاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔

امام علیؑ نے ان کنکریوں پر اپنی مہر ثبت فرما کر مجھے تنبیہ کی کہ اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

اسی واقعہ کے بارے میں غانم نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے: ترجمہ اشعار: "میں علی کے پاس آیا اور ان کے پاس مجھے حق حاصل کرنے کی خواہش تھی حقیقت یہی ہے کہ ان کے پاس وعظ و نصیحت ہے جس سے میں کنارہ کش نہیں ہو سکتا۔ تو مجھے ایک شخص نے ہاندھ دیا اور کہا کہ تو میرے کام لے، گویا میں محمود الحواس تھا کہ جس کی عقل خمبط ہوگئی ہو۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو، میں تو جس بات کا قائل ہوں اس میں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ پھر اس نے بمشکل میرا بیچا چھوڑا تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا، اور اے بہترین مخلوق! اب میں آپ کے پاس آپ ہی کو اپنا مقصود سمجھتے ہوئے آیا ہوں، جن کے بارے میں تمام لوگوں سے پوچھتا پھر تامل تھا، اور میں تو یہی کہوں تاکہ بہترین قول وہی ہے جو حق و سچ ہو اور جب لا حق و باطل (دینی نقطہ نظر سے) کب برابر ہو سکتے ہیں۔ حق کا عالم حق کے جاہل کے برابر نہیں ہو سکتا۔

آپ وہ امام برحق ہیں کہ جن کی فضیلت مشہور و معروف ہے، اگر عقل انسانی اس فضیلت کے ادراک سے قاصر ہے۔ آپ اوصیاء کے وہی ہیں، آپ کے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ ہی وہ ہستی ہیں جنہیں وسیلہ نجات بنایا جا سکتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۶۱)

۴۴ — تسبیح اعظم کے اوصاف

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حج کے بعد اس وقت تک لوگ مکہ سے باہر نہ جلتے تھے جب تک امام زین العابدین ۲ وہاں سے روانہ نہ ہو جلتے تھے۔

ایک مرتبہ امام علیؑ مکہ سے روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اور جب سجدہ میں تسبیح الہی کا ورد فرمایا تو کوئی درخت لودھی کا ڈھیلا یا پتھر کا ٹکڑا تک ایسا نہ تھا جو آپ کے ساتھ اس تسبیح میں شریک نہ ہو چنانچہ دیکھ کر میں خوفزدہ سا ہو گیا۔

کچھ دیر کے بعد جب امام علیؑ نے سجدے سے سر اٹھایا تو مجھ سے دریافت فرمایا

کہ سعید، کیا تم ڈر گئے؟ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول، واقعی مجھ پر خوف طاری ہو گیا تھا۔

امام علیؑ نے فرمایا کہ یہ تسبیح اعظم ہے۔

• سید سعید مستب ہی راوی ہیں کہ جب امام زین العابدین علیؑ سلام حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو قاریان مدینہ آپ کے پراہ ہوتے تھے اور اس وقت تک حج نہ کرتے تھے جب تک امام علیؑ سلام حج نہ بجالاتے تھے اور آپ ان کے لیے بیٹھے اور ہمیں سٹوپا اپنے ساتھ لے جاتے تھے جو خود اس تعالٰیٰ فرماتے تھے بلکہ سب دوسروں کو کھلا دیتے تھے۔

سعید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک دن سواری کی زین پر بیٹھنے کے لیے امام بڑے تو آپ نے سجدہ کیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں سعید کی جان ہے میں نے یہ دیکھا کہ کوچہ امام علیؑ سلام پڑھتے تھے، وہی درخت، مٹی کے ڈھیلے سواری اور زین سے الفاظ دُہرانے کی آواز آرہی تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹)

صحیفہ سجادیه کا اعجاز

بھے کے ایک فصیح مقرر کے سامنے صحیفہ کاظم (صحیفہ سجادیه) کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ کیا بڑی بات ہے۔ لاؤ مجھ سے سیکھ لو میں تمہیں ایسا ہی کلام لکھائے دیتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے ہاتھ میں قلم لیا اور خاموشی سے سر کو جھکائے رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سر ہی دھاٹھا سا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹)

امام اور خضر کی ملاقات

ابولخیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو حمزہ ثمالی اور منذر ثوری نے امام علی بن الحسین علیؑ سلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں مدینہ سے باہر نکلا تو ایک دیوار کا سہارا لیب کر کھڑا ہو گیا، اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص دو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہے اور میری طرف بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔

وہ لولا نے علی ابن الحسین علیؑ سلام کیا بات ہے کہ میں آپ کو افسردہ اور رنجیدہ دیکھ رہا ہوں، کیا آپ کو دنیا کی کوئی نیک لاشق ہے، اگر ایسا ہے تو خداوند عالم ہر نیک بند کو رزق دیتا ہے۔؟

امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ میرے رنج و افسوس کی وجہ یہ نہیں ہے اور یہ بات

باہکل درست ہے کہ خدا ہر ایک کا راز قلب ہے۔ اُس شخص نے کہا، کیا آپ کو آخرت کے بارے میں فکر دامنیگر ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ بھی پریشانی کی بات نہیں، اس لیے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، وہی اُس دن فیصلہ کرنے والا ہے جو سب پر غالب ہے۔ پھر کس بات کا غم ہے۔

میں نے کہا، کہ مجھے ابن زبیر کے قتل کا خوف ہے۔ یہ سن کر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا کہ اے علی ابن الحسین علیؑ سلام، کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اُس نے خدا کی ذات پر مجھوسہ کیا ہو اور خدا نے اُس کی مدد نہ کی ہو۔؟

میں نے کہا، کہ ضرور مدد کی ہے۔ اُس شخص نے کہا، کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اُس نے خوب خدا کو دل میں جگہ دی ہو اور پھر خدا نے اُسے نجات نہ دی ہو۔؟

میں نے کہا، ضرور نجات دی ہے۔ اُس شخص نے کہا، کیا کوئی ایسا ہے جس نے خدا سے کسی چیز کا سوال کیا ہو اور خدا

نے اسے ناپسند کیا ہو؟

میں نے کہا، نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ امام علیؑ سلام فرماتے ہیں کہ میں دیکھا کہ وہ شخص نظروں ہی میں غائب ہو گیا اور وہ حضرت خضر علیؑ سلام تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹) • راوندی نے بھی الخراج والجرائح ص ۱۹۶ پر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (مذکورہ روایت عقیدے سے متصادم ہے۔)

امام کا پیادہ حج

ابراہیم بن ادہم اور فتح المصلیٰ دونوں نے بیان کیا ہے، جن میں ہر ایک نے یہ کہل ہے کہ میں ایک جنگل میں قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا، کسی ضرورت کے تحت مجھے قافلے سے الگ ہونا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کس لڑکا اس بن ووق صحرا میں جن تنہا رواں دواں ہے جو دنیا و ما فیہلک ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہے۔ لہذا میں اُس لڑکے کے قریب

نے جس شخص کو اپنی زبان، اور زبیر کے دربار میں خوف و ہراس نہ بھایا ہو اور وہ خود امام وقت بھی ہوجے معصوم ہوتا ہے جس کا ہر کام اللہ کی خوشنودی اور اللہ پر مجھوسہ کے تحت ہوتا ہے وہ ابن زبیر کے قتل سے کبھی خائف نہ ہو سکتا ہے؟

پہنچا اور اسے سلام کیا اُس نے جواب سلام دیا۔

میں دریافت کیا کہ صاحبزادے! کہاں کا ارادہ ہے؟

اُس نے کہا کہ اپنے رتبے کے گھر جا رہا ہوں۔

میں نے (رت کا نام سنا تو دل میں احترام پیدا ہوا) عرض کیا کہ آپ تو ابھی بچے ہیں۔ ابھی آپ پر کوئی چیز فرض ہے نہ سنت۔

انہوں نے فرمایا اے شیخ! کیا تم نے مجھ سے بھی کس بچوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ اچھا تو یہ فرمائیے آپ کا زور ارادہ

اور سواری کہاں ہے؟

انہوں نے جواب دیا، میرا زور ارادہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے، اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں، اور میرا قصد و ارادہ اپنے مولاد آقا کی طاعت ہے۔

میں نے بہت زیادہ متاثر ہو کر عرض کیا، آپ کے پاس کھانے پینے کی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔؟

انہوں نے جواب دیا، اے شیخ یہ بھی کوئی اچھی بات ہے کہ کوئی آپ کی دعوت کرے اپنے گھر لائے اور آپ اپنے ہمراہ کھانا بھی لے جائیں۔

میں نے عرض کیا، جی نہیں، یہ بات تو واقعی اچھی نہ ہوگی۔ (یہ جواب سن کر تو میں بہت ہی تعجب خیز انداز سے اور نقصانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔)

انہوں نے فرمایا کہ جس نے مجھے طلب فرمایا ہے وہی مجھے کھانے کو دے گا۔ میں نے عرض کیا، اچھا، اب قدم ذرا تیزی سے بڑھائیے تاکہ حج کی سعادت نصیب ہو سکے۔

انہوں نے جواب دیا، میرا کام کوشش کرنے ہے اور منزل پر پہنچانا صاحب خانہ و صاحب منزل اور میزبان کا کام ہے۔ کیا تم نے مالک و خان کا یہ ارشاد نہیں سنا یا پڑھا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ
الْمُحْسِنِينَ ۝ (سورۃ عنکبوت آیت ۶۹)

(ترجمہ آیت) اور وہ لوگ جنہوں نے ہمارے بارے میں کوشش کی ہے ہم انہیں ضرور اپنا راستہ دکھادیں گے اور خدا انہیں کی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نہایت خوبصورت جوان سفید لباس میں لبوس آیا اور ان صاحبزادے کو گلے سے لگایا اور سلام کیا۔

میں اُس نوجوان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ کو اُس ذات کا واسطہ دیکھ کر سوال کرتا ہوں جس نے آپکو بہتر خلعت و جد و عطا فرمایا ہے کہ یہ صاحبزادے کون ہیں؟

اُس جوان نے کہا، کیا تم انہیں نہیں پہچانتے؟ یہ تو علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اس تعارف کے بعد میں اُن حضرت کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یا حضرت! آپ کو آپ کے آباؤں طاہرین کا واسطہ، یہ فرمائیے کہ یہ جوان کون ہیں؟

آپ نے فرمایا، کیا تم انہیں نہیں پہچانتے؟ یہ میرے بھائی خضر ہیں یہ چائے پاس روانہ اگر سلام کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کو آپ کے آباؤ اجداد طاہرین کا واسطہ دیکھ کر سوال کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ اس بیابان جنگل میں زور ارادہ کیا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ زور ارادہ میں چار چیزیں ہیں۔

” (۱) یہ کہ میں تمام دنیا کو خدائے تعالیٰ کی مملکت سمجھتا ہوں (۲) ساری مخلوق کو خدا کے غلام و کینیز اور اس کے عیال۔ (۳) تمام اسباب اور رزق خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ (۴) اسی کے حکم کو تمام روئے زمین پر نافذ جانتا ہوں۔“

میں نے عرض کیا کہ آپ کا زور ارادہ کتنا بہتر میں ہے کہ اس زور ارادہ سے تو آپ میدانِ آخرت بھی ہا سانی طے فرمائیں گے جہاں اُس کے سامنے اس بیابان کی حقیقت ہی کیا ہے (یہ تو آپ یونہی طے فرمائیں گے)

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۸)

۲۸ — امام محمد باقر کے نشرِ علوم کی پیش گوئی

قاسم بن عوف کا بیان ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسا ہے کہ سواری کو کجاوہ سے ہانڈہ دیا جائے، بلکہ علم کی طرف توجہ کرو۔ ہمارا تو مقصد ہی علم ہے۔ میری وفات کے بعد سات سال گزریں گے کہ خداوند عالم حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ایک لڑکے کو بھیجے گا کہ جس کے سینہ میں علوم و حکمت بھری ہوگی اور دنیا والے اس سے کشت زار کی طرح مستفیض ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام رحلت فرمائے تو ہم نے سات مہینے اور دنوں کو شمار کیا تو ایک دن کم ہوا نہ زیادہ، کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے علوم و حکمت کے دریا بہا دیے۔

(معرفة اخبار الرجال ص ۸۳)

۲۹ امام بندگی و عبادت کا نمونہ ہوتا ہے۔

حداد بن حبیب کو فی سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ مقام زبالہ کے نزدیک قافلے سے علیحدہ ہو گیا۔ جب رات کا اندھیرا زیادہ ہو گیا تو میں نے ایک اونچے درخت کی پناہ لی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک جوان کو دیکھا جس کے سفید اور بوسیدہ لباس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے حتی الامکان خود کو چھپانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس جوان نے ایک طرف کھڑے ہو کر اپنے آپ کو بارگاہِ معبود میں نماز کے لیے پیش کر دیا اور پھر زبانِ معجز بیان سے یہ الفاظ جاری ہوئے:

”اے وہ ذات جس کی ہر شے پر حکومت ہے اور ہر چیز اس کے سامنے مغلوب ہے، میرے دل میں اپنی تلاش جستجو اور سعی کی خوشی ڈال دے اور مجھے اپنے مطیع اور طاعت گزار بندوں کے زمرہ میں شامل فرمائے۔“

یہ کہہ کر وہ نماز میں مشغول ہو گئے، میں نے دیکھا کہ ان کے جسم کے اعضاء و جوارح کا پ ر سے تھے اور وہ بے حس و حرکت سے ہو گئے۔ میں ان کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا کہ یہ ہیں عبادت کے صحیح نمونے جو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ جب انہوں نے اس آیہ مبارکہ کی تلاوت شروع کی جس میں وعدہ و وعید کا ذکر ہے تو اس آیت کی بار بار تلاوت کرتے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو مثل ابرو بہا جا رہی تھے۔

جب اندھیرا قدرے کم ہونے لگا تو وہ جوان کھڑے ہو کر بارگاہِ الہی میں مناجات کرنے لگے، ”اے وہ ذات جس کی طرف گمراہ رجوع کرتے ہیں تو اسے رہنا پاتے ہیں اور خوفزدہ اس کا رخ کرتے ہیں تو اسے پناہ گاہ پاتے ہیں اور جب عبادت گزار اس کی پناہ لیتے ہیں تو اسی کو معبود سمجھتے ہیں۔ اس شخص کو خوشی، راحت اور سکون کہاں نصیب ہو سکتا ہے جو تیرے سوا کسی کی طرف جو تیرا غیر ہو رجوع کرے۔ تاریکی شب آہستہ آہستہ رخصت ہو رہی ہے اور تیری خدمت جو میرا مقصود نظر تھی بجا نہ لاسکا اور جو مناجات تجھ سے کرنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کر سکا۔“

”محمد وآل محمد زعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنی رحمت نازل فرما اور لے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! میرے ساتھ وہ عمل کرو تیرے نزدیک بہتر ہو۔“

یہ مناجات سن کر اس خون سے کہ کہیں وہ میرے ہاتھوں سے نہ نکل جائیں میں نے جلدی سے بڑھ کر ان کا دامن تمام لیا اور عرض کیا کہ خدا کے لیے آپ یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں جو اتنی بلند شخصیت کے حامل ہیں، نیز یہ بھی کہ میں راہِ راست سے بحث کا ہوا ہوں میری روبرو فرمائیے

مجھے آپ کی مدد چاہی راحت و فرحت اور دل کو نہایت مسرت ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا پر توکل اور بچتہ اعتماد ہونا چاہیے مگر اہی از خود دور ہوتی ہے۔ تم میری پیروی و اتباع کرو۔ یہ کہہ کر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا گویا زمین بڑی تیزی سے میرے پاؤں کے نیچے سے گزرتی رہی ہے۔ جیسے ہی سپیدی صبح نمودار ہوئی انہوں نے فرمایا، مبارک ہو تمہیں کہ مکہ آگیا۔

جب میں نے گرد و نواح کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ حاجوں کی جماعتیں حج کی تیاری میں مصروف ہیں، شور و غل کی آوازیں ہر چہار جانب سے آرہی ہیں، میں مطمئن ہو گیا اور ایک بار پھر ان سے اصرار کیا کہ اس خدا کے واسطے جس سے آپ قیامت کے دن امتیاز رکھتے ہیں اور اسی سے امید لگاتے ہیں، یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ میں علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

(المصدر نفسہ ص ۲۸۲)

۳۰ دیگر

مذکورہ بالا روایت کو چند الفاظ کے فرق سے کتاب الخراج و الجرائح میں بھی بیان کیا ہے۔ جس میں حداد بن حبیب کوئی کہتے ہیں کہ ایک سال ہم حج کے لیے روانہ ہوئے، جب مقام زبالہ سے چلے تو سیاہ آنڈی آگئی اور قافلے کے لوگ ایک دوسرے سے بھڑک گئے، میں بھی جنگل میں بھونکتا پھر اوروں کی وادی میں جا پہنچا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تو میں نے ایک درخت کی پناہ لی، جب اندھیرا بڑھا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا جو بوسیدہ لباس میں لبوس تھے۔ میں نے دل ہی کہا کہ یہ تو ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب انہیں میری آہٹ محسوس ہوئی اور انہوں نے میری طرف سرسری نظر سے دیکھا تو مجھ پر ان کا خون طاری ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان سے چھپانے کی ناکام سعی کوشش کی لیکن انہوں نے میری طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور ایک طرف کھڑے ہو کر نماز کا ارادہ کیا (جہاں کچھ پانی بھی بہ رہا تھا)۔ ”باقی روایت اسی طرح سے ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی ہے“

(الخارج و الجرائح ص ۱۹۵)

۳۱ چور کو عبرتناک سزا

جناب ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام علی بن الحسین علیہ السلام حج کے ارادے سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے اور کربلا کے درمیان ایک وادی میں پہنچے تھے کہ ایک ڈاکو نے آپ کا راستہ روک لیا

اور امام علیؑ سے کہنے لگا کہ سواری سے نیچے اتر آئیے۔

آپ نے دریافت فرمایا، کیوں؟
اُس نے کہا، آپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور پھر آپ کا سب مال میں لے لوں گا
آپ نے جواب دیا، میں تمہیں اپنے مال میں شریک کیے لیتا ہوں تاکہ یہ مال تمہارے
لیے جائز ہو جائے۔

اُس نے کہا، جی نہیں مجھے آپ کا سارے کا سارا مال چاہیے ہے تاکہ میں اس
سے مطمئن ہو کر تصرف میں لے آؤں۔
آپ نے اس بات سے انکار کیا اور دریافت فرمایا، تیرا پروردگار کہاں ہے؟
اُس نے کہا، وہ سور ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ فوراً دو خیر نمودار ہوئے۔ ایک نے اُس چور (ڈاکو) کا سر
دلوچ لیا، اور دوسرے نے اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ تو امام علیؑ نے فرمایا، تیرا تو خیال
تھا کہ تیرا پروردگار سور ہے (امامی ابن سنیح طوسی ص ۶۰۵ مطبوعہ ایران)

تنبیہ الخواطر میں مذکورہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح
بیان کیا گیا ہے۔ (تنبیہ الخواطر ص ۳۲۶ مطبوعہ نجف اشرف)

۳۲) وسعت علم امام علیؑ

محمد بن علی صاحب کتاب الانبیاء واللایاہ
میں آدمؑ الی کہہ دئی نے حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ ایک
شخص خدمت امام علیؑ میں حاضر ہوا در آنحالیکہ آپ کے پاس اصحاب کا اجتماع تھا۔
امام علیؑ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟

اُس نے عرض کیا، میں ایک ماہر علم نجوم ہوں۔
آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا، کیا میں تجھے ایسے شخص کے بارے میں
بتاؤں کہ جب سے تو یہاں آیا ہے اس سے چودہ ہزار عالموں کی سیر کر لی۔

اُس نے کہا، بتائیے وہ کون شخص ہے؟
آپ نے فرمایا، اُس کے بارے میں تجھے کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھتا، البتہ اگر تجھے
تو میں تجھے بتا دوں کہ تو نے آج کیا کھا یا ہے اور اپنے گھر میں کیا کیا اشیاء ذخیرہ کر رکھی ہیں۔
اُس بخوبی نے کہا، اچھا بتائیے۔

امام علیؑ نے فرمایا، آج تو نے پنیر کھا یا ہے اور تیرے گھر میں ہیں دینار کھے ہیں جن
میں تین دینار وزن کے لحاظ سے پورے ہیں۔

یہ سن کر وہ کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے عظیم ترین حجت اُس
کا اعلیٰ نمونہ اور کلمہ تقویٰ ہیں۔

امام علیؑ نے فرمایا کہ میں بھی تیری صداقت شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ خدا نے
تیرے دل کا امتحان ایمان سے لیا اور اس کی تصدیق کر دی۔ (فرج الہوم فی معرفۃ الرجال والحرم من۔
مجموعہ مطبوعہ نجف اشرف)

یہی روایت کچھ تبدیلی کے ساتھ اسی باب میں گذر چکی ہے، جو بصائر الدرجات باب ۸ ج ۱
میں نقل کی گئی ہے۔

۳۳) وقت رحلت سے آگے

محمد بن جریر طبری نے کتاب الامامہ میں تحریر کیا ہے
کہ جب حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی دنیا سے رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے
فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا:
بیٹا، آج کون سی رات ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے عرض کیا، بابا جان آج فلاں شب ہے۔
آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ جہنم کے کتنے دن گذر چکے ہیں؟
امام محمد باقر علیہ السلام نے بتایا کہ اتنے دن گذر چکے ہیں۔
آپ نے فرمایا کہ یہی وہ شب ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔

یہ ارشاد فرما کر وضو کے لیے پانی طلب کیا، جب آگیا تو فرمایا کہ اس میں چوہا پڑا ہوا ہے
چنانچہ بعض لنگہ کھینے لگے کہ شاید مرض کی شدت کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں۔ لیکن جب چوہے کی روشنی
میں دیکھا گیا تو واقعی اس میں چوہا پڑا ہوا تھا۔ کینز نے اس پانی کو پھینک کر دوسرا پانی لا کر دیا، آپ نے
وضو فرما کر نماز پڑھی۔ جب رات تمام ہونے لگی تو امام علیؑ نے رحلت فرمائی۔ (فرج الہوم)

۳۴) اقرار ولایت

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسر
خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے حسین کے فرزند، کیا یا آپ

ہی کا قول ہے کہ یونس بن متی کی جب مچھلی سے ملاقات ہوئی تو ان پر میرے جد (امیر المومنین) کی ولایت پیش کی گئی تاکہ وہ ایمان لائیں (اقرار ولایت کریں) کیا حضرت یونس نے اس کے اقرار کرنے میں کچھ توقف فرمایا تھا؟

امام علیؑ نے فرمایا، ہاں میرا ہی قول ہے۔
عبداللہ بن عمر نے کہا، اگر آپ صادق القول ہیں تو مجھے وہ منظر دکھائیے۔
امام علیؑ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لو۔
جب پہنے حکم کی تعمیل کی تو آپ نے چند ساعت کے بعد ہمیں آنکھیں کھولنے کا حکم دیا اور ہم نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ساحل سمندر پر پایا۔
عبداللہ بن عمر نے کہا، اے میرے آقا! میری جان و نفس آپ کے ہاتھوں میں ہے
امام علیؑ نے فرمایا کہ اب میں ایک حقیقت کے ساتھ اپنی صداقت اور سچائی کا بھرپور ثبوت تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔
یہ کہہ کر آپ نے مچھلی کو آواز دی۔ مچھلی نے سمندر سے اپنا سر جو ایک پہاڑ کی مانند تھا باہر نکلا اور بولی لیتیک اے اللہ کے ولی، لیتیک۔

امام علیؑ نے سوال کیا، بتاؤ کون ہے؟
مچھلی نے جواب دیا، اے میرے آقا! میں جناب یونس کی مچھلی ہوں۔
امام علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے تمام احوال سے مطلع کر۔
وہ بولی اے میرے سردار! خداوند عالم نے حضرت آدم سے آنحضرتؐ تک کسی نبی کو اس وقت تک مبعوث برسات نہیں فرمایا جب تک کہ ان پر اہل بیتؑ کی ولایت کا اقرار نہ لیا ہو۔ اور میں نے ذرا سا بھی توقف کیا یا اس سے اعراض کیا تو وہ چھوٹی سی معصیت میں مبتلا ہو گیا حضرت آدم سے چھوٹی سی معصیت ہو گئی، حضرت نوحؑ ڈوبنے ڈوبنے نکالے گئے، حضرت ابراہیمؑ آگ سے بچے، حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نجات ملی، حضرت ایوبؑ بلا و معصیت سے چھوٹے، حضرت داؤدؑ کی خطا و لغزش معاف ہوئی یہاں تک کہ خدا نے حضرت یونس پر وحی فرمائی کہ اے یونس! ایل المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے صلب سے پیدا ہونے والے ائمہ راشدین سے تولا رکھو، یعنی ان کی ولایت کا اقرار کرو اور ان سے محبت کا اقرار کرو۔
حضرت یونس نے کہا، پروردگارا! میں اس شخص سے کیسے تولا رکھوں جس کو میں نے دیکھا ہی نہیں اور نہ میں انھیں جانتا ہوں۔
یہ کہہ کر وہ غصے میں اٹھ کر چلے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ میں حضرت یونس کو

بگلی لوں، اس طرح کہ ان کی بڑیوں کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ حضرت یونس چالیس روز تک میرے شکم میں رہے۔ جب میں رات کی تاریکیوں میں دباؤں میں گھومتی پھرتی تھی تو مجھے ان کی اس بیخ کی آواز آتی رہتی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ہ
یعنی، (میں نہیں ہے کوئی خدا سوائے تیرے، تو پاک و پاکیزہ ہے بیشک میں ظالموں میں سے ہوں۔)
میں نے حضرت علیؑ کو قبول کیا۔ اور ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے تمام ائمہ راشدین کی ولایت و محبت کو قبول کیا۔

جب وہ آپ کی ولایت پر ایمان لے آئے تو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا کہ میں انھیں کنارے پر اٹھ دوں، چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اور کنارے پر اٹھ دیا۔
اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مچھلی کو حکم دیا کہ واپس جائے اپنی قیامگاہ کی طرف۔ پھر میں نے دیکھا کہ باقی کی سطح ہموار ہو گئی۔

۳۵) حجرا سودیہ کے ہاتھ جدا ہو گئے

ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک دفع ایک مرد دعوت کے ہاتھ طواف کعبہ میں حجرا سودیہ پر چپک کر رہ گئے، ہر ایک نے بڑی کوشش کی لیکن ہاتھ علیحدہ نہ ہو سکے۔ مجبوراً لوگوں نے کہا کہ ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لے آئے۔ لوگوں نے آپ کے لیے جگہ چھوڑ دی جب آپ کو ان دونوں کے بارے میں حقیقت امر کا علم ہوا تو آپ آگے بڑھے اور ان دونوں پر آپ نے اپنا ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ان کے ہاتھ حجرا سودیہ سے جدا ہو گئے۔ (کشف الغم جلد ۲ ص ۳۱)

۳۶) قوم جن کی امام سے عقیدت

محمد بن جریر طبری کی کتاب الدلائل سے نقل کیا گیا ہے کہ جابر جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اصحاب وغیرہ کی جماعت کے ساتھ مدینہ کا سفر فرمایا جب مقام عسفان پر پہنچے تو آپ کے دوستوں نے ایک جگہ آپ کا خیمہ نصب کر دیا، جب اس جگہ امام علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے میرا خیمہ ہٹا کر دوسری جگہ نصب کیا جائے کیونکہ یہاں تو قوم جن کا ایک گروہ جو ہمارے دوست اور شیعی ہیں آباد ہے ہماری وجہ سے وہ پریشان ہو جائیں گے۔ جب ہم نے اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور خیمہ

اٹھا کر دیا چاہا تو بیکار ایک غیبی آواز آئی ہے ہم نے متاملین متکلم و منادی نظر نہ آتا تھا، کہ فرزند رسول! آپ اپنا خیمہ یہاں سے نہ ہٹائیے، ہم اسے آپ کے لیے برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں اور ہماری جانب سے یہ ہدیہ بھی قبول فرمائیے۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ خیمہ کے ایک طرف ایک بڑی پلیٹ میں کچھ تشریاں رکھی ہوئی ہیں جن میں انڈور، انار، کیلے اور مہبت سے دوسرے میوے رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ امام نے لہنے ساتھیوں کو بلا کر سب کے ساتھ میووں میں سے کچھ تناول فرمایا۔

(الامان من اخبار الاسفار والازمان ص ۱۲۴ مطبوعہ نجف اشرف)

• یہی روایت الخراج والجرانح کے ص ۲۲۸ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ منقول ہے۔

(۳۷) = ابو خالد کا بلی اور معرفتِ امام

جناب ابوبصیر راوی ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو خالد کا بلی ایک عرصے تک جب محمد حنفیہ کی خدمت میں رہے جنہیں ان کی امامت میں ذرا شک نہ تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگے کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں آپ کی محبت و احترام ہے میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہوں کہ آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ ہی وہ امام ہیں جن کی اطاعت خدا نے اپنی مخلوق پر واجب کی ہے؟ ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ:

جناب محمد بن حنفیہ نے جواب دیا کہ اے ابو خالد! تم نے مجھے ایک بڑی قسم دے کر سوال کیا ہے تو سنو! حضرت علی ابن حسین علیہ السلام ہی میرے، تمہارے اور ہر مسلمان کے امام ہیں۔

جناب محمد حنفیہ کا یہ جواب سن کر ابو خالد، حضرت امام علی ابن حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر طاقات و زیارت کی اجازت چاہی۔ امام علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ابو خالد دروازے پر ہیں اور بار پائی چاہتے ہیں۔

اجازت ملی، امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریب بیٹھ گئے۔ امام علیہ السلام نے ابو خالد سے فرمایا، اے کلکو مرعیا، تم ہمارے پاس طاقات کو بھی نہ آئے۔ آج کیا بات رونما ہوئی کہ تم نے ادھر کا رخ کیا؟ یہ سن کر ابو خالد سجدے میں پڑ گئے اور شکر خداوندی بجالائے اور عرض کیا کہ

الحمد للہ کہ اس نے میرے امام کو پہچاننے سے قبل مجھے موت نہیں دی۔

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اے ابو خالد! تم نے اپنے امام کو کسے پہچانا ابو خالد نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اس نام سے مخاطب فرمایا جو میری ماں نے رکھا تھا، اور اس وقت یہ بات میرے ذہن میں بھی نہ تھی۔ میں ایک عرصہ سے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا، آج میں نے ان کو حرمت جناب رسول خدا اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام دے کر ان سے دریافت کیا تھا تب انہوں نے میری رہنمائی فرمائی اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہاں پہنچا تو آپ نے مجھے میرے اس نام سے پکارا، جو میری ماں نے رکھا تھا کسی اور کو اس نام کے بارے میں علم ہی نہ تھا، علاوہ ازیں جناب محمد حنفیہ نے بھی آپ کو اپنا اور تمام مسلمانوں کا امام بنا کر محمد پر احسان فرمایا۔ کہ ان باتوں سے مجھے آپ کے امام مقرر اطاعت ہونے کا یقین ہو گیا (معرفة اخبار الرجال ص ۹)

• الخراج والجرانح میں بھی یہی روایت مذکور ہے جسے تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ابو خالد نے امام علیہ السلام سے کہا کہ جب میں پیدا ہوا تو میری ماں نے مراہم ددان رکھا تھا جب میرے والدان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ کلکو نام رکھا جائے، خدا کی قسم آج تک آپ کے علاوہ کسی نے میرا یہ نام نہیں لیا، اس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی اہل آسمان و زمین کے امام ہیں۔

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو جعفر بن نمانے کتاب شرح الثار میں بھی اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے جو باب حالات مختار علیہ الرحمۃ میں مذکور ہے۔ (ذوب النصار فی شرح الثار)

(۳۸) = باعجاز امام پانی جو اہر ابن گیا اور مژدہ زندہ ہو گئی

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آئندہ ابواب میں بہت سی وہ روایات پیش کی جائیں گی جو امام زین العابدین علیہ السلام کے معجزات ہی پر مشتمل ہیں۔ اس وقت اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر کرنا مقصود ہے جسے میں نے اپنے اصحاب کی مولدہ کتابوں میں دیکھا ہے۔

فقہ اس طرح سے ہے کہ بلخ کے نمایاں بزرگوں میں سے ایک مرد مومن جب حج بیت اللہ کے لیے آئے تو روضہ رسول ص ۱۲ اللہ پر بھی حاضری دیا کرتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے تھے خدمتِ امام میں اپنے شہر کے مغموس تھے پیش کرتے

نیز مسائل دین میں امام علیؑ سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے دین کو جیہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی زوجہ نے کہا کہ میں برا بھلا کہتی ہوں کہ پہلے امام کی خدمت میں تحفے و ہدیے لے جایا کرتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے امام نے مجی کوئی انعام آپ کو دیا ہو۔؟ یہ سن کر وہ مومن بلخی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جن کے لیے میں وہ تحفے لیکر جاتا ہوں وہ تو دنیا و آخرت کے مالک ہیں جو کچھ دنیا والوں کے پاس ہے وہ سب کچھ اور اس کے ماسواہ ان کے قبضے و تصرف میں ہے اس لیے کہ وہ زمین پر خدا کے نائب اور اس کے بندوں پر اس کی محبت اور دلیل ہیں۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور ہمارے امام ہیں۔

اس کی زوجہ یہ سن کر نادم ہوئی اور اپنے شوہر کو طاعت کرنے سے باز آگئی۔ جب زمانہ حج قریب آیا تو اس مرد مومن بلخی نے حج کا ارادہ کیا، مکہ پہنچا حج سے فارغ ہو کر حسب معمول مدینہ الرسول پہنچا، روئے رسول پر حاضری دی اور بالآخر خدمت امام زین العابدین علیؑ میں حاضر ہو کر دست بوسی کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔ اس وقت امام علیؑ سلام کے سلتے کھانا رکھا ہوا تھا آپ نے اپنے زائر مرد بلخی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک دسترخوان فرمایا۔

کھانے سے فراغت کے بعد امام علیؑ سلام نے ہاتھ دھونے کے لیے آنتابہ اور طشت طلب فرمایا۔ مرد مومن بلخی نے پانی سے بھر آوا آنتابہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا تاکہ امام علیؑ سلام کے ہاتھ دھلائے لیکن آپ نے فرمایا کہ اے صحابی! تم ہمارے مہمان ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم میرے ہاتھ دھلاؤ۔ مرد مومن بلخی نے عرض کیا کہ مولانا! میری خواہش یہی ہے کہ اپنے امام کے ہاتھ دھلانے کا شرف حاصل کروں۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا: اچھا اگر تمہاری ہی خواہش ہے تو خدا کی قسم میں بھی تمہیں وہ سب کچھ دکھاؤں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

چنانچہ انھوں نے امام علیؑ سلام کے دستہ مبارک پر پانی ڈالنا شروع کیا تاکہ وہ طشت پانی سے ایک تہائی بھر گیا۔ امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ طشت میں کیا ہے؟ مرد مومن بلخی نے کہا، حضور پانی ہے۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا، نہیں نہیں، بلکہ یہ تو یاقوتِ سرخ ہیں۔ جب اس نے طشت میں دیکھا تو اسے پانی کے بجائے یاقوتِ سرخ نظر آئے اور وہ حیران ہوا پھر امام علیؑ سلام نے فرمایا، اور پانی ڈالو۔ مرد مومن بلخی نے پانی ڈالنا شروع کیا، یہاں تک کہ طشت دو تہائی بھر گیا۔ امام علیؑ سلام نے دریافت فرمایا، بتاؤ طشت میں کیا ہے؟

مرد مومن بلخی نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔ امام علیؑ سلام نے فرمایا، نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو زمر و زمزم ہیں۔ مرد مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو واقعی وہ زمر و زمزم تھے۔

تیسری مرتبہ امام علیؑ سلام نے فرمایا، پانی ڈالو۔ اور جب اس مرتبہ پانی سے پورا طشت بھر گیا تو امام علیؑ سلام نے پھر وہی سوال کیا کہ اس میں کیا ہے۔؟ مرد مومن بلخی نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا، نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو سفید مونی ہیں۔ جب اس مرد مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ فرزند رسول آپ نے بالکل سچ ارشاد فرمایا، اس میں تو واقعی سفید مونی ہیں۔

اب اس طشت میں تین قسم کے جواہرات موجود تھے، نوقی، یاقوت اور زمرد۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران و ششدر ہو رہا تھا۔ امام علیؑ سلام کے دستہ مبارک کو دیکھا اور فرط مسرت سے بوسے دینے لگا۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا اے شیخ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ تمہارے مخالف کے بدلے میں کچھ دے سکے۔ ان جواہرات کو اپنے مخالف و ہدایہ کا عوض سمجھ کر لے جاؤ اور ہماری طرف سے اپنی زوجہ سے معذرت کرنا اس لیے کہ اس نے ہم پر خفگی کا اظہار کیا تھا۔

اس مرد مومن بلخی نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا اور عرض کیا۔ مولانا! آپ کو میری زوجہ کی اس گت خنی کی کس نے خبر دی۔ (یقیناً علم امامت سے آپ کو اس کا علم ہو گیا۔) بیشک آپ ہی اہل بیت نبوت ہیں۔ پھر وہ مرد مومن بلخی اپنے وطن کے لیے امام علیؑ سلام سے رخصت ہوا جب وہ اپنے گھر پہنچا تو سارا عقد اپنی زوجہ سے بیان کیا اور وہ تمام جواہرات اس کے سامنے رکھ دیے اس کی زوجہ بیداد و ناپ ہوئی اور اپنے شوہر سے فرمائش ظاہر کی کہ مجھے بھی زیارت امام علیؑ سلام سے شرفیاب کرے۔

مرد مومن بلخی جب حج کے لیے روانہ ہوا تو اپنی زوجہ کو ہمراہ لے چلا۔ راستہ میں وہ بیمار ہو گئی اور مدینہ کے قریب پہنچ کر فوت ہو گئی۔ وہ مرد مومن اس حادثہ تہاں کا سے گھر آکر سیدھا اپنے امام علیؑ سلام کی خدمت میں جا پہنچا اور تمام حال سے آگاہ کیا۔

امام علیؑ سلام یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز بارگاہِ الہی میں پیش کی اور کچھ دعائیں کیں۔ پھر فرمایا، اے شیخ بلخی تم اپنی زوجہ کے پاس جاؤ خداوند عالم نے اُسے اپنی قدرتِ کاملہ سے دوبارہ زندہ کر دیا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بوسیدہ پتھر کو جوڑنے اور مردے میں جان ڈالنے والا ہے۔

وہ مومن فوراً ہی کھڑا ہو گیا اور جب واپس اپنی زوجہ کے پاس پہنچی تو دیکھا وہ صبح و سالم بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ موت کے بعد تم کس طرح زندہ ہو گئیں۔؟

زوجہ نے کہا کہ فرشتہ موت جب میری روح قبض کر کے عالم بالا کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا کہ اثنبار راہ میں ایک جوان رعنا، جو شکل و شمائل میں ایسے تھے یعنی اُس نے جناب امام علیؑ کا حلیہ مبارک بتایا، جس کی تصدیق اس کے شوہر نے کی، کہ یہ تو نے سچ کہا کیونکہ میرے امام عالی مقام علی ابن الحسین علیہ السلام بالکل ایسے ہی ہیں، آئے۔ جب ملک الموت نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو سلام بجالایا اور قدیموسی کی اور مسلسل کہے جا رہا تھا کہ اے اللہ کی حجت، اے زین العابدین (علیہ السلام) آپ پر سلام ہو۔

امام علیؑ نے جواب سلام دیا اور فرمایا اے ملک الموت! اس عورت کی روح اس کے جسم میں لوٹا ہے۔ یہ ہمارے پاس آرہی تھی اور میں نے خداوند عالم سے درخواست کی ہے کہ اس کی زندگی میں تیس سال کا مزید اضافہ کر دے اور بہتر زندگی عطا فرما دے۔

فرشتہ موت نے عرض کیا اے اللہ کے ولی! آپ کا حکم بسر و چشم سماعاً و طاعتاً چشم زدن میں اس کی روح اس کے جسم میں واپس کرنا ہوں۔ اس کے بعد ملک الموت نے اُن کے ہاتھوں کے پوسے لیے اور وبال سے رخصت ہوا، تو میں نے اپنے آپ کو صبح و سالم پایا۔

اپنی زوجہ کی زبانی یہ سب روئداد سننے کے بعد زوجہ کے ہمراہ خدمت امام علیؑ میں حاضر ہوا، آپ اُس وقت اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اُس کی زوجہ نے آپ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور کہا کہ بچہ ایسی وہ بزرگ شخصیت جوان تھے جن کے حکم سے مجھے دوبارہ زندگی کے تیس سال عطا ہوئے اور جن کی قدیموسی ملک الموت نے کی، یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو امام علیؑ کے قدموں پر گر دیا، قدیموسی کی اور کہا، یہی میرے مولا و آقا ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ عورت جب تک زندہ رہی اپنے شوہر کے ساتھ جو اے امام علیؑ ہی میں رہتی رہی تا اینکہ وہ دونوں دنیا سے رخصت ہوئے۔

۳۹ — معرفت امام علیؑ سلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب عبدالملک بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے حجاج بن یوسف کو خط میں یہ تحریر کیا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم: امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام:- اما بعد: بنی عبدالمطلب کی جانوں کی طرف نگاہ کیے رہو اور اُن کا خون بہانے

سے پرہیز کرو۔ میں نے اولاد ابو سفیان کو دیکھا ہے کہ جب ان کی حق تلفی کرنے لگے اور حد سے گذر گئے تو وہ تھوڑے ہی دن زندہ رہ سکے۔ والسلام۔

امام علیؑ سلام فرماتے ہیں کہ اُس نے اس خط کو بڑے خفیہ اور راز دارانہ طریقے پر ارسال کیا تھا، مگر حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کو اس خط کی اطلاع خداوند عالم نے بذریعے رسولؐ پہنچا دی اور عبدالملک کا شک گزار رہا، یہی وجہ تھی کہ اُس کی حکومت قائم رہی اور دیگر وہ اپنے ملک میں امن و سکون سے رہا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ناقل ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین نے اسی وقت عبدالملک کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں درج تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علی بن الحسین کی طرف سے عبدالملک بن مروان کے نام

اما بعد۔ تم نے آج بروز فلاں بساعت فلاں سہا فلاں میں ایک خط حجاج بن یوسف کے نام اس میں مضمون کا لکھا ہے۔ مجھے اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلے دی ہے اور تمہارا شکریہ بھی ادا کیا ہے نیز تمہاری سلطنت کو استحکام بخشا ہے۔ فقط۔

آپ نے اس خط کو ملفوف کر کے اپنی مہر ثبت فرمادی اور اپنے ایک غلام کے ذریعے سے اس خط کو عبدالملک کی طرف روانہ کیا۔ عبدالملک نے اس خط کو کھولا، پڑھا اور پھر اپنے ارسال کردہ خط کے جملہ کوائف کو اس خط کے مطابق پایا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی صداقت و سچائی کا دل سے معترف ہو گیا۔ بہت خوش ہوا اور امام علیؑ سلام کی خدمت میں حصولِ ثواب کی خاطر کچھ درہم و سوارا پہنچائے۔

۴۰ — آل محمد کے دستوں اور شمنوں میں فرق

برسی سے مراد ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہیں اپنے خفاغین پر کیوں فضیلت ہے جبکہ اُن لوگوں میں بھی کچھ لوگ شیعوں کے مالک ہیں۔؟ امام علیؑ سلام نے اُس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ کچھ آپ تمہیں دونوں کا فرق نظر آجائے گا۔ جب اس نے مسجد میں ان لوگوں پر نظر کی تو کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان مجھے پہلی ہی حالت پر پٹلا دیکھیے مجھے تو مسجد میں رکھیے، بندرا اور کتوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ نے انکو پھر اس کی پہلی ہی حالت پر پٹلا کر فرمایا یہ ہیں ہمارے دشمنوں کی اہل شباہیں (الحزب کا کج گروہ)۔

بَحَارُ الْأَخْوَارِ

بَاب

قبولیتِ دعائے امام

اور
حسن سلوک

① — محبوبِ خدا کون ہے ؟

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ ایک بار میں حج بیت اللہ کے لیے گیا اور میرے ہمراہ بصرہ کے عابدوں کی ایک جماعت تھی مثلاً ایوب سبستانی صالح مری، عتبہ غلام حبیب فارسی، اور مالک بن دینار وغیرہ۔ جب ہم مکہ میں آئے تو وہاں پانی کی کمی دیکھی اور بارش کی قلت کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ مکے والے ہم سے فریادیں ہوتے اور حاجوں نے بھی اصرار کیا کہ بارش پکڑنے دعا کی جائے۔ چنانچہ کعبہ میں آئے، اس کا طواف کیا اور بارگاہِ الہی میں عاجزی و انکساری سے رگڑ رگڑا دعائیں کیں لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ اسی دوران میں ہم نے ایک جوان کو آتے ہوئے دیکھا کہ جو کسی وجہ سے رنج و غم میں پریشان نظر آتا تھا، ہم نے دیکھا کہ اُس جوان نے تیزی سے قدم بڑھائے اور کعبہ کا طواف کر کے ہمارے پاس آیا اور مخاطب ہوا، اے مالک بن دینار اے ثابت بنانی اے ایوب سبستانی اے صالح مری اے عتبہ غلام اے حبیب فارسی اے سعد اے عمر اے صالح اعمی اے رابع اے سعدانہ اور اے جعفر بن سلیمان !

ہم نے لبتیک، لبتیک کہا، انھوں نے فرمایا، کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو خدا کا محبوب ہو اور اس کی دعا قبول ہو سکے۔ ؟

ہم نے عرض کیا کہ دعا مانگنا ہمارا کام ہے اور قبول فرمانا اُس کا کام ہے۔ انھوں نے فرمایا، تم لوگ کعبہ سے ہٹ جاؤ، اگر تم میں سے کوئی بھی خداوندِ عالم کا پسندیدہ بندہ ہو تو خدا اُس کی دعا کو قبول فرمائے۔

یہ کہہ کر وہ کعبہ میں داخل ہوئے سب سے میں گئے اور پھر ہم نے اُن کے یہ الفاظ سنے کہ میرے مولا! تجھے اُس محبت کا واسطہ جو تجھے مجھ سے ہے ان کے لیے بارانِ رحمت کا نزول فرمادے یہ سب پیاس سے پریشان ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی اُن کی دعا پوری نہ ہوئی تھی کہ نوسلادھار بارش ہونے لگی، گویا مشکِ الہی کا دہانہ کھل گیا جو اُن کی دعا کا منتظر تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ کو یہ

کیسے معلوم ہوا کہ خداوندِ عالم کو آپ سے محبت ہے ؟

انھوں نے فرمایا، اگر اُسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے زیارت کعبہ کے لیے طلب نہ فرماتا، چونکہ اُس نے اپنے گھر کی زیارت کے لیے مجھے بلا دیا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اُسے مجھ سے محبت ہے۔ چنانچہ میں اُس سے اسی محبت کا واسطہ دے کر سوال کیا تو اُس نے میری دعا قبول فرمائی۔

اس کے بعد جناب امام علیؑ سلام وہاں سے یہ استخار پڑھ کر تشریف لے گئے ترجمہ اشعار:۔۔۔ مجھے خدا کی معرفت ہوا وہ اُسے اُس معرفت سے کچھ فائدہ نہ پہنچے تو وہ شخص بد نصیب ہے۔

- اطاعتِ الہی میں نقصان دہ امر ہی (اور حقیقت ایک فائدہ ہے) بظاہر ایک نقصان ہے۔
- بندہ تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر جو کچھ کرتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے پوری پوری عزت تو تقویٰ والے ہی کے لیے ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اہل مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون تھے ؟ اُن لوگوں نے کہا، کہ یہ امام علی بن ابی طالبؑ بن ابی طالبؑ علیؑ بن ابی طالبؑ تھے (الاجتہاد ص ۱۶۲ مطبوعہ نجف اشرف)۔

② — ادائیگی قرض کی فکر

منقول ہے کہ جب امام زین العابدینؑ سلام کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے پرگرامی امام حسینؑ سلام کے ذمے تقریباً ستر ہزار دینار کا قرض واجب اللذاب ہے تو آپ اس قدر غور مند ہوئے کہ آپ اکثر و بیشتر شب کی آہ غذا ترک کر دیتے تھے اور شب کو بیدار رہتے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ آپ اپنے پیر بزرگوار کی طرف سے قرض کے بارے میں پریشان نہ ہوں کیونکہ خداوندِ عالم نے چشمہ بجنس کے عوض آپ کے پیر بزرگوار کے قرض کو ادا کر دیا ہے۔

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنے پیرِ عالی قدر کی اس جائیداد کا علم نہیں ہے بجنس کہا جاتا ہے۔

جب دوسری شب آئی تو پھر یہی خواب کھا آپ نے اہل خانہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو ایک خاتون نے بنا یا کہ آپ کے پیرِ عالی قدر کا ایک رومی غلام تھا جسے

جنس کہا جاتا تھا اس نے مقام ذو خشب میں آپ کے لیے زمین کھود کر ایک چشمہ برآمد کیا تھا۔ چند دن گذرے تھے کہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے امام علی بن الحسین کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا کہ مقام ذو خشب میں آپ کے پدربزرگوار کے ایک چشمہ کا ذکر مجھ سے کیا گیا ہے جو جنس کے نام سے مشہور ہے اگر آپ اسے فروخت کرنا پسند فرمائیں تو میں اسے خریدنے کے لیے تیار ہوں۔

امام علیؑ نے جواب دیا کہ تو سے پدربزرگوار امام حسین علیؑ سلام کے عوض کے عوض لے سکتا ہے اور اس بارے میں امام علیؑ سلام نے اُسے ساری بات سے آگاہ فرمادیا چنانچہ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے قبول کیا۔

۳۔ قاتلین امام حسین کے قتل پر امام علیؑ سلام کا بدیہ لشکر

حضرت امام زین العابدین علیؑ سلام کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ روزانہ خدا سے دعا فرماتے تھے کہ وہ ان کے پدربزرگوار کے قاتلوں کے قتل کی خبر سننے۔

چنانچہ جناب مختار نے قاتلان امام حسین علیؑ سلام و السلام میں سے عبداللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد کے سروں کو اپنے قاصد کے ذریعے سے امام زین العابدین علیؑ سلام کی خدمت میں روانہ کیا اور قاصد کو بتایا کہ امام علیؑ سلام رات بھر نماز میں مشغول رہتے ہیں اور نماز صبح پڑھ کر سو جلتے ہیں اور جب سو کر اٹھتے ہیں تو سواک کرتے ہیں اور اس کے بعد آپ کے لیے ناشتہ لایا جاتا ہے۔ توجہ بیت الشرف پر پہنچے تو امام علیؑ سلام کے بارے میں دریافت کرنا اگر تجھے بتایا جائے کہ آپ کے سامنے دسترخوان بچھا دیا گیا ہے تو اندر جانے کے لیے اجازت لے کر ان دونوں سروں کو امام علیؑ سلام کے دسترخوان کے قریب رکھنا اور یہ کہنا کہ مختار نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ فرزند رسول! خدانے آپ کو آپ کے پدربزرگوار کے خون کا بدلہ دے دیا۔

چنانچہ قاصد نے حکم کی تعمیل کی۔ جب امام علیؑ سلام نے دسترخوان کے سامنے ان قاتلان امام مظلوم کے سروں کو دیکھا تو مسجد خاق میں گر کر فرمایا الحمد للہ کہ اُس مالک نے میری دعا قبول فرمائی اور میرا مختار کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

۴۔ حرمہ کے انجام

کشف الغمہ میں کتاب الدلائل سے نقل کیا گیا ہے کہ منہال بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے دوران میں امام زین العابدین علیؑ سلام کے خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے منہال! حرمہ ابن کاہل اسدی کس حال میں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مولا! میری کوفہ سے روانگی تک وہ زندہ تھا۔ یہ سن کر امام علیؑ سلام نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا، پروردگار! اُسے لوہے اور آگ کا مزہ اچکھا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی طرف واپس ہوا تو دیکھا کہ مختار بن ابی عبید نے وہاں خروج کر دیا مقلدہ میرے دوست تھے۔ میں انہیں سلام کرنے کے لیے سواری پر روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری کا جانور طلب کیا اور روانہ ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ کوفہ کے ایک حملہ کناسہ میں پہنچے اور اس طرح ایک مقام پر ٹھہرے ہو گئے گویا کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ وہ اصل میں حرمہ بن کاہل اسدی کی تلاش میں تھے۔ بس اتنی ہی دیر میں وہ حاضر کر دیا گیا۔ مختار اُس کو دیکھ کر بولے، الحمد للہ کہ اس نے مجھے تھوڑے عینت فرمایا۔ پھر ایک قصاب کو بلا کر کہا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹو۔ اُس کے ہاتھ قطع کر دیے گئے۔ پھر حکم دیا کہ اب اس کے سر کاٹو، پھر بھی قطع کر دیے گئے۔ پھر کہا آگ جلاؤ۔ اُس وقت ہانس کا ایک گٹھا لایا گیا اور اس میں اُسے رکھ دیا گیا اور آگ لگادی گئی۔ یہاں تک کہ وہ جل کر خاک ہو گیا۔ منہال کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے سبحان اللہ کہا تو مختار میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تم نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا۔ میں نے جواب دیا کہ میں حضرت امام زین العابدین علیؑ سلام کی خدمت میں گیا تھا۔ آپ نے حرمہ کے بارے میں مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ مولا! میں اسے کوفہ میں زندہ چھوڑ کر چلا تھا۔ آپ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور بارگاہ الہی میں دعا کی۔ پروردگار! حرمہ کو لوہے اور آگ کا مزہ اچکھا دے۔

یہ سن کر جناب مختار بولے، اللہ اللہ! کیا تم نے خود امام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا، ہاں ہاں، میں نے خود امام علیؑ سلام کے یہ الفاظ سنے ہیں۔ یہ سنا تھا کہ اختار اپنی سواری سے نیچے اُتر آئے، دو رکعت نماز پڑھی اور اسے طول دیا پھر سجدے میں گئے اور پھر تک سجدے میں رہے پھر سر اٹھایا اور اٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ تاہنیکہ وہ میرے گھر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ تو میں نے کہا کہ اگر مناسب سمجھیں تو مجھ پر کرم ہوگا کہ کچھ کھانا تبادل کریں۔

جناب مختار کہنے لگے کہ اے منہال تم نے مجھے بتایا ہے کہ امام علی ابن حسین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دُعائیں کہیں اور اُس مالک نے میرے ذریعے سے انھیں قبولیت کا شرف بخشا، پھر تم مجھے اپنے یہاں کھانے کے لیے کہہ رہے ہو۔ یہ دن تو میرے لیے شکر الہی میں روزہ رکھنے کا ہے کہ اُس مالک نے مجھے اس کی توفیق بخشی:

(کشف الغتہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۲)

• سب مؤقت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجالسِ شکر سے احوالِ مختار کے باب میں نقل کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ الفاظ دو بار ارشاد فرمائے کہ پروردگار! اُسے لوہے کی گرمی کا نرا چکھا۔ پھر فرمایا تھا کہ پروردگار! اُسے آگ کی گرمی کا نرا چکھا۔ چنانچہ دُومرتبہ سے غالباً حرط کے ہاتھ کاٹے جانے یاؤں کے قطع کیے جانے کی طرف اشارہ ہو۔ تو اس لحاظ سے تین دعائیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تین دُعائوں میں قتل بھی شامل ہو۔

⑤ رشتہ داروں سے حسن سلوک

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آپ کے خاندان کا ایک شخص آیا اور آپ کے لیے نازیبیا اور بیہودہ الفاظ کہنے لگا۔ لیکن امام علیہ السلام نے کوئی نفظ نہ کہا، خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ بدگلائی کر کے چلا گیا تو امام علیہ السلام نے حاضرینِ جلسہ سے فرمایا کہ تم نے وہ سب کچھ سنا جو اُس شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ اُس کے مکان پر چلو تاکہ تم میرا جواب بھی سن لو۔

راوی کا بیان ہے کہ ان سب نے کہا کہ ہم ضرور چلیں گے اور ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس سے کچھ کہیں۔ لہذا امام علیہ السلام نے نعائیں نہیں اور نثر لیں لے چلے اور آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ **وَ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ يَلْمُونَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يُلْمِمْهُمُ اللَّهُ فَيَمُوتْ يَدْعُوا مُخْلِطِينَ مَاءً مَلِيحًا** (آل عمران آیت ۱۳۴)

ترجمہ: ”(وہ غصتہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔“)

راوی کا بیان ہے کہ آپ اس کے گھر پہنچے، آواز دے کر اس کو بلایا۔ وہ شخص گھر سے اس انداز سے برآمد ہوا گویا وہ شرارت پر آمادہ ہے کیونکہ اس کے دل میں بیبات آئی کہ امامِ میری باتوں کا بدلہ چکھانے آئے ہیں۔ جیسے ہی وہ گھر سے برآمد ہوا امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا:

اے برادر! تم ابھی ابھی میرے پہنچے تھے اور میرے بارے میں تم نے نازیبا الفاظ استعمال کیے تھے اگر میرے اندر وہ باتیں موجود ہوں تو میں بارگاہِ الہی میں اپنی بخشش کا طالب ہوں اور اگر ایسا

نہیں ہے تو خدا تمہیں بخش دے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ الفاظ سن کر اُس نے امام علیہ السلام کے قدموں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے آپ کے بارے میں کہا وہ عیوب آپ میں نہیں بلکہ مجھ میں موجود ہیں۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۱۵۲ کتاب الارشاد صفحہ ۲۴۳)

④ بیماریوں کے ساتھ برتاؤ

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار امام زین العابدین علیہ السلام سواری پر جا رہے تھے کہ کچھ جنازیوں کے پاس سے گزرے جو بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے انھوں نے آپ سے بھی کھانے میں شرکت کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں روزے سے نہ ہوتا تو کھانے میں ضرور شریک ہوتا۔ چلتے وقت آپ نے اُن کو اپنے بیت الشرف پر کھانے کے لیے مدعو فرمایا۔ اور اہلِ خانہ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ کھانے میں صفائی وغیرہ کا لحاظ رکھا جائے۔

لہذا کھانا تیار ہو جانے کے بعد ان جنازیوں کو بلا کر کھانا کھلایا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ (تنبیہ الخواطر صفحہ ۳۲۲)

• سب ابو حمزہ شمالی سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اس قدر قناعت پسند واقع ہوئے تھے کہ جب چند اشیاء خورد و نوش کے ترخ بڑھے اور آپ کو اس کے خبر دی گئی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہنگامی کا ہم پر کیا اثر ہو سکتا ہے جب کہ ہم اللہ کے قانع بندوں میں سے ہیں۔ (کافی جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

• سب منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک بار اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ پکارنے پر اس نے جواب دیا تو فرمایا کہ اے لڑکے کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟

اُس نے کہا کہ سنی تو تھی۔ آپ نے فرمایا، پھر تم نے جواب کیوں نہ دیا؟ اُس نے کہا، میں آپ کے غصے سے بیخون تھا اس لیے جواب نہ دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اُس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے غلام کو مجھ سے بیخون بنا دیا۔

(اعلام الوریٰ صفحہ ۱۵۲) (الارشاد صفحہ ۲۴۳)

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

• عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جب زید بن اسامہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھ پر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے قرض ادا ہو سکے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، اس قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے تم بری الذمہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے وہ قرضہ ادا فرمادیا۔ (الارشاد ص ۲۷۵)

• مناقب ابن شہر آشوب میں بھی یہی روایت حلیہ سے نقل کی گئی ہے اور اس میں زید بن اسامہ کے بیٹے محمد بن اسامہ سے اس واقعہ کا تعلق بتایا گیا ہے (مناقب جلد ۳ ص ۱۲۱)

④ عبد الملک بن مروان کے تاثرات

زہری سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے ہمراہ عبد الملک بن مروان کے پاس گیا تو عبد الملک آپ کی پیشانی پر سجدوں کا نشان دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو محمد! آپ کی عبادت میں محنت و مشقت آپ کے چہرے سے عیاں ہے (حالانکہ اس کی ضرورت نہیں)۔ اس سے پہلے ہی خداوند عالم نے آپ کو بہترین صفات عطا فرمادی ہیں۔ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارہ بگڑ میں اور آپ کی اصل اور نسب آنحضرت سے قریب تر ہے اور متوسط ہے آپ اپنے اہل بیت اور ہم عمروں کے مقابلہ میں بھی عظیم فضیلت کے مالک ہیں۔ علم فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ کے برابر یہ سعادت کسی کو اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی سوائے ان حضرات کے جو آپ کے اسلاف میں سے گذر گئے۔

چنانچہ عبد الملک آپ کے دوسرے فضائل بیان کرتا رہا جس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے امیر! تو نے جو کچھ ہمارے لیے عطا فرمایا تو خداوندی کا ذکر کیا اور ہمارے حق میں اس کی تائید و توثیق کو بیان کیا تو ان انعامات پر اس ذات کا شکر کس طرح ادا ہو سکتا ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو دیکھو کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ہائے اقدس متورم ہو جاتے تھے اور دونوں کی حالت میں پیاس کی شدت سے لعاب دہن خشک ہو جاتا تھا تو کہنے والے کہتے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا خداوند عالم نے آپ کے گذشتہ و آئندہ گناہ نہیں بخشے؟ آپ فرماتے تھے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں خدا کے لیے حمد ہے کہ اس نے اپنے

بندوں پر احسانات فرمائے اور ان کی معذرت کو قبول فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لائق حمد ہے لہذا اس کی ذات ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور میری دونوں آنکھوں کے ٹھیکے روتے روتے آنسوؤں کے پھر جائیں تو خدا کی ان نعمتوں میں سے جن کا شمار ممکن نہیں ایک نعمت کے دسویں حصے کا بھی شکر ادا نہیں کیا جاسکتا اور خدا کی حمد کرنے والے اس کی ایک نعمت کی حد کو نہیں پہنچ سکتے۔

خدا کی قسم رات دن اور خفیہ و ظاہری صورت میں کوئی چیز مجھے اُس کی یاد اور شکر سے غافل نہیں کر سکتی اور میں اُس کی عبادت میں اس محنت و مشقت کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اس حال میں دیکھے۔ اگر میرے گھر والوں اور دوسرے خاص و عام لوگوں کے حقوق میرے ذمہ نہ ہوتے جنہیں ممکنہ حد تک پورا کرنا میری ذمہ داری ہے تو میری نظر میں آسمان کی طرف تھی تبیں اور دل خدا کی جانب متوجہ رہتا، پھر یہ ہوتا کہ میں یہ دونوں حقوق ادا نہ کر سکتا اور خدا فیصلہ میرے خلاف ہوتا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہذا کہ امام علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور عبد الملک بھی رونے لگا اور بولا کہ ان دو شخصوں کے درمیان کتنا فرق ہے ایک وہ جو آخرت کا خواہشمند ہوا اور اس کے لیے ہر لمحہ کوشش کر رہا ہو۔ اور دوسرا وہ جو دنیا کی طلب میں لگا ہوا کہ کہیں سے بھی مل جائے تو ایسے کدھی کو آخرت میں بھلائی اور نیکی کا حصہ نہ مل سکے گا۔ پھر عبد الملک نے امام سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا چنانچہ جس کے بارے میں امام نے سفارش کی تھی عبد الملک نے اس کے لیے یہ سفارش مان لی اور کچھ مال بھی ہدیہ کیا۔

① یا علی آپ ہی سید العابدین ہیں

کتاب الاوار سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مشغول تھے کہ ابلیس انچی دھنکے کے پتے کی ایک قسم ہے جس کو انھی کہتے ہیں (کی شکل میں جس کے دس سر اور تیز دانت اور آنکھیں شرمیلہ تھیں، آپ کے پاس آیا اور سجدہ گاہ پر بیٹھ کر اپنی گردن کو بلند کر کے امام علیہ السلام کو گھورنے لگا لیکن آپ نماز میں بیچ مشغول تھے اس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا۔ اس کے بعد اُس نے آپ کے قدموں کی طرف جھپٹ کر پیر کی انگلیوں میں کائنا اور زہر شدہ بدمعرا شروع کیا لیکن اس کے باوجود آپ برابر نماز میں مشغول رہے اور آپ پر قحط اُس کی ان حرکتوں کا اثر نہ ہوا۔ ابھی ابلیس اپنی ان حرکات میں مصروف کہ آسمان سے ایک شہاب جلا دینے والا اُس کی طرف لپکا جب ابلیس نے یہ دیکھا

تو اس شہاب سے خوفزدہ ہو کر بیچ باری اور امام علیؑ کی پناہ میں اپنی اصلی شکل و صورت میں آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "اے علی! واقعی آپ ہی سید العابدین ہیں اور میں ابلیس ہوں بخدا میں نے حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک انبیاء کی عبادت بھی دیکھی ہے لیکن آپ جیسا عابد میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ پھر وہ وہاں سے رُو چوڑھوا ہوا۔ امام علیؑ سلام نماز میں برابر مشغول رہے اور اس کی طرف بالکل توجیہ نہ فرمائی۔
(منائب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

① نماز کیلئے خوشبو کا استعمال

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ: حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی مشک بھری ایک شیشی مسجد میں رکھی ہوئی تھی جب آپ نماز کے لیے تشریف لاتے تو اس میں سے خوشبو لگاتے تھے (الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۱۵)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک غلام نے سردی کی ایک رات میں امام کو ایک ادنیٰ منقش چادر اور عمامہ جو مشک و عنبر میں بے ہوئے تھے اوڑھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا "میں آپ پر خدا اس سردی کی رات میں کہاں کا قصد فرمایا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی طرف جا رہا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کی قربت بھی حاصل ہوگی اور جو رعین سے مخاطب بھی رہے گا۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۱۵)

• ابن اسباط نے نبی ہاشم کے ایک غلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۱۶)

• ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک باڑ میں نے دیکھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام اپنا ایک پاؤں اپنی ران پر رکھے ہوئے بیٹھے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ مولا! لوگ تو اس طرح بیٹھے کو پتہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ خدا نے مشک کی نشست ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے وجہ سے میں اس طرح بیٹھا ہوں اور خدا کو تو تمہارے لاحق نہیں ہوتی اور نہ اُسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ (نفس المصدر جلد ۱ صفحہ ۶۶۱)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام جب سواری پر بیٹھے تھے تو سرخ مخملی چادر اوڑھے لیا کرتے تھے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۱۶)

• ابن ابی عمیر سے منقول ہے کہ آپ تین مرتبہ بیمار ہوئے اور ہر مرتبہ وصیت فرمایا کرتے جب صحیب ہوتے تو اپنی اس ہی وصیت کو نافذ کرتے اور اس پر عملدرآمد ہوتا۔ (نفس المصدر جلد ۶ صفحہ ۵۱۶)

① جابر بن عبداللہ انصاری کی امام سے ملاقات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ نے اپنے بھتیجے امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی کثرت عبارت سے ان کا حال متغیر دیکھا کہ بہت زیادہ مشقت برداشت کرتے ہیں تو جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی! یہاں تم پر کچھ حقوق ہیں اور کچھ تمہارے ہم پر۔

سر دست میں چاہتی ہوں کہ صحابی رسول اللہ نے حیثیت سے تم میرے بھتیجے علی ابن الحسین علیہ السلام کو خدا رسول کے واسطے سے سمجھاؤ کہ وہ اپنے جسم کو اس قدر مشقت اور تعب میں ڈالتے ہیں کہ مجھے بیخوش ہونے لگتا ہے کہ وہ اتنی شدت و کثرت عبادت سے اس جہان سے نہ گذر جائیں کیونکہ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ وہ بقیۃ اللہ اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین کی ایک نشانی ہیں۔

چنانچہ جابر بن عبداللہ امام زین العابدین علیہ السلام کے در دولت پر آئے تو اس وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دوسرے نوجوانان نبی ہاشم کے مجمع میں دروازے پر موجود تھے۔ جابر نے پوچھا کہ صاحبزادے آپ کون ہیں۔ تو فرمایا کہ میں محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام ہوں۔

جابر یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ خدا کی قسم آپ ہی دنیا میں علوم کے نشر کرنے والے ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ذرا فریب تو آئیے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے آپ کی عبا کا ٹکڑا کھولا اور آپ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیا اور اپنا منہ اور رخسار سینہ مبارک پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے کہ میں آپ کو آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاتا ہوں ان کا حکم تھا کہ میں اس کام کو بجالاؤں۔ اور آنحضرت نے فرمایا تھا کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب تم میرے اُس زرد سے ملو گے جس کا نام محمد ہوگا اور جو علم و حکمت کی ترویج و اشاعت کرے گا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نابینا ہو جاؤ گے اور وہی فرزند تمہاری بیٹائی کو ایک بار بچھرواپس لوٹا دے گا۔

یہ کہہ کر جابر نے عرض کیا کہ اپنے پدر بزرگوار سے میرے اندر آنے کی اجازت لے لیجیے۔ تاکہ شریف ملاقات حاصل ہو سکے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور اطلاع دی کہ ایک بزرگوار دروازے پر کھڑے ہیں اور انہوں نے میرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہے۔ اور آنحضرتؐ ہمارے جبر بزرگوار کا پیغام و سلام بھی پہنچایا ہے۔

یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا، بیٹا وہ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں جو صحابی رسول اللہؐ ہونے کا شوق رکھتے ہیں جاؤ اور ان کو بلالو۔

جناب جابر کو اندر آنے کی اجازت ملی آکر دیکھا کہ امام علیہ السلام محراب عبادت میں ہیں۔ امام علیہ السلام نے صحابی رسول اللہؐ ہونے کی حیثیت سے جابر کی تعظیم کی حالت دریافت فرمائے اپنے پہلو میں جگہ دی۔

پھر جابر نے عرض کیا کہ فرزند رسول! یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ خدا نے جنت کو آپ حضرات اور آپ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے اور جہنم کو آپ کے دشمنوں کے لیے خلق فرمایا ہے تو پھر عبادت میں یہ غیر معمولی مشقت کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے صحابی رسول! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے جبر جبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی گناہ نہ کرتے تھے پھر عبادت میں اتنی محنت مشقت اور ریاضت فرماتے تھے کہ پائے اقدس متورم ہوجاتے۔ اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ پر کسی کا کوئی گناہ نہیں اگلی پھیلی خطائیں بھی نہیں ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکرت گزار بندہ نہ ہوں۔؟
جب جناب جابر نے یہ دیکھا کہ ان کے اس مشورے کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا تو کہا کہ فرزند رسول! آپ اپنی جان کا خیال کیجیے۔ آپ تو اس گھرانے اور خاندان کے مخصوص فرد ہیں آپ ہی حضرات کے ذریعے سے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں سختی و رنج و بلا اور مصائب دور ہوتے ہیں آپ خود ہی اپنا خیال کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اے جابر! میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر چلوں گا تاہم کہ میں ان سے جاٹوں۔

اس کے بعد جابرؓ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے تو اولاد انبیاء میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کے مثل سوائے فرزند حضرت یعقوبؓ، حضرت یوسفؓ کے کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا کی قسم حضرت علی بن ابی طالبؓ کی اولاد و ذریت، حضرت یوسف بن یعقوبؓ کی ذریت سے افضل ہے جن میں ایک وہ ہستی ہے جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی۔

معمولات امام علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام شب و روز میں ایک ہزار رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا طرز عمل تھا۔ آپ کی ملکیت میں پانچ سو درخت خرما تھے اور ہر درخت کے نیچے دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو چہرہ اور کازنگ متغیر ہوجاتا تھا اور نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے جیسے ایک ادنیٰ غلام بلوٹا و صاحب جمال کے سامنے کھڑا ہوا اور آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ خوف الہی میں آپ کے اعضا کلاتے تھے اور اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ گویا اب پھر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے گا ایک دن نماز میں مشغول تھے کہ آپ کی ردا ایک کاندھے سے کسک گئی تو آپ نے اسے ٹھیک نہیں کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صحابی نے اس کے بالے میں دریافت کیا تو فرمایا، افسوس تمہیں خبر نہیں کہ میں اس وقت کس ہستی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کسی بندے کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ غلوں دل سے ادا نہ کی جائے۔

صحابی نے عرض کیا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ ہم تو ہلاک ہو گئے امام علیہ السلام نے فرمایا، ہرگز نہیں۔ خداوند عالم نوافل کے بجالانے سے اس کی کوپور فرما دیتا ہے۔

• • • محتاجوں اور مساکین وغیرہ کی اس طرح خاطر مدارات کرنے اور ان کا خیال رکھنے کہ آپ کی وفات کے بعد جب غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کی پشت مبارک پر ایک سیاہ داغ دیکھا جو محتاجوں اور مسکینوں کے لیے ان کی ضروریات کی اشد نیاز پشت مبارک پر لاد کر لیجانے کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

• • • داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ ایک دن آپ گھر سے باہر نکلے تو آپ ایک ادنیٰ منقش پدا اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک سائل نے اسے مانگا اور آپ نے فوراً اسے عطا فرمادی اور چلے گئے۔

• • • بروز عرفہ امام علیہ السلام نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے مانگتے اور سوال کرتے پھر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم لوگوں پر کتنا حق کے مبارک دن بھی خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے سوال کر رہے ہو جب کہ آج کے برکت والے دن اگر نیچے پیدا ہوں تو وہ بھی نیک اور سعید ہوتے ہیں اور تم آج کے دن بھی اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے۔

آداب زندگی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ اپنی مادر گرامی کے ساتھ

کھانا کھانے میں شرم محسوس فرماتے۔

چنانچہ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا کہ فرزند رسول! آپ تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ نیک و صالح اور بہترین مسلکِ حرم کرنے والے ہیں پھر آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ کھانا کیوں تناول نہیں فرماتے۔؟

آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا ہاتھ اُس کھانے کی چیز کی طرف بڑھے جس کی رغبت سے میری والدہ گرامی نے ہاتھ بڑھانے کا ارادہ بھی کیا ہو۔

• سب کسی شخص نے امام علیؑ سے کہا کہ فرزند رسول! میں آپ سے خدا کی خوشنودی کے لیے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ پروردگار! میں اس سے جبری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے محبت کروں اور تو مجھ سے نفرت رکھتا ہو۔

• سب کسی نے آپ کی کنیز سے آپ کا حال دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ تفصیل سے بتاؤں یا مختصر طور پر؟

پوچھنے والے نے کہا کہ مختصر ہی بتاؤ

کنیز نے کہا، میں نے دن کا کھانا بھی امام علیؑ کے سامنے نہیں رکھا اور رات کو آپ کے لیے کبھی بستر نہیں بچھایا۔

• سب ایک مرتبہ امام علیؑ ایسے لوگوں کی طرف سے گزرے جو آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ رُک گئے اور فرمایا۔ اگر تم بُرائی کے بیان کرنے میں سچے ہو تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جوٹ بول رہے ہو تو خدا تمہیں بخشے۔

• سب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس جب کوئی طالب علم آتا تو فرماتے تھے کہ مرحبا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر عمل کیا، پھر فرماتے کہ: "طالب علم جب گھر سے نکلتا ہے تو اس سے پہلے کہ وہ زمین کی خشکی تری پر اپنا قدم رکھے ساتوں زمینیں اس کی تعریف و توصیف کرنے لگتی ہیں۔"

• سب آپ کے گریہ و بکا کا یہ عالم تھا کہ اپنے پدربزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر بیس سال تک روتے رہے اور جب آپ کے سامنے کھانا یا پانی آتا تو گریہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک غلام نے عرض کیا کہ فرزند رسول! کب تک رویے گا۔

آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ حضرت یعقوب نبی کے بارہ فرزند تھے خدا نے ان میں سے ایک فرزند کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا اور حضرت یعقوب کی آنکھیں روتے روتے

سفید ہو گئیں اور اس مصیبت میں بوڑھے ہو گئے تھے اور کمر جھک گئی تھی حالانکہ ان کے فرزند یوسف دنیا میں موجود تھے اور میں نے اپنے پدربزرگوار بھائی چچا اور اپنے گھرانے سترہ حضرات کو دیکھا کہ میری آنکھوں کے سامنے قتل ہوئے تو یہ غم میرے دل سے کس طرح بھلایا جاسکتا ہے (المخاض جلد ۲ ص ۲۰)

۱۳) زہد و تقویٰ

سفیان بن عیینہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ زہری

سے سوال کیا گیا کہ دنیا میں سب سے بلند مرتبہ زاہد کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ امام علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اس درجہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ زہری کو اس نزاع کے بارے میں بتایا گیا جو امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب محمد بن حنفیہ کے درمیان جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کے اوقات کے بارے میں تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ولید بن عبد الملک کے پاس جاتے تو آپ پر ولید کی شراعت اور جناب محمد بن حنفیہ کی طرف اس کا رجحان اور تعلق کاپتہ چل جاتا اس لیے کہ ولید اور جناب محمد بن حنفیہ کے درمیان دوستی ہے اور اس وقت ولید مکہ میں تھا۔

امام علیؑ نے فرمایا، افسوس کی بات ہے کہ حرمِ خدایں ہوتے ہوئے میں خدا کے علاوہ کسی غیر سے حاجت بیان کرو۔ میں جب یہ پسند نہیں کرتا کہ خالقِ جہاں سے دنیا کی کسی شے کا سوال کروں، تو پھر بھلا اپنے جیسے بندہ خدا سے دنیا کی کسی چیز کا سوال کس طرح کر سکتا ہوں۔؟

زہری کہتے ہیں کہ خدا نے ولید کے دل میں امام علیؑ کی اتنی ہیبت ڈال دی کہ اُس نے جناب محمد بن حنفیہ کے خلاف فیصلہ دے دیا

۱۴) دوست اور دشمن کی حالت

سفیان بن عیینہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے زہری

سے پوچھا کہ کیا آپ امام علی بن الحسین علیہ السلام سے ملے ہیں؟

انہوں نے کہا، ہاں، ہاں۔ میں نے کسی شخص کو ان سے فضل و اعلیٰ نہیں پایا۔ بخدا مجھے تو آج تک ان کا کوئی پرشبیہ دوست اور کھلا ہوا دشمن نظر نہیں آیا جس پر سفیان بن عیینہ نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے میں نہیں سمجھا۔

زہری نے پھر کہا کہ میں نے کسی دوست کو نہیں دیکھا کہ وہ آپ سے محبت رکھتا ہو مگر آپ کی فضیلت و کمال پر جس قدر کہرتا ہو، اور کسی دشمن کو نہیں پایا مگر وہ آپ کے نرم برتاؤ کی وجہ سے آپ کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش نہ آتا ہو۔ (نفس المصدر ص ۸۸)

۱۵ نماز میں امام کی حالت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پیر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو گو یادہ درخت کے تنے کی طرح بے حس و بلا حرکت معلوم ہوتے تھے۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جب سجدہ میں جاتے تو آپ کا سر اقدس سجدے سے اس حالت میں اٹھنا تھا کہ آنسو پینے کی طرح بہنے لگتے۔

(اعلام الوری ص ۱۵۲ ، الارشاد ص ۲۶۲ ، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۲)
(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۳۲ ، علل الشرائع ص ۸۸)

• ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام مدینہ سے مسجد کوفہ کا ارادہ کر کے تشریف لائے اور اس میں چار رکعت نماز پڑھی اور پھر اپنی سواری پر مدینہ ہی واپس ہو گئے۔ (تہذیب الاحکام جلد ۶ ص ۲۳ مطبوعہ نجف اشرف)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سوائے دعا تسبیح و استغفار اور اللہ اکبر کہنے کے زبان سے کچھ کلام نہ فرماتے تھے اور افطارِ صوم کے بعد بارگاہِ الہی میں یوں عرض کرتے تھے کہ پروردگار! جو تیری مشیت ہوئی میں نے وہی کیا۔ (الکافی جلد ۲ ص ۴۰)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اتنے کمزور و ناتوان ہو گئے تھے کہ خطبہ نکاح کو مختصر کرتے ہوئے ان الفاظ سے زیادہ نہ پڑھتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَصَلٰی اللّٰہِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖہٖ وَسَلَّمَ تیرا نکاح خدا سے شرط و عہد پر کر دیا۔ اور آپ خدا سے طلبِ مغفرت کرتے تھے۔ (الکافی جلد ۵ ص ۲۶۸)

• سفیان بن عیینہ راوی ہیں کہ ایک بارش کی سردرات میں زہری کی ملاقات امام زین العابدین علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام پشت مبارک پر آٹا

اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ فرزندِ رسول! آپ کی پشت مبارک پر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں تو یہ اس کے لیے زادِ راہ ہے جسے اٹھا کر موضعِ حریر تک لے جا رہا ہوں۔

زہری نے عرض کیا کہ میرا یہ غلام آپ کا بوجھ اٹھائے گا آپ یہ اس کے کاندھے پر رکھ لیں۔ آپ نے انکار فرمایا۔ زہری نے پھر عرض کیا کہ میں خود اٹھائے لیتا ہوں آپ مجھے عنایت فرما دیں۔

آپ نے فرمایا، لیکن میں اپنے نفس کو اس سے چھٹکارا دینا نہیں چاہتا جو میرے سفر میں مجھے خلاصی دے اور میرے اس جگہ پہنچنے کو بہتر بنائے جہاں کامیں ارادہ رکھتا ہوں میں تمہیں خدا کے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو اور تمہارا جو کام ہے اس کے لیے چلے جاؤ چنانچہ زہری واپس ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو عرض کرنے لگے۔ فرزندِ رسول! جس سفر کا آپ نے ذکر فرمایا تھا میں نے تو اس کی کوئی علامت نہیں دیکھی۔ کچھ آپ ہی اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ اسے زہری! وہ موت کا سفر تھا جس کی میں نے تیاری کی تھی اور تم اس کو نہ سمجھ سکتے۔ موت کی تیاری انسان کو حرام کے ارتکاب سے محفوظ رکھتی ہے اور نیک کاموں میں جلدی اور عطا و بخشش پر آمادہ کرتی ہے۔ (علل الشرائع ص ۸۸)

• ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نماز میں مشغول ہیں اور آپ کی ردا آپ کے ایک کاندھے سے گر گئی مگر آپ نے اسے درست نہیں فرمایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا، 'وئے ہوتم پر' تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ سنو! بندے کی نماز میں سے صرف اتنا ہی حقہ قبول ہوتا ہے جتنا وہ رجوعِ قلب سے پڑھتا ہے۔

• حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام شب کی تاریکی میں ایک ٹوکری میں دانہ نیر و درام کی تمیلیاں لیس کر اپنے بیتِ اشرف سے برآمد ہوئے ایک ایک دروازے پر جب کہ دق الباب کرتے جو گھر سے نکلتا اس کو کچھ دیتے۔ زندگی بھر آپ کا یہی دستور رہا۔ آپ کی وفات کے بعد جب یہ سلسلہ ٹوٹا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ راتوں کی تاریکی میں یہ درہم و دینار تقسیم کرنے والے حضرت علی ابن الحسین ہی تھے۔ (علل الشرائع ص ۸۸)

• اسماعیل بن منصور نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام

علی ابن الحسین علیہ السلام کو جب غسل دیا گیا تو آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح نشانات دیکھے گئے۔ یہ اس لیے تھے کہ آپ اپنی پشت مبارک پر سامان لاد کر فراق و مساکین کے گھروں پر شب کے اندھیرے میں پہنچایا کرتے تھے۔ (علل الشرائع ص ۵۵)

• ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کے لیے ان کی شدید خواہش کا خیال رکھتے ہوئے گوشت خرید کر لاؤں ان کی یہ خواہش پوری کرنا میرے لیے زیادہ محبوب ہے کہ میں راہِ خدا میں کچھ غلام آزاد کروں۔

(الکافی جلد ۲ ص ۱۳)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام صبح سویرے روزی کی تلاش میں اپنے بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فرزند رسول! کہاں کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اپنے عیال کے لیے صدقہ کی تلاش میں ہوں۔

کسی نے تعجب سے سوال کیا، کہ حضور آپ اور صدقہ لیں گے؟

آپ نے جواب دیا کہ جو شخص خدا سے حلال روزی کا طالب ہو تو وہ روزی اُس کے لیے خدا کی طرف سے صدقہ ہوتی ہے۔ (الکافی جلد ۲ ص ۱۳)

• دعوتِ الرادزی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار میں سخت بیمار ہوا تو محمد سے میرے پدیر بزرگوار امام حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔

بیٹا! تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے اس امر کی خواہش ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں کہ اپنے پروردگار سے بے سوچے سمجھے اس کام میں زیرِ کستی نہ کروں جس کا انتظام اس نے میرے لیے کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے بہت عمدہ بات کہی ہے۔ تم تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ ہو گئے کیونکہ جب آپ آتشِ نمرود میں ڈالے گئے تو جبریل نے ان سے عرض کیا کہ اس دقت آپ کی کوئی حاجت ہے جسے پورا کیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں یہی جواب دیا تھا کہ میں خدا کو کوئی تاکیدری حکم نہیں دے سکتا، وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کفالت کرنے والا ہے۔

(دعوت الرادزی)

۱۶) کَاظِمِینَ النَّظِیْطِیِّ عَلٰی تَفْسِیْرِ

یمن کے ایک شخص عبداللہ بن محمد نے عبداللہ بن علی سے نقل کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی ایک کینز وضو کے لیے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ اُس کے ہاتھ سے لوٹا (آفتاب) چھوٹ گیا جس سے آپ کا سر اقدس زخمی ہو گیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ کینز فوراً ہی گویا ہوئی اور کہنے لگی خَدَاوَنْدِ عَالَمِ کَا رَشَدَا بے وَ الْکَاظِمِیْنَ النَّظِیْطِیِّ (اور کچھ لوگ) غصے کو پی جانے والے ہوتے ہیں" (سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)

• آپ نے فرمایا، میں نے اپنے غصے کو پی لیا۔

• کینز نے پھر کہا "وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" (وہ لوگوں کو معاف کرنے

والے (بھی ہوتے ہیں) (سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)

• آپ نے فرمایا، خدا مجھے معاف فرمائے (گلا)

• کینز نے پھر کہا "وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" (اور اللہ تو نیکو کرنے

والوں کو دوست رکھتا ہے۔) (سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)

• آپ نے ارشاد فرمایا، جا، میں نے تجھے عند اللہ آزاد کیا۔

(اہلی صدوق ص ۲۰)

• الارشاد اور مناقب میں بھی مذکورہ روایت اسی طرح تحریر ہے

(الارشاد المفید ص ۴۴) (مناقب جلد ۳ ص ۲۹)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مسخرا اپنی فضول حرکتوں سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ان کو ہنسایا کرتا تھا۔ ایک دن امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگا، انہیں ہنسانا میرے لیے مشکل امر ہے۔

چنانچہ جناب امام علیہ السلام اپنے احباب و اصحاب کے ہمراہ جب اُس کے قریب پہنچے تو اُس نے آپ کی گردن میں پڑی ہوئی ردا اٹھنے لگی اور چل دیا۔ امام علیہ السلام نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے وہ ردا لے آئے اور اُسے بھی بکڑ کر آپ کے سامنے لے آئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا، حضور یہ مدینہ کا ایک مسخرا ہے لوگوں کو اپنے تمسخر سے ہنساتا ہے

آپ نے ارشاد فرمایا، اس سے کہو کہ خدا کی طرف سے ایک دن مقرر ہے جس میں فضول حرکتیں کرنے والے نقصان میں رہیں گے۔

(امالی شیخ مدوق ص ۱۲)

• سب یہی روایت مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

(مناقب جلد ۳ ص ۲۶۹)

۱۷۔ سفر میں اپنے تعارف سے گریز کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام عموماً ایسے آدمیوں کے ہمراہ سفر اختیار کرتے تھے جو آپ کو پہچانتے نہ ہوں اور ان سے یہ شرط کر لیتے کہ وہ اس جماعت کی ہر وہ خدمت کریں گے جس کی انھیں ضرورت ہوگی۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک ایسے گروہ کے ہمراہ سفر اختیار کیا کہ جس کے ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے یہ کون بزرگ ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تو انھیں نہیں جانتے۔

اس نے کہا، یہ جناب علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔

یہ سن کر وہ لوگ جلدی سے امام علیہ السلام کی دست بوسی کے لیے لپکے آپ کی دست بوسی کی اور بوسے کے فرزند رسول! کیا آپ کا یہ ارادہ تھا کہ اگر ہم سے آپ کی شان میں کوئی بھی نازیبا بات ہو جاتی تو ہم آپ کی جہنم میں جلتے اور قیامت تک ہلاکت میں پڑے رہتے۔ حضور یہ ارشاد فرمایا کہ آپ نے ایسا کس لیے کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کیا جو مجھے جانتے تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے میرے ساتھ ایسی مہربانیاں کیں جن کا میں مستحق نہ تھا۔ اب مجھے اس کا ڈر رہا کہ تم لوگ بھی ایسا ہی کرو گے چنانچہ مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ میں اپنے آپ کو تم سے متعارف کراؤں۔ (میں اخبار رضا جلد ۲ ص ۱۳۴)

۱۸۔ ہر دن مجھ سے آمھ لو کہ امتقاضی ہوتا ہے

شقیق ثنی نے بعض اہل علم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ فرزند رسول! آپ نے کس حال میں کی؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بچھڑا اسے حالت میں ہے ہونے کہ مجھ سے آمھ لو کہ کاتفاض ہے کہ انھیں پورا کر دے۔ ایک تو خدا کی ذات ہے جو مجھ سے رخصت کی بجائے اور کی کمالیت دوسرے: آنحضرت اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ کی سنت پر عمل کروں۔ تیسرے: اہل و عیال اپنی روزی کے طلب گار ہیں۔ چوتھے: نفس خواہشات کی تکمیل کا خواست گار ہوتا ہے: پانچویں: شیطان اپنی پیروی کی طرف تلماتا ہے۔ چھٹے: کاتبان اعمال، عمل کی سجائی اور خلوص چاہتے ہیں۔ ساتویں: ملک الموت روح کا طلب گار ہے۔ آٹھویں طلب یہ ہے کہ قبر میرے ہم کو اپنے اندر رکھنا چاہتا ہے۔ یہ روزانہ کے مطالبات ہیں جن میں مطلوب دماغ ہوں۔

(امالی ابن شیخ ص ۱۱)

• سب مروی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کلام الہی بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ جناب امام علی ابن الحسین علیہ السلام تلاوت قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی خوشش الحانی گوش کر قریب سے گزرنے والوں پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر امام زین العابدین علیہ السلام اپنے حسنِ قرأت کو ذرا بھی مخصوص طریقے پر ظاہر فرمادیتے تو لوگ اسے برداشت نہ کر سکتے تھے یہی بات ہر امام کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر وہ اپنی خوش الحانی معمولی سی بھی لوگوں پر ظاہر کر دے تو کوئی شخص برداشت نہیں کر سکتا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز کی امامت میں بلند آواز سے قرأت نہ فرماتے تھے؟

آپ نے فرمایا کہ آنحضرت اپنے پیچھے نماز گزاروں سے اتنا ہی اوجھڑا اٹھواتے تھے جتنا وہ برداشت کر سکتے تھے۔ (احتماج ص ۱۱۵)

• سب کافی میں محمد زوفلی سے اسی طرح مذکور ہے۔ (الکافی جلد ۲ ص ۱۱۵)

• سب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام تمام لوگوں سے بہتر آواز میں تلاوت قرآن مجید فرمایا کرتے تھے۔ پانی پلانے والے سقے ادھر سے گزرتے تو آپ کے دروازے پر ٹک جایا کرتے تھے اور کان لگا کر آپ کی قرأت کو سنتے تھے۔ اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی لوگوں میں سب سے بہتر خوش الحان اور قاری تھے۔ (نفس المصدر جلد ۲ ص ۱۱۶)

۱۹۔ سحیح کی سواری کے جانوروں کا مقام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے اپنے اس ناتے پر بیس حج کیے ہیں لیکن مجھی اس کو ایک کوڑا تک نہیں مارا جب یہ ناقہ چائے تو تم اس کو دفن کر دینا تاکہ جنگل جالور اس کا گوشت نہ کھا جائیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی اونٹ یا اونٹنی ایسی نہیں کہ جس پر سوار ہو کر سات حج کیے گئے ہوں اور وہ مقام عرفات میں ٹھہرے ہوں مگر یہ کہ خداوند عالم اسے جنت کا جانور قرار دے گا اور اس کی نسل میں برکت دے گا۔
لہذا امام محمد باقر علیہ السلام نے اس ناتے کی موت کے بعد اسے ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔
(ثواب الاعمال ص ۲۶ مطبوعہ بغداد)

۲۰۔ امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے

محمد حبیبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب امام علی ابن الحسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت یزید ملعون کے سامنے لائے گئے تو ایک بوسیدہ مکان میں مقید کیے گئے تو کچھ کہنے والوں نے کہا کہ ہمیں اس گھر میں اس لیے قید کیا گیا ہے کہ یہ گھر ہم پر گریے اور ہم سب اس کے نیچے دب کر مر جائیں جس پر ایک قید خانے کے رومی محافظ نے اپنی زبان میں اپنے ساتھی سے گفتگو کی کہ ان لوگوں کو مکان کے گرجانے کا خوف ہے حالانکہ کل یہ اس گھر سے نکال کر قتل کر دیے جائیں گے۔ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں سوائے میرے کوئی بھی رومی زبان (جس کو غیر زبان کہتے تھے) نہیں سمجھتا۔
(بعض درجات جزء باب ۱۲)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام اس انداز سے راہ چلتے تھے کہ دائیں بائیں کو حرکت نہ ہوتی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا گویا آپ کے سر پر طائر بیٹھا ہوا ہے کہ ذرا سی حرکت پر وہ اڑ جائے گا۔

(المحاسن ص ۱۲۵ مطبوعہ ایران)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کو شہد پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نوش کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے جہاں سے یہ شہد آیا ہے اور اس مقام کا بھی پتہ ہے جہاں سے نکالا گیا ہے اور جس بستی سے مینا کیا گیا ہے
(بعض درجات)

• ابو خالد کاہلی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے
گیگہ جب بنی عباس نے فرات کے کنارے شہر کی بنیاد ڈالی تو اس کے بعد وہ ایک سال تک آبادی رکھے۔
(کمال الدین ص ۲۶۸)

• بعض اصحاب سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام حج اور عمرہ کے لیے مکہ کا سفر کرتے تھے تو زاہد راہ کے لیے اپنے ساتھ بادام شکر اور نمکین اور پیٹھے ستولے جاتے تھے۔

• یہی روایت عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔
(المحاسن ص ۳۶)

• حمزہ بن حمران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس دن حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام روزہ رکھتے تو بکری ذبح کر کے ہانڈیوں میں بچھاتے اور پھر اس پختے ہوئے سالن کو ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیتے اور خود افطار کھینے فرماتے اور وہ منگاتے اور یہ آپ کارات کا کھانا ہوتا تھا۔
(المحاسن ص ۳۹۶)

• مناقب ابن شہر آشوب میں بھی مولیٰ تبدیلی کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح منقول ہے۔
(مناقب جلد ۳ ص ۲۹۴)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے اپنی سواری کا جانور سودینار میں فروخت کر دیا تاکہ اس سے وہ اپنی بخشش و عطا میں دوسروں پر غالب رہیں۔
(المحاسن ص ۶۳۹)

• داؤد بن فرقہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت اور آپ کے فرزند حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شام کی طرف قید ہو کر جانے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب آپ اور آپ کے اہل بیت قید خانے میں داخل ہوئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اس دیوار کی تعمیر کتنی اچھی ہے جس پر رومی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جسے امام زین العابدین علیہ السلام نے پڑھا۔ رومی محافظ اس گفتگو کرنے لگے کہ ان لوگوں میں کوئی مقتولین کے خون کے ہرنے کا ان سے زیادہ حقدار ہے؟ یعنی امام زین العابدین کی طرف ان کا اشارہ تھا۔
(بعض درجات جلد ۱)

۲۱) ہمارا محب ہمارے لیے باعثِ عیب نہ ہو

ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام نے جو خاندان بنی ہاشم میں افضل شخصیت تھے مجھ سے فرمایا کہ تم ہم سے وہ محبت رکھو جو اسلامی قانون کی حدود میں ہو، تمہاری ہم سے محبت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے لیے عیب کا باعث نہ ہو اور ہماری ناخوشی کا باعث بھی نہ ہو۔

(الارشاد المفید ص ۲۴۱) (حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۱۲۷)

وضاحت: مولف فرماتے ہیں کہ غالباً اس سے مراد ہے کہ محبت آل محمد علیہم السلام میں غلو سے کام نہ لیا جائے اور قانونِ اسلام کے موافق ہو اور اس سے خارج نہ کر دے یعنی بقول جناب امام علیہ السلام تمہاری محبت ہم سے اس انداز پر ہونی چاہیے جس میں تم حدود سے تجاوز نہ کرو اور ہمارے بارے میں وہ باتیں کرنے لگو جو ہمیں بھی پسند نہ ہوں اور ایسی صورت میں تم ہمارے لیے عار و تنگ کا باعث بن جاؤ جس کا نتیجہ یہ گا کہ ہماری طرف تمہاری منسوب کردہ باتوں کا حوالہ دے کر لوگ ہم پر عیب لگائیں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ افراد و تفریط کی درمیانی راہ اختیار کی جائے۔

• عبداللہ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میری والدہ دخترِ امام حسین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ماموں حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی صحبت اختیار کروں۔ لہذا میں جب بھی امام علیہ السلام کی خدمت گیا نیکی ہی کے ساتھ اس میں نے آپ کی حالت خوفِ الہی میں دیکھی تو میرے دل میں ہی خدا کا خوف پیدا ہو گیا۔ مجھے آپ سے علم بھی ملا جس سے مجھے فوائد ہی حاصل ہوئے۔

(نفس المصدر ص ۲۴۱)

• عبداللہ بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے سامنے آپ کے فضائل بیان کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ بس ہیں اتنی ہی فضیلت کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح بندوں میں شمار کیے جائیں۔ (الارشاد ص ۲۴۲)

۲۲) فضائلِ امامِ بزبانِ امام

سعید بن کلثوم راوی ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر آگیا تو امام علیہ السلام نے آپ کے لیے فضائل بیان فرمائے جن کے آپ الہی تھے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی زندگی میں

دنیا کی کوئی حرام شے کبھی نہیں کھائی تاہم کہ آپ اس جہان سے رخصت فرمائے۔ آپ کے سامنے ہمیشہ ہر کام میں دو ہی باتیں رہتی تھیں ایک رخصتِ خداوندی، جس پر آپ (اپنے دین میں) سختی سے کار بند رہے اور دوسرا کام حفاظتِ رسول اللہ اور یہ بھی رخصتِ رب سے علیحدہ کوئی بات نہ تھی آپ نے ان دونوں کلاؤں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اپنے مالک کو کبھی ناخوش نہ کیا اور رسول اکرم کی حفاظت سے کبھی دریغ نہ کیا۔ کون نہیں جانتا کہ آپ کی غذا سوکھے ٹکڑے یا پھینکے سونکے علاوہ کچھ نہ تھی۔ موٹا لباس پہننا پسند فرماتے۔ آپ کی اولاد میں اگر کوئی آپ کے لباس اور طریقہ میں آپ سے مشابہت رکھتا تھا تو وہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام یعنی آپ کے پوتے تھے۔

۲۳) عبادت میں اپنے جدِ اجداد سے مشابہت

ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابو عبادت کے درجہ کمال پر فائز تھے اپنے پدرِ بزرگوار کو دیکھا کہ رات میں جاگنے کی وجہ سے اور عبادت میں خضوع و خشوع کے باعث آپ کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور کثرتِ گریہ کی وجہ سے آنکھیں متورم ہیں۔ ناک اور پیشانی سمجھوں سے زخمی اور کھڑے رہنے کی وجہ سے پیروں پر دم آگیا ہے۔ تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کی یہ حالت دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور بیساختہ آنسو رواں ہو گئے۔ اور میں نے پدرِ عالیقدر کو دیکھا کہ آپ کچھ منفرک ہی پھر آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: بیٹا! ذرا وہ صحیفہ تولد جو میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی عبادت کا ذکر ہے۔ میں نے فوراً آپ کی خدمت میں وہ صحیفہ پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں کچھ پڑھا اور پھر بے چین ہو کر اسے رکھ دیا اور فرمایا کہ کس میں طاقت ہے جو جناب امیر المومنین علیہ السلام جیسی عبادت کا تصور بھی اپنے ذہن میں لاسکے۔ (الارشاد ص ۲۴۳)

۲۴) امام علیہ السلام کی دعا

عبداللہ بن محمد بنی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد القیس کے ایک بزرگ سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ طاؤس کہتے ہیں کہ ایک رات میں حجرِ اسود کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام تشریف لائے اور نماز میں مصروف ہو گئے جب سجدے میں گئے تو میں نے خیال کیا کہ یہ اہل بیت خیر میں سے مرد صالح معلوم ہوتے ہیں میں ان کی دعا کو غور سے سنوں گا۔ چنانچہ میں نے سنا کہ سجدے میں اس طرح دعا فرما رہے تھے کہ: عُنَيْدُكَ بِقَنَائِكَ مِسْكِيْنُكَ بِقَنَائِكَ قَبِيْرُكَ بِقَنَائِكَ سَائِلُكَ بِقَنَائِكَ

لے اللہ تیرا بندہ حقیر تیرا مسکین تیرا فقیر و محتاج اور تجھ ہی سے سوال کرنے والا تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہے۔

طاووس کا بیان ہے کہ میں نے ان دعاؤں کا جب بھی کسی پریشانی میں ورد کیا خداوند عالم نے میری مشکل کو حل فرمایا۔ (الارشاد ص ۲۷۲)

۲۵) مناجاتِ امام علیؑ سلام

اصحیٰ کہتے ہیں کہ ایک رات میں کعبہ کے طواف میں مشغول تھا کہ ایک خوبصورت و خوش مزاج نوجوان تشریف لائے جن کے دو گیسو لٹک رہے تھے اور کعبہ کے پردوں کو تھام کر کبہ رہے تھے کہ ”آنکھیں سوچکی ہیں ستارے بند ہو گئے ہیں اور تو وہ بادشاہ ہے جو زندہ اور سارے جہان کا سنبھلنے والا ہے بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں لیکن تیرا دروازہ سوال کرنے والوں کے لیے کھلا ہوا ہے۔ میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ اے ارحم الراحمین! تو مجھ پر رحمت کی نظر فرمائے۔ اس کے بعد آپ نے اشعار میں اس طرح مناجات کی۔

يَا مَنْ يُجِيبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلْمِ • اے تاریکیوں میں بھی پریشاں حال کی دعا کو
يَا كَاشِفَ الضَّرِّ وَالبَلْوَى مَعَ السَّقَمِ • قبول فرمانے والے اور لے دکھ درد کو دور کرنے والے!

قَدْ نَامَ وَفَدَكَ حَوْلَ البَيْتِ قَاطِبَةً • تیری طرف آنیوالے کعبہ کے گرد سوچکے ہیں
وَانتَ وَحْدَكَ يَا قَيُّوْمُ لَمْ تَنمِ • اور تو ہی وہ ذات ہے اے قیوم! کہ جس کو نہ نیند آتی ہے (اونگھ) جو سب کی نگہبانی کرتا ہے۔

اَدْخُوكِ رَبِّ دَعَاءَ قَدْ اَمَرْتِ بِه • میں تجھ ہی سے دعا کرتا ہوں جس کا تو نے
فَاذْنَمِ بِنَايِ بِحَقِّ البَيْتِ وَالحَرَمِ • مجھے حکم دیا ہے کعبہ اور حرم کا واسطہ دیکھ کر عرض کرتا ہوں کہ میری گریہ و زاری پر رحم فرما۔

اِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَا يَزِيْجُهُ ذُو سَرَفٍ • اگر خطا کا تیرے عفو و بخشش کی امید نہ
فَمَنْ يَجُوْذُ عَلَى العَاصِيْنَ بِالْعَفْرِ • رکھے تو گنہ گاروں پر کون ہے العاف
واكرام كرنوالا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ان نوجوان کے پیچھے پیچھے گیا تو دیکھا کہ وہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں

طاووس فقیر راوی ہیں کہ میں نے عشاء کے وقت سے صبح تک حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کو طواف کعبہ اور عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب آپ نے خازن کعبہ میں باکل تنہائی محسوس فرمائی تو آسمان کی طرف نگاہ کی اور بارگاہ الہی میں یوں عرض کیا۔

اَللّٰهُمَّ غَارَتْ نَجُومُ سَمَآوَاتِكَ وَهَضَعَتْ عُبُوْدُ اَنَاوَاتِكَ • اے میرے خدا! تیرے آسمان کے ستارے ڈوبنے لگے اور تیری مخلوق نیند کے عالم میں ہے
وَالبُؤَابَةُ مَفْتُوْحَاتٌ لِلسَّآئِلِيْنَ جِئْتُكَ لِتَغْفِرَ لِيْ وَ • اور تیرے (اجابت دہلے) دروازے سائلوں کیلئے کھلے ہوئے ہیں میں تیرے پاس حاضر
تُرْحَمِنِيْ وَ تُرِيْبِنِيْ وَجْهٌ جَدِيْدِيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ • ہوا ہوں تاکہ تو مجھے بخش دے اور محمد پر رحم فرمائے اور میرا ان قیامت میں مجھے میرے
فِيْ عَرُصَاتِ البِقِيَامَةِ

چترا محمد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائے۔

اس کے بعد امام علیؑ سلام نے گریہ فرمایا اور عرض کیا کہ پروردگارا! تیرے عزت و جلال کی قسم میں نے اپنی نافرمانی سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے تیری نافرمانی اس وجہ سے نہیں کی کہ مجھے تیری عظمت کے بارے میں کوئی شک پیدا ہو گیا ہو اور نہ میں تیری سزا سے بچ رہا تھا اور نہ اس میں کوئی تعرض و مخالفت تھی بلکہ اگر نافرمانی ہوتی ہے تو اس لیے کہ نفس نے میرے لیے اس معصیت کو مزین کر کے پیش کیا اور اس کے کرنے میں تیری پردہ پوشی نے مجھے گناہ پر بڑا دلانی اب تیرے عذاب سے مجھے کون چھوڑا سکتا ہے۔ اگر تیری رسی میرے ہاتھ سے چھوڑ گئی تو کون ہے کہ میں جس کی رسی کا سہارا لے سکوں۔ افسوس کیسی شرم کی بات ہوگی جب قیامت میں تیرا سلنا ہوگا اور گناہوں کے ہلکے بوجھ والوں سے کہا جائے گا کہ تم گور جاؤ اور بھاری بوجھ والوں (گناہگاروں) کو حکم ہوگا کہ تم ٹھہر جاؤ۔ تو کیا میں ہلکے بوجھ والوں (نیکیوں) کے ساتھ گذر جاؤں گا یا گناہگاروں (بھاری بوجھ والوں) کے ساتھ ٹھہرا ہوں گا۔ میری عمر جتنی طویل ہوئی گناہوں کی زیادتی ہوئی رہی اور میں توبہ نہ کر سکا۔ کیا مجھے اپنے پروردگار سے شرم نہ آنے گی۔

پھر امام علیؑ سلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے۔

اَلْحَرَقَنِيْ بِالنَّارِ يَا غَايَةَ المُنَى • فَايْنَ رَجَائِيْ ثُمَّ اَيْنَ مَحَبَّتِيْ
اے امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلانے گا! • اگر ایسا ہے تو پھر میری امید اور ہی جنت کہاں رہی

آتیت باعمال قباح ذریعۃ ۰ و ما فی الوری خلق جنی کجنایتی
ناکارہ اور اعمالِ قبیحہ لے کر آیا ہوں ۰ اور مخلوق میں محمد جیسا گنہگار کوئی نہیں ہے
راوی کا بیان ہے کہ امام علیؑ نے پھر گریہ و زاری شروع کی اور عرض کیا
کہ پروردگار! تیری ذات کتنی پاک و پاکیزہ ہے تیری نافرمانی کرنے والے اس طرح نافرمانی کرتے
ہیں کہ گویا تو دیکھتا ہی نہیں اور تیری بربادی اور درگزر اس حد پر ہے گویا تیری نافرمانی ہی نہیں
ہوتی تو اپنی مخلوق سے حسن سلوک کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے گویا تو ان کی احتیاج رکھتا ہے
حالانکہ لے مولا و آقا تو ان سب سے بے نیاز ہے۔

یہ فرما کر امام علیؑ سلام سجدے میں چلے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں امام کے
قریب آیا اور آپ کے سر اقدس کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس قدر رویا کہ میرے آنسو امام کے
رخسار مبارک پر گریے اور آپ نے اپنی چشمہائے گریہ نکال کھول کر مجھے دیکھا اور فرمایا کہ مجھے کس نے
ذکر الہی سے روک دیا۔ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! میں ملادوس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا
ہوں، مولا! آپ کہیں اس قدر گریہ و زاری فرما رہے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس طرح
آنسو بہائیں اس لیے کہ ہم خطا کار اور گنہگار ہیں اور آپ کے پیر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام
اور مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہ سن کر امام علیؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ افسوس لے ملادوس!
میرے پیر بزرگوار، والدہ گرامی اور جبرائیل کی بات نہ کرو، خدا نے تو جنت کو اس کے لیے خلق فرمایا
ہے جو اس مالک کی اطاعت کرے خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور دوزخ کو نافرمانوں کے لیے
پیدا کیا ہے خواہ وہ شخص قریش ہی سے کیوں نہ ہو کیا تم نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا۔
” فَأَذَانُ فِخْرِ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْتَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا
يَتَسَاءَلُونَ ۝ (سورہ المؤمنون آیت ۱۰۱)

یعنی ” جس وقت صور بھونکا جائے گا تو اس دن نہ لوگوں میں قرابت واریاں رہیں گی
اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔“
خدا کی قسم کل قیامت کے دن کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی سوائے اس نیک عمل کے جو تم
نے بارگاہِ خداوندی میں (ہدیہ و تحفہ کے بطور) آگے بھیج دیا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹۱)

مناقب ابن شہر آشوب ہی میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت امام علی بن الحسین کے
زہد و تقویٰ کا بین ثبوت صحیحہ کاملہ اور آپ کے گریہ و بکا کی وہ مناجاتیں اور مواعظ کافی ہیں جو

آپ سے مروی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے زہری کی یہ روایت ہے کہ امام علیؑ سلام نے فرمایا:
” لے نفس! تو کب تک اس زندگی پر یقین رکھے گا اور کب تک اس دنیا کی طرف جھکتا
رہے گا۔ تو نے اپنے بزرگوں اور اسلاف سے عبرت حاصل نہیں کی کہ وہ کہاں چلے
گئے اور اپنے ان دوستوں سے سبق نہیں لیا جنہیں زمین نے چھپا رکھا ہے اور ان اعضاء
سے تو نے نصیحت حاصل نہیں جن کے جانے سے تو غم زدہ ہے۔“

اس بارے میں امام علیؑ سلام نے اشعار کی صورت میں ارشاد فرمایا

فَهْمٌ فِي بَطُونِ الْأَرْضِ لَعْدٌ ظَهَرَ رَهْماً ۰ یہ سب لوگ دنیا میں آنے کے بعد خاک میں
مخاستہم فیہا بوال ذواشر مل گئے اور ان کے محاسن اور خوبوں کو مٹی
نے مٹیلا میٹ کر دیا۔

خَلَّتْ دَوْرَهُمْ وَأَقْوَتِ عِرَاصُهُمْ ۰ اُن کے گھر اور دامن اُن سے خالی پڑے
وَسَاقَتَهُمْ نَحْوَ الْمَنَابِئِ الْمَقَادِمِ ۰ ہیں اور مقتدرات نے انہیں موت کی جانب
کھینچ لیا ہے۔

وَدَخَلُوا عَنِ الدُّنْيَا وَمَا جَمَعُوا لَهَا ۰ وہ دنیا اور اس کا ساز و سامان چھوڑ کر چلے
وَضَمَّتْهُمْ تَحْتَ التَّرَابِ الْمَفَاشِرِ ۰ گئے اور گرجھوں (قبروں) نے انہیں مٹی میں
لا دیا۔ (البلیغۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۸)

حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے مواعظ میں سے ایک وہ وعظ بھی ہے
جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

” دنیا کب تک میرے پیچھے لگی رہے گی میں اسے امین بناتا ہوں لیکن وہ
خیانت کرتی ہے۔ میں اسے خیر خواہ سمجھتا ہوں لیکن وہ مجھے دھوکا دیتی ہے
اس نے کسی نے کو پرانے بغیر نہیں چھوڑا۔ وہ مجتمع چیزوں کی بجا اکٹھا کرتی
ہے تو ان میں کھلا ہوا انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ معلوم
ہونے لگتا ہے کہ وہ خود غرض نہیں یا پھر اس کا وہ پوشیدہ انداز ہوتا ہے کہ
دوستوں اور صاحبانِ نعمت سے حد پر آمادہ کرے۔ اس نے مجھے اپنے
انقطاع اور تفریق کے عمل سے آگاہ کر دیا اور اس کا خفیہ اشارہ کر دیا۔“

ان ہی مواعظ میں سے ایک وہ وعظ بھی ہے جسے سفیان بن عیینہ نے روایت
کیا ہے جس میں آپ نے دنیا والوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ:

” ہتاؤ، تمہارے گزرے ہوئے عزیز و اقارب، رشتہ دار وغیرہ کہاں

چلے گئے اور انبیاء و مرسلین کیا ہوئے۔ خدا کی قسم انہیں موت نے پیس ڈالا اور جنہیں دنیا سے رخصت ہوئے تہیں گزر چکی ہیں اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور ہمیں بھی انہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے **وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** •

اگر ہم سے پہلے لوگوں کا بھی یہی طریقہ رہا تو ہم بھی ان ہی کے نشانات قدم پر چلیں گے۔ تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ تم غنقریب ان لوگوں کو پا لو گے جو گزر چکے خواہ تمہاری حفاظت بلند اور مضبوط پہاڑ ہی کیوں نہ کریں۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے اگر انسان زندہ ہی رہتا تو آفتاب طلوع نہ ہوتا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۹۲)

• سب زرارہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نصف شب میں ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دنیا میں زُھل والے اور آخرت سے رغبت رکھنے والے کہاں ہیں تو بقیع کی طرف سے ایک ہالفت غیبی کی آواز سنی جو نظر نہیں آتا تھا کہ ایسی ذات اگر ہے تو وہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی ذات ہے۔ (الارشاد ص ۲۶۲)

• سب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ اسی طرح مذکور ہے۔

(مناقب جلد ۳ ص ۲۸۹)

• سب ابراہیم بن علی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی بن الحسین علیہ السلام کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا تو امام علیہ السلام کے ناتے نے چلنے میں سستی کی تو انہم نے اسے مارنے کے لیے کوڑا اٹھایا لیکن پھر ہاتھ کو روک کر فرمایا، افسوس، اگر قصاص کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اسے ممکن تھا کہ ضرب لگا دیتا۔ (الارشاد ص ۲۶۳)

• سب الارشاد میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کی مسافت کو بیس دن میں طے کر کے پیدل چل کر حج کی سعادت حاصل کی۔ (الارشاد ص ۲۶۴)

②۶ — معجزہ طی الارض اور علی ابن الحسین

حماد بن عطار کوئی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حج کے لیے نکلے اور مقام زبالہ سے ایک شب کی مسافت کے بعد رہی آگے بڑھے تھے کہ سیاہ آندھی آگئی، میں قافلے سے جدا ہو گیا اور اس صحرا میں گم کردہ راہ کی طرح ادھر ادھر پھرنے لگا۔ بالآخر ایک غیر آباد وادی میں پہنچا۔ جب شب کی تاریکی میں اضافہ ہوا تو ایک درخت کے نیچے

جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا جو سفید لباس میں بلوس جس سے مشک کی خوشبو دم بدم آرہی تھی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کوئی ولی اللہ معلوم ہوتا ہے اگر انہوں نے میری موجودگی محسوس کر لی تو ممکن ہے کہ یہاں سے چلے جائیں اور میں کام کے لیے شب کے اندھیرے میں یہاں آئے ہوں انجام نہ دے سکیں۔ لہذا میں نے حتی الامکان خود کو چھپایا تاہم انہوں نے ایک طرف بیٹھ کر وضو کیا اور نماز کا ارادہ کیا پھر یہ دعا پڑھی۔

” یا من احاز کل شئی مدحوتنا وقهر کل شئی جبروتنا اولج قلبی فرح الاقبال علیک والحقنی بمیدان المطیعین لک

اس کے بعد نماز شروع کر دی۔ جب میں نے عبادت الہی میں ان کو بے حس و حرکت دیکھا تو میں اپنے مقام سے اٹھ اُس جگہ پہنچا جہاں انہوں نے وضو کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ میں نے بھی وضو کیا اور ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ نظر اٹھائی تو دیکھا کہ سامنے ایک محراب ہے جیسے ابھی اور اسی وقت بنی ہے۔ اسی دوران میں، میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ وعدہ و وعید کی جو آیت بھی تلاوت کرتے ہیں اُسے ٹھیک اور تھرائی ہوئی غمزہ آواز سے بار بار تلاوت کرتے ہیں۔ غرض جب رات زیادہ گزر گئی تو انہوں نے نماز تمام کر کے یہ دعا پڑھی۔

یا من قصده الطالبون فاصابوه مرشدا و امه الخائفون فوجدوه متفضلاً و لجا الیہ العابدون فوجدوه لوالا متی راحة من نصب لغیرک بدنہ و متی فرح من قصد سواک بنیتہ الی قد نقشع الظلام و لمد اقض من خد متک و طرا و لا من حاض منا جاتک مدر اصل علی محمد والد و افعل بی اولی الامرین بک یا ارحم الراحمین۔

میں ڈرا کہ (یہ نماز تمام کر چکے ہیں) اب روانہ نہ ہو جائیں اور میں انہیں تلاش ہی کرتا ہوا نہ رہ جاؤں۔ بس میں نے بڑھ کر ان کا دامن پکڑ لیا کہ آپ کو اُس ذات کا واسطہ جس نے آپ کے تکان سفر کو دور کیا اور شدید شوق کی لذت عطا کی مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلیں میں راستہ بھول گیا ہوں مجھ سے جس قدر ممکن ہوا گڑا گڑا کرتا جاؤں، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہیں اللہ پر بھروسہ اور سچا لگتی ہو تو کبھی راستہ نہ بھولے۔ خیر اب تم میرے نشان قدم پر پاؤں رکھتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ اس درخت سے ایک سمت کو روانہ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا، مجھے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں کے نیچے کی زمین تیزی سے رواں دواں ہے۔ جب صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا، لو مبارک ہو، سامنے مکہ ہے۔ پھر میرے کانوں میں لوگوں کی آواز کی

آنے لگیں اور حاجی لوگ نظر آنے لگے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کو اُس ذات کی قسم جس سے قیامت کے دن آپ کو امید ہے۔ یہ بتائیے آپ کون ہیں؟

انہوں نے فرمایا، میں علی ابن الحسین (علیہ السلام) ہوں۔ (مناقب جلد ۲ ص ۲۸۳)
• سید حماد بن حبیب سے بھی اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۲ ص ۱۸۹)

۲۷) پروردہ شہب میں فقیروں کی امداد

ایک روایت میں ہے کہ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا اور لوگ خواب غفلت میں ہوتے تو امام زین العابدین (علیہ السلام) اپنے اہل و عیال کے کھانے میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا اسے اکٹھا کرتے اور ایک تھیلے میں لپی لپی اپنے کاندھے پر رکھ کر اپنے چہرہ پر کپڑا لپیٹ کر محتاجوں کے گھروں پر جاتے تھے اور وہ کھانا ان میں تقسیم فرماتے تھے۔ بہت سے لوگ تو اپنے دروازوں پر کھڑے ہوئے آپ کے انتظار میں رہتے تھے جب وہ لوگ امام (علیہ السلام) کو آتے ہوئے دیکھتے تو ایک دوسرے کو اس کی خوشخبری سنا دیتے تھے کہ وہ تھیلے والے آگئے۔ (الارشاد ص ۲۴۵)

۲۸) صدقے کو چوم کر دینا

حلیۃ الاولیاء میں طائی سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین (علیہ السلام) جب کسی کو صدقہ دیتے تھے تو پہلے اُسے چومتے پھر سائل کو دیا کرتے تھے (حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۳۷)

وضاحت : تحت السطور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حلیۃ الاولیاء میں صدقہ کے لیے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ضمیر موتث کی ہے جس کی دو وجوہات ہیں ایک تو صدقے کے اعتبار سے کہ اس کے بارے میں مستحب ہے کہ سائل کے ہاتھ میں دے کر واپس لیا جائے اور پھر چوم کر لے دیا جائے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی روایت معنی بن خنیس سے نقل کی گئی ہے کہ امام (علیہ السلام) نے فرمایا کہ خدا نے جو چیز بھی خلق فرمائی ہے اس کے لیے ایک خازن اور این مقرر فرمایا ہے سوائے صدقے کے، کہ اُسے خود خدا نے تعالیٰ لیتا ہے اور میرے پروردگار تصدق کرتے تھے تو صدقہ کی چیز سائل کو دے کر لے لیتے تھے پھر اُسے چومتے اور اس کو سونگھ کر محتاج کے ہاتھ میں دیتے تھے اس طرح وہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں آنے سے قبل

دستِ خداوندی میں پہنچ جاتا ہے۔ لہذا مجھے بھی یہی پسند ہے :

موتث کی تمیہ کی دوسری وجہ صدقہ دینے والے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہے اس لیے کہ احادیث و اخبار بتاتی ہیں کہ صدقہ دینے والے کا ہاتھ جو مناسبت ہے جیسا کہ عدۃ الداعی کے صفحہ ۴۴ پر ابن فہد حلی نے امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تم سائل کو کوئی چیز دو تو دہی ہوئی شے کو اپنے منہ کی طرف لے جا کر بوسہ دیا جائے اس لیے کہ خداوند عالم اس چیز کے سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خود لے لیتا ہے۔

• شرف العروس میں ابو عبد اللہ دامغانی سے منقول ہے کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) شکر اور بام صدقے میں دیا کرتے تھے۔ کسی نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حَبَبْتُمْ (سورۃ آل عمران آیت ۹۲)

یعنی: ”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے راہِ خدا میں کچھ خرچ نہ کرو گے ہرگز نیکی کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔“

اور جناب امام (علیہ السلام) ان دونوں ہی چیزوں کو پسند فرماتے تھے۔

• حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین (علیہ السلام) کو انگوڑ مر خوب تھی۔ ایک دن مدینہ میں اچھے انگوڑے تو آپ کی ام ولد نے خریدے اور روزے کے افطار کے وقت آپ کے سامنے لا کر رکھے آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور جیسے ہی آپ نے انگوڑوں کی طرف ہاتھ بڑھایا، دروازے پر ایک سائل آگیا، آپ فوراً ہی دست کش ہوئے اور ام ولد سے فرمایا، یہ سارے انگوڑے محتاج (سائل کو دیدو۔ اُس نے عرض کیا، مولانا! سائل کو تھوڑے سے ہی انگوڑے دینا کافی ہیں گے آپ نے فرمایا، نہیں نہیں، ایسا نہ ہوگا۔

چنانچہ وہ سب انگوڑے سائل کو دے دیے۔ ام ولد نے دوسرے دن پھر انگوڑ خریدے اور امام (علیہ السلام) کے سامنے رکھے، معاً دروازے پر سائل آگیا، امام (علیہ السلام) نے پھر سب انگوڑے دے دیے۔ تیسرے دن پھر وہ انگوڑ خرید کر لائی لیکن کوئی سائل نہ آیا امام (علیہ السلام) نے وہ انگوڑے تناول فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ آج ان میں سے کچھ بھی نہ گیا۔ چہل میں اس پر بھی خداوند عالم کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ (الحاسن ص ۲۹۷) (الحاسن ص ۲۹۷) (الحاسن ص ۲۹۷)

• حلیۃ الاولیاء میں حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین (علیہ السلام) نے اپنے گھر کا سامان دو مرتبہ راہِ خدا میں دے دیا۔

• حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب سردی کا موسم ختم ہو جاتا تھا تو آپ سردی کے لباس کو بطور صدقہ دے دیتے تھے اور جب گرمی کا موسم ختم ہو جاتا تھا تو آپ گرمی کے لباس کو بھی بطور صدقہ (خدا کی راہ میں) دے دیا کرتے تھے۔ آپ کے لباس میں ادن کی آمیزش والے کپڑے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا: فرزند رسول! آپ یہ کپڑے ایسے لوگوں کو دے دیتے ہیں جو ان کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے اور نہ وہ لباس ان کے لیے مناسب ہے اگر آپ اس لباس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت کو راہِ خدا میں تصدق کر دیں تو کیا اچھا ہو۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ جس لباس میں، میں نماز پڑھوں اُسے فروخت کر دوں۔ (مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹۲)

۲۹) امام کی کثرتِ عبادت کی وجہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے روزے اور حج کے بارے میں معتب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ عبادت میں بڑی محنت و مشقت سے کام لیتے تھے۔ یعنی قائم اللیل اور صائم النهارات بھر ذکرِ الہی میں مشغول رہتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ بیدگزر ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں آخر اس کی کوئی حد سمجھ ہے کہ آپ دن بدن لاغر، نحیف اور کمزور تر ہوتے چلے جا رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا، کہ کثرتِ عبادت سے میں اپنے رب کا مقرب بنوہ بنا چاہتا ہوں تاکہ اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔ (مناقب بن شہر آشوب)

۳۰) زادِ سفرِ امام؟

عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں حج کے لیے حاجیوں کے ساتھ مکہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جن کا سین مبارک سات یا آٹھ سال کا ہوگا۔ ان کے پاس نہ کھانے کا سامان تھا اور نہ کوئی سواری تھی۔ وہ حاجیوں کے قافلے سے کچھ فاصلے پر اپنے سفر میں مشغول تھے کہ میں معتقدانہ اور شفقانہ انداز میں ان کے قریب گیا، سلام کیا اور عرض کیا۔ صاحبزادے آپ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔؟ انہوں نے وجہ جواب دیا۔ نیکی کرنے والے (باری تعالیٰ) کے ساتھ۔

اس جواب سے میرے دل میں ان کی عظمت پیدا ہوئی۔ میں نے پھر سوال کیا۔ صاحبزادے! آپ کا زادِ سفر اور سواری کہاں ہیں؟ انہوں نے فوراً جواب دیا، میرا زادِ سفر تقویٰ ہے اور میری سواری یہ میرے دونوں پیر ہیں! اور میرا مقصود میرا مولا و آقا ہے۔

ان کے اس جواب نے مجھے حیرتاً اثر کیا جس کی وجہ سے ان کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی اور عزت افزائی ہوئی۔

- میں نے عرض کیا کہ صاحبزادے آپ کس خاندان کے چشم و چراغ ہیں؟
- انہوں نے فرمایا، میں مطہری ہوں۔
- میں نے عرض کیا، ذرا وضاحت فرمائیے۔
- انہوں نے فرمایا، میں ہاشمی ہوں۔
- میں نے پھر یہی عرض کیا کہ مزید وضاحت فرمائیے۔
- انہوں نے فرمایا کہ میں علوی و فاطمی ہوں۔
- پھر میں نے عرض کیا کہ میرے سردار و آقا کیا آپ شعر کہتے ہیں؟
- انہوں نے فرمایا، ہاں ہاں، میں شعر کہتا ہوں۔
- میں نے عرض کیا، اپنے کچھ اشعار تو سنائیے؟
- انہوں نے چند اشعار پڑھے۔ (اشعار صحیحہ و غلطیوں)

لنحون علی الحوض و زادۃ
 نذود و نسقی و زادۃ
 و ما فاز من فاز الا بنا
 و ما خاب من خبتنا زادۃ
 و من سرنا نال منا السرور
 و من ساءنا ساء میلادۃ
 و من مکان غاصبنا حقتنا
 فیوم القیامۃ میعادۃ
 حوض کوثر پر ہم ہی اُس کے، بگیمان ہوں گے۔
 کسی کو وہاں سے دستکاری گے اور کسی آنولے کو
 اُس سے سیراب کریں گے۔
 جو بھی کامیاب ہوگا ہماری وجہ سے ہوگا۔ ہماری
 محبت کا سامان رکھنے والا ناکام اور ناامید نہ رہے گا
 جو ہمیں خوش رکھے گا ہم سے خوشی پائے گا اور ہم
 نے ہم سے بُرائی کی تو سمجھ لو کہ اُس کی پیرائش ہی خراب ہے
 جس نے ہمارے حق کو چھینا (عقوب کیا) ہے
 تو روزِ قیامت اُس کے چُکالے (غصب شدہ حق
 کی دلچسپی) کا دن ہوگا۔
 عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ پھر وہ صاحبزادے نظروں سے غائب ہو گئے یہاں تک کہ میں

بیکر پہنچ گیا اور حج بجالا کر واپس ہونے لگا تو ایک کشادہ ریشیلے نالے کی طرف آیا اور دیکھا کہ لوگوں کا ایک مجمع لگا ہوا ہے اور درمیان اجتماع میں وہی صاحبزادے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون سا جنزادے ہیں۔ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ علی ابن الحسین (امام زین العابدین علیہ السلام) ہیں۔

عبداللہ بن مبارک نے امام زین العابدین علیہ السلام کے وہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جنہیں آپ اس مجمع کے درمیان پڑھ کر شکرنا رہے تھے۔

نحن بنو المصطفیٰ ذو وخصص
یجمعها فی الانام عاظمنا
ہم اولاد مصطفیٰ ہیں اور ہم بڑے غم واندوہ والے ہیں اور ہم میں جو غم کوئی جانے والے ہیں وہی ان کو برداشت کر سکتے ہیں۔

عظیمة فی الانام محنتنا
اولنا مبتلی و اخرنا
تمام مخلوق میں ہمارا امتحان سخت ہے۔ ہمارا اول و آخر دور ویرا مبتلا میں رہا ہے۔

یفج هذا الوری بعیدم
ونحن اعیادنا ماتمنا
مخلوق تو اپنی عید منا کر خوش و ترم ہے لیکن ہماری عیدیں ہمارے ماتم ہیں لوگ خوشی اور حسین سے زندگی گزار رہے ہیں اور ہمارے خوف زدہ افراد کو زندگی بھر کون میسر آسکا۔

وما خصنا به من الشرف
الطائل بین الانام افتنا
ہماری یہ مشکل ہی لیے ہے کہ ہم شرف و بزرگی میں سب پر فائق ہیں۔ ہم اس حال میں ہیں کہ ہمارا حق غضب کرنے والا ہمارے بارے میں باتیں بنانے لگا اور ہمارے خلاف فیصلے صادر کرنے لگا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۹۲)

۳۱) سرز نش غلام یا پروانہ آزادی

ابوبصیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پدربزرگوار نے اپنے ایک غلام کو کسی ضرورت کے تحت باہر بھیجا وہ تاخیر سے واپس آیا تو امام علیہ السلام نے اُسے کوڑے کی ایک ضرب لگائی۔ جس پر وہ رونے لگا اور بولا کہ لے مولا و آقا! علی ابن الحسین علیہ السلام، آپ نے ہی مجھے کام

کے لیے بھیجا اور پھر مارا بھی۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس پر میرے پدربزرگوار رونے لگے اور مجھ سے فرمایا، بیٹا! ذرا قبر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرو کہ ہمارے والدے قیامت کے دن علی ابن الحسین کی خطا کو بخش دینا، پھر غلام سے فرمایا کہ جاہیں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ کے قرآن جاؤں غلام کو آزاد کرنا اس کے مارنے کا کفارہ ہے۔ امام علیہ السلام خاموش رہے۔
(کتاب الزہد از حسین بن سعید احمادی)

• سن عبداللہ بن عطاء سے منقول ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے غلام نے ایک ایسا جرم کیا جس کی سزا کا وہ مستحق تھا چنانچہ امام علیہ السلام نے اسے سزا دینے کے لیے چاہک اٹھایا اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی " قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِكُلِّ ذَنْبٍ لَّا يَسْجُونَ اٰیٰمًا اللّٰہِ (اسماثیہ آیت ۱۲)

ترجمہ " اے رسول! مومنوں سے کہہ دیجیے کہ جو لوگ خدا کے دلوں کی (جو جزا کے لیے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں۔"

غلام نے عرض کیا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ مجھ پر روز جزا کی امید نہ ہو۔ میں تو خدا کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے چاہک ہاتھ سے پھینک دیا اور فرمایا کہ تو غلامی سے آزاد ہے۔
(کشف الغم جلد ۲ ص ۲۹۷)

• سن حسن بن علی راوی ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو اپنا پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور کوڑا نکالا اور اسے صاف ستر کر کے غلام سے فرمایا کہ تم اس کے بدلے میں علی ابن الحسین کے کوڑا لگاؤ۔

یہ سن کر اس نے اس سے انکار کیا، تو آپ نے اسے پچاس دینار عطا فرمائے۔
(کتاب الزہد از حسین بن سعید احمادی)

• سن مروان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھے دو باتوں سے سابقہ پڑا میں میں ایک دنیا کے لیے ہواد دوسری آخرت کچیلنے اور میں نے دنیا کے کام کو ترجیح دی تو شام سے قبل ہی اس کو لایا اور بیکر لیا۔ (نفوس المصد)

• مناقب ابن شہر آشوب میں مذکور ہے کہ نافع بن جبیر نے امام علی بن الحسین علیہ السلام سے عرض کیا کہ، کیا آپ ذلیل و حقیر لوگوں کی جماعتوں میں بیٹھے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان لوگوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہوں جن کی صحبت سے میں اپنے دین کو فائدہ پہنچاتا ہوں۔

• عبد اللہ بن مسکان حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ سر مہینے اپنی کینزوں کو بلا کر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں لوٹھا ہوں گیا ہوں، مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں، لہذا تم میں سے جو نکاح کرنا چاہے میں اس کا نکاح کیے دیتا ہوں یا بیع چاہے تو میں اسے فروخت کیے دیتا ہوں، یا آزادی چاہے تو میں اسے آزاد کیے دیتا ہوں اب اگر ان میں سے کوئی کہتی کہ نہیں۔ تو آپ اس طرح بارگاہ الہی میں عرض پر دلا ہوتے کہ بارالہا! لوگو! رہنا کہ میں نے انھیں اختیار دے دیا اور ان الفاظ کو آپ تین بار ادا فرماتے تھے۔ اگر کوئی خادمہ خاموش رہتی تو امام علیہ السلام اپنی مختدرات سے فرماتے تھے کہ تم اس سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتا ہے؟ پھر امام علیہ السلام اسی کی خواہش کے مطابق عمل کرتے تھے۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۰۳)

۳۲) ہشام اور عظمت امام کا اعتراف

صاحب مناقب نے تاریخ طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ واقفی کا بیان ہے کہ ہشام بن اسماعیل اپنے دو چکرانی میں حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو اذیت پہنچاتا تھا جب وہ حکومت سے معزول ہو گیا تو ولید نے حکم دیا کہ اسے لوگوں کے سامنے لایا جائے، تاکہ ہر مظلوم اپنی شکایت بیان کر سکے۔ وہ (ہشام) کہنے لگا مجھے سوائے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے کسی کا خوف نہیں۔ چنانچہ جب آپ کا اصرار سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ مروان کے پاس کھڑا ہے اسے دیکھ کر امام علیہ السلام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اس بیچارگی کے عالم میں تم میں سے کوئی اس سے تعرض نہ کرے۔

جب امام علیہ السلام جانے لگے تو ہشام نے کہا، اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَاتِهِ۔ "خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالتوں کو کہاں فرار دے۔ ابن فیاض نے اس روایت میں مزید یہ بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام

ہشام کی طرف بڑھے اور فرمایا کہ اگر تو مال کے کسی مواخذے میں پریشان ہے تو ہم تجھے اتنا مال دے سکتے ہیں جو تجھے کافی ہو۔ لہذا تو ہم سے اور ہماری اطاعت کرنے والوں سے اپنے دل کی کشت اور میل کو دور کر دے۔

ہشام نے کہا کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَاتِهِ۔

(تاریخ طبری جلد ۸ ص ۱۰۱، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۰۳)

۳۳) امام کی صداقت اور ایثار

عیسیٰ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ بن حضرت امام حسن علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو ان کے قرض خواہ موجود ہوئے اور انہوں نے اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو عبد اللہ کہنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں دے سکوں۔ البتہ تم میرے چچا زاد بھائی حضرت علی ابن الحسین اور عبد اللہ ابن جعفر میں سے کسی ایک کے بارے میں اطمینان رکھو کہ وہ ادا کر دیں گے۔ قرض خواہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن جعفر تو لیت و لعل کرنے والے شخص ہیں، البتہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام معقول اور قابل وثوق اور سچے ہیں لیکن مالدار نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی اطلاع جناب امام علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا کہ میں قطعاً اس کی ادائیگی کا ضامن ہوں۔

حالانکہ آپ کے پاس غلہ بالکل نہ تھا لیکن قرض خواہوں نے آپ کی بات پر اطمینان و اعتماد ظاہر کیا۔ اور آپ کی بات مان لی، امام علیہ السلام ادائیگی قرض کے ضامن ہو گئے۔ جب غلہ آیا تو خدا نے اتنی برکت عطا فرمادی کہ آپ نے بخوبی قرض ادا فرما دیا۔
(الکافی جلد ۵ ص ۹۷، مناقب جلد ۳ ص ۱۰۳)

• سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو جسے عبد اللہ بن جعفر نے آپ کو دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار میں یا تھا آزاد کر دیا۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۲۷)

• صاحب حلیۃ الاولیاء نے امام زین العابدین علیہ السلام کے صبر کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام علیہ السلام اپنی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ نے گھر میں سے چھینے کی آواز سنی آپ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر قرآنی مجلس میں واپس آ گئے۔ کئی نے پوچھا کہ کیا کسی کا انتقال ہو گیا ہے؟

امام علیؑ سلام نے فرمایا، ہاں۔
اہل مجلس نے آپ سے تعزیت کی اور وہ آپ کے صبر و بلند ہمتی پر متوجہ
امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ ہم اہل بیت رسول ہیں ہم اُس مالک و خالق کے
احکام کی پوری پوری پابند کرتے ہیں اور اُس کی تقسیم پر راضی ہیں اور ان معاملات میں ہم صبر
کرتے ہیں اور صبر پر کامیابی کے بعد شکر خالق اور حمد و ثناء بجالاتے ہیں۔

(نفس المصدر جلد ۳ ص ۱۲۸)

• حدیث الاولیاء میں عتبی سے مروی ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے
جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت ہیں، اپنے فرزند کو کچھ نصیحتیں فرمائیں جن میں
ارشاد فرمایا کہ بیٹا! مصائب پر صبر کرو اور حقوق کے درپے نہ ہو اور اپنے برادر سے اُس امر میں
اتفاق نہ کرو جس کا نقصان تمہارے لیے اُسے نفع پہنچنے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو۔

(نفس المصدر جلد ۲ ص ۱۲۸)

• محاسن البرقی میں مذکور ہے کہ عبدالملک کو یہ خبر ملی کہ امام علی ابن الحسین
علیہ السلام کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہے۔ اُس نے کہا کہ بھیجا کہ وہ تلوار
مجھے عنایت فرمادیں اور اُس کے عوض جو حکم ہو پیش خدمت کروا جائے۔

امام علیؑ سلام نے انکار فرمادیا۔

عبدالملک نے آپ کو لکھا کہ بیت المال سے آپ کا وظیفہ بند کر دیا جائے گا۔
امام علیؑ سلام نے جواباً تحریر فرمایا کہ خداوند عالم اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں
کی تکالیف کا خود ذمہ دار ہے اور وہی رزق تقسیم فرماتا ہے وہ جانتے ہے کہ کس کو کتنا رزق دیا
جانا چاہیے اور وہ ایسی جگہ سے رزق کا انتظام فرمادیتا ہے جس کا لگان بھی نہیں ہوتا، خدا نے بزرگ
کا ارشاد ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يَجِبُ كُلَّ خَوَافٍ كَفُورٍ** (سورۃ الحج آیت ۲۸)
یعنی: (خدا کسی بددیانت ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا۔) اب تم خود ہی فیصلہ کرو
کہ ہم میں سے کون اس آیت مبارکہ کا مصداق ہے۔ (منقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۱۰)

• حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بڑی باری اور انکساری کے بیان میں ذکر
کیا گیا ہے کہ امام علیؑ سلام کے ایک مخالف نے آپ کو سبت و شتم کیا۔ آپ کے ایک غلام
نے برا بھلا کہنے شروع کر کے اُسے مارنے کا ارادہ کیا۔

آپ نے اُس غلام کو ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ ہمارے اندھم سے پوشیدہ
بڑائیاں اس سے کہیں زیادہ ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ پھر اُس سے فرمایا کہ کوئی حاجت ہو تو بیان کرو

یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا اور امام علیؑ سلام نے اُسے لباس عنایت فرمایا اور
ایک ہزار روپے دیئے کا حکم فرمایا جب وہ شخص جانے لگا تو باوا زبند یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ آپ ہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں جس کی میں گواہی دیتا ہوں۔ (منقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۱۰)
• مناقب ابن شہر آشوب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی ابن الحسین
علیہ السلام کو گالی دی (سبت کیا) تو آپ خاموش رہے۔ اُس نے آپ کی خاموشی دیکھ کر کہا کہ
میں نے آپ ہی کو گالی دی ہے۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ تیرا کام گالی دینا تھا، لہذا تو نے وہ کیا ہے جو کام
مجھ سے نظر بچالینا تھا، لہذا میں نے تیری اس حرکت کو نظر انداز کیا۔

(منقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۱۰)

• مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک کینز کے ہاتھ سے
سالن وغیرہ کا پیمانہ چھوٹ کر گرا پڑا۔ خون کے مارے اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

امام علیؑ سلام نے جب اُس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا، جا میں نے تجھے
راو خدا میں آزاد کیا۔ (منقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۱۰)

۳۲ — امام کا عدل و انصاف

مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام
نے اپنے ایک غلام کو اپنی زمین کی ایک عمارت کی دیکھ بھال پر متعین فرمایا۔ جب وہ وہاں پہنچا
تو اُس نے اُس عمارت کو نقصان پہنچایا جس سے امام علیؑ سلام نے اُس کو کوڑے کی ایک
ضرب لگائی، اور پھر افسوس بھی کیا کہ میں نے کیوں اُسے ضرب لگائی۔ جب گھر تشریف لائے تو
اُس غلام کو بلایا، اُس نے دیکھا کہ آپ قمیص اتار کر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے سامنے کوڑا رکھا
ہوا ہے۔ روہ بہ سمجھا کہ اب پھر چٹائی ہوگی۔ وہ خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا۔ امام علیؑ سلام نے
اپنے ہاتھ میں کوڑا لیکر غلام کی طرف بڑھا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں تمہیں نہیں مارا تھا اور اب
یہ مجھ سے ایک لغزش ہوئی ہے کہ تمہیں ضرب لگائی، لہذا تم یہ کوڑا لیکر اپنا بدلہ مجھ سے اتار لو۔
غلام کہنے لگا، میرے آقا، خدا کی قسم! میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ مجھے پھر سزا
دیں گے جس کا میں مستحق ہوں، میرا یہ بے ادبی کیسے کر سکتا ہوں کہ آپ سے اپنا بدلہ لوں۔

آپ نے کئی بار بدلہ لینے کے لیے امر ار کیا لیکن وہ راضی نہ ہوا اور اُس نے اللہ
سے معافی مانگی۔ پھر امام نے قصاص نہ لینے پر وہ عمارت اسی کو بخش دی۔

• سید مناقب ابن شہر آشوب میں حدیثہ الی نعیم اور تاریخ نسائی کے حوالے سے منقول ہے کہ ابو حازم سفیان بن عیینہ اور زہری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری نظریں کوئی ہاشمی، امام زین العابدین علیہ السلام سے زیادہ صاحب فضل و کمال اور عالم فقیہ نہ تھا

(حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۱۳۲ مناقب ص ۱۹۶)
• سید ارشاد خداوندی ہے یدجو اللہ کما یشاء ویثبت کما یرید
اُمُّ الْکَلْبِ ۝ اللہ جس چیز کو چاہتا شادیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اُمُّ الْکِتَاب ہے۔ کے سلسلے میں امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں قیامت تک ہونے والی باتوں کی خبر دے دیتا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹۸)
زہد و تقویٰ اور وعظ و نصیحت کی ایسی بہت کم کتابیں ہیں جن میں یہ الفاظ نہ آئے ہوں کہ حضرت علی ابن الحسین یا زین العابدین (علیہ السلام) نے یوں فرمایا ہے۔ آپ کے اقوال ان کتابوں میں ہر جگہ ملتے ہیں۔ (نفس المصدر جلد ۲ ص ۲۹۹)

• سید بہت سے راویوں نے آپ کے اقوال نقل کیے ہیں جن میں طبری ابن بیع احمد ابن بطلہ البوادری اور مؤلف حلیۃ الاولیاء شامل ہیں۔ کتاب الافغانی قوۃ القلوب شرف المصطفیٰ اسباب نزول القرآن الفائق والترغیب والترہیب میں آپ سے منقولہ روایات مندرج ہیں اور زہری سفیان بن عیینہ نافع اور اعمی مقال واقدی اور محمد بن اسحق نے آپ سے روایات کو نقل کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۹۹)

• سید مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام یوں دعا کیا کرتے تھے کہ۔
”پروردگارا! میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نظر میں میرے ظاہر کو بہتر قرار دے اور میرا باطن تیرے نزدیک بڑا اور قریب ہو۔ پالنے والے! جس طرح میں نے بڑائیاں کیں اور اس کے باوجود تو نے مجھ پر احسانات فرمائے اسی طرح میں آخرت میں جب تیرے دربار میں حاضر ہوں تو مجھ میرے ساتھ ہی طریقہ اختیار فرمائنا۔“
(نفس المصدر جلد ۲ ص ۲۷۷)

۳۵ = لوگوں کے نزدیک نیکی کا مفہوم

اصحیحی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا کہ ایک جوان کو دیکھا جو لوگوں سے علیحدہ پڑنے اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس

تھے جن کے چہرے سے رعب و جلال نمایاں تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ اُن لوگوں سے بھی اپنی خستہ حالت کی شکایت کرنے کو ضروریہ لوگ آپ کی اس کیفیت کی کچھ نہ کچھ اصلاح کر دیتے تو اُنہوں نے یہ بات سن کر اشعار پڑھے۔

• میرا دنیاوی لباس مصائبِ زمانہ پر صبر ہے اور اور میرا آخری لباس خوشی و مسرت ہے۔
• جب بھی مجھے کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے تو میں شرافت کا سہارا لیتا ہوں اُس لیے کہ میں اُس قسم کا فرد ہوں جسے بڑائی و فضیلت حاصل ہے۔

• لباسی للذنیاء التجلید و الصبر
• ونبسی للآخری الباشاشة والبشر
• اذا عترنی امر لجات الی العز
• لا اقی من القوم الذین لہم فخر
• المرتران العرف قد مات اہلہ
• وان الذی والجودضہما قبر
• ولے قبروں میں جا لیٹے۔

• علی العرف والجود السلام فما بقی
• من العرف الا الرسم فی الناس والذکر
• کے طور پر باقی رہ گئی ہے۔

• جب مجھے لوگ دیکھتے ہیں کہ میں بہت جاگتا ہوں تو میری آنکھوں کو انکاروں نے جھلس دیا ہے تو کہتے ہیں کہ:

• وقائلۃ لنا رأتی مسہدا
• کان الحشامتی یلدعہا الجمر
• کا ش آپ کا کوئی باطنی مرض صاف ظاہر ہو جاتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ جس کی وسعت اور فراخی سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے۔

• وہ حالات کا انقلاب، دوستوں کا نہ ہونا اور صاحبانِ فضل و شرف کی موت ہے تو کہتے ہیں کہ زمانہ ایسا ہی ہے۔

• تغیر احوال و فقد احبۃ
• وموت ذوی الافضال قلت کذا الذہر
• اصحیحی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں پہچان لیا کہ وہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں اور میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ یہ صاحبزادے تو اُسی خاندان کے ہیں (جس میں رسالت اور امامت، شرف و وزرگی، عزت و جاہ و جلال، علم و حلم نازل ہوئے ہیں۔)
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۷۷)

• سید منقول ہے کہ جب کوئی سائل امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آتا تھا تو آپ فرماتے کہ مجھے اس شخص سے مل کر خوشی ہوئی جو آخرت کی طرف میرا زاہد راہ لے جا رہا ہے
(نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

• سید حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ پسند نہ تھا کہ وضو وغیرہ کے لیے کسی کی مدد لی جائے۔ آپ وضو کے لیے خود پانی لاتے تھے اور سونے سے پہلے پانی کے برتن کو ڈھانپ دیا کرتے تھے۔ جب رات میں بستر سے اٹھتے تو پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ آپ مسواک کرتے تھے اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور دن کے باقی رہ جانے والے نوافل رات میں پورا کرتے تھے اور فرزند سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! اگرچہ یہ نوافل تم پر واجب تو نہیں ہیں لیکن مجھے پسند ہے کہ تم میں سے ہر ایک نسیکی بجالانے کا عادی بنے اور اس پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ چنانچہ جناب امام علیہ السلام سفر ہو یا حضر نماز شب پڑھنا ترک نہ کرتے تھے۔
(نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

• سید مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس کچھ وہمان بیٹھے تھے کہ آپ کا ایک خدمت گار تنور میں ٹھنڈا ہوا گوشت لے کر جلدی میں آپ کے پاس جا رہا تھا، کباب کی گرم گرم سیخ جناب امام علیہ السلام کے صاحبزادے کے سر پر گر پڑی جو زینب کے نیچے تھے اس کی ضرب اس قدر کاری تھی کہ بچر جاں بحق ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سلام پریشان اور بدخواس ہو گیا۔ جب امام علیہ السلام نے غلام کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ جا میری طرف سے تو آزاد ہے۔ تیرا یہ عمل دانستہ طرد پر نہیں ہوا اور پھر امام علیہ السلام بچے کی تہمید و تکفین وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔
(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

• سید عبداللہ بن امام علی بن الحسین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میرے پردر پردہ گلا کی نماز شب میں مصروفیت کی زیادتی سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ اپنے بستر تک بمشکل پہنچ پاتے تھے۔
(نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۲۸)

• سید یوسف بن اسباط نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان تھا کہ ایک مرتبہ میں مسجد کوفہ میں آیا تو ایک جوان کو دیکھا کہ سجدے میں اپنے رب سے اس طرح مناجات کر رہا ہے کہ ”میرا خاک آلودہ چہرہ اپنے خالق کی بندگی میں جھکا ہوا ہے جو اس کے لائق ہے کہ اُسے سجدہ کیا جائے۔“

میں جب اُس جوان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ امام علی بن الحسین علیہ السلام ہیں

جب صبح ہونے لگی تو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: سر زید رسول! آپ خود کو کیوں اس قدر اذیت میں مبتلا کرتے ہیں آپ کو تو خدا نے ہر طرح سے نفیلت و شرف عطا فرما دیا ہے۔

یہ سن کر جناب امام علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ گئے کہ عمرو بن عثمان نے اسامہ بن زید سے مروی آنحضرت کا یہ ارشاد مجھ سے بیان کیا کہ قیامت کے دن چار آنکھوں کے علاوہ سب اشکبار ہوں گی اُن میں ایک وہ آنکھ ہے جو خوفِ خدا میں روئی ہو اور دوسری وہ جو راہِ خدا میں پھولتی ہو، تیسری وہ آنکھ جو عمراتِ الہی کی طرف سے بند رہی ہو اور چوتھی وہ آنکھ ہے جو سجدہ کرنے میں جاگتی رہی ہو (رات کو عبادتِ الہی میں جاگتی رہتی ہو) جس پر حدِ داؤد عالمِ فخر و مہابا ہوتے ہوئے فرشتوں سے یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ذرا میرے بندے کی طرف تو دیکھو کہ اس کی روح میرے پاس ہے اور بدن میری اطاعت میں مصروف ہے۔ اُس نے اپنے جسم کو بستر پر راحت و آرام پانے سے باز رکھا اور یہ میرے عذاب کے خوف اور میری رحمت کی اُمید سے دعا کرتا رہا۔ لہذا اے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا۔
(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

(۲۶) بعدِ رحلتِ امام کے حسن سلوک کی یاد

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے چچا زاد بھائی کے پاس رات کے وقت بھیس بدل کر جایا کرتے تھے اور انھیں حسبِ ضرورت دینار وغیرہ دے دیتے تھے مگر آپ کے برادرِ عجم یہ کہتے پھرتے تھے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام، تو میرے ساتھ کوئی تعاون ہی نہیں کرتے۔ خدا انھیں کوئی جزائے خیر نہ دے۔ امام علیہ السلام ان کی اس بیہودہ گوئی کو صبر سے سنتے تھے اور ان پر اپنے حسن سلوک کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب امام علیہ السلام کی دنیا سے رحلت ہوئی اور ان کے پاس شب کے اندھیرے میں درہم و دینار دینے والا کوئی نہ آیا تب وہ سمجھ گئے کہ میرے ساتھ وہ حسن سلوک کرنے والے میرے برادر امام علی بن الحسین علیہ السلام ہی تھے چنانچہ وہ امام علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور خوب گریہ و بکا کیا۔
(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

• سب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دعا میں یوں عرض پر راز ہوئے تھے۔ ” پروردگارا! میری حقیقت ہی کیا ہے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائے، تیسری عزت کی قسم میری نیکی تیری حکومت و سلطنت کو مزین نہیں کر سکتی اور نہ میری کوئی بُرائی اسے خراب کر سکتی ہے اور میری مالداروں سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آسکتی اور نہ میری محتاجی و فقری سے ان میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے۔ “

• سب ابن اعرابی کا بیان ہے کہ جب یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اپنا لشکر بھیجا تو امام علی ابن ابی طالب نے چار سو افراد کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کی معاش کے اس وقت تک کفیل رہے جب تک مسلم بن عقبہ کے لشکر کا خاتمہ نہ ہو گیا۔ اسی طرح جناب امام علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے ابن زبیر کے بنی امیہ کو ارضِ حجاز سے نکال دینے کے وقت بھی یہی عمل کیا تھا۔
(نفس المصدر جلد ۲ ص ۳۲)

• سب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی نے یہ عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب آپ سفر کرتے ہیں تو اپنے ہمراہوں سے اپنا نسب چھپائے رہتے ہیں اور اپنی خاندانی حیثیت کو ظاہر نہیں فرماتے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اپنے جدِ امجد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت وہ چیز حاصل کروں جس کا میں حقدار نہیں۔ ایک شخص نے اولادِ زبیر کے ایک آدمی کو گالیاں دیں تو زبیری نے کوئی توجہ نہ کی، پھر بات بڑھی تو زبیری نے امام زین العابدین علیہ السلام کو نازیبا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

زبیری نے کہا کہ آپ میری گالیوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کون سا امر مانع تھا کہ تو نے اس شخص کو کوئی جواب نہ دیا جس نے مجھے گالیاں دی تھیں۔

③۷ = راضی برضائے الہی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک فرزند نے دنیا سے رحلت کی لیکن آپ نے اس پر کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ

غمزہ ہوئے۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے فرزند کی موت پر اس قدر صبر و ضبط کا مظاہرہ فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟
امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہ امر یقینی واقع ہوا ہے جس کی مجھے قبل از وقت توقع تھی۔ اب جبکہ وہ امر واقع ہو گیا تو پھر اس میں ناراضگی اور ناپسندیدگی کیسی۔؟
(نفس المصدر جلد ۲ ص ۲۵)

• سب کشف الغمّ میں طاؤوس سے منقول ہے کہ میں نے ایک شخص کو مسجد الحرام میں میزاب کے نیچے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو دعائیں بجا کر روتے جلتے تھے۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسول! میں نے آپ کو نماز میں اس قدر گہرے کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جوہرین کرنا چاہے۔ آپ کے لیے تو تین فضیلتیں ایسی ہیں جن سے امید ہے کہ وہ آپ کو ہر طرح بے خوف رکھ سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ ہی کے جدِ امجد شفاعت کرنے والے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ خدا کی رحمت آپ کے شامل حال ہے۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات کہ میں فرزندِ رسول ہوں مجھے خدا سے بے خوف نہیں کر سکتی کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ **فَاِذَا اِنْفَخَ فِي الصُّوْمِ فَسَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ لِيَوْمِئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ** (سورۃ المؤمن آیت ۱۰) یعنی: ”جب صور چوڑکا جائے گا تو لوگوں میں نہ تو قرابت داریاں ہی رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔“

جدِ امجد کی شفاعت کا معاملہ تو وہ بھی مجھے بے خوف نہ کر سکے گا اس لیے کہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے: **وَلَا يَتَسَفَعُونَ اِلَّا لِيَمِّنِ اَنْ تَضَى** (سورۃ الانبیاء آیت ۲۸) یعنی: ”اور یہ لوگ اس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی شفاعت (سٹارش) بھی نہیں کر سکتے۔“

اور جہاں تک اللہ کی رحمت کا تعلق ہے تو وہ خود ارشاد فرماتا ہے کہ: **اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ** (سورۃ اعراف آیت ۵۷) یعنی: ”نیکی کرنے والوں سے خدا کی رحمت یقیناً قریب ہے۔“ اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نیک لوگوں میں سے ہوں یا نہیں۔
(کشف الغمّ جلد ۲ ص ۲۵)

• معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں غسل خیر کے لیے قدم بڑھاتا رہوں خواہ وہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔

(الکافی جلد ۲ ص ۸۲)

• حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ ارشاد تھا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اپنے رب کے حضور میں پہنچوں تو میرا غسل درست قرار پائے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۸۲)

• سب شالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مجھے سرخ اونٹوں کی قطار دے اور کہے کہ ذلت نفس قبول کر لو تو مجھے پسند نہیں اور مجھے غصے کے اس گھونٹ کو پی جانے سے زیادہ کسی چیز کا پینا پسند نہیں کہ جس کے بعد میں غصہ دلانے والے سے کوئی تلافی نہ کر سکوں۔

۳۸ = امام کی ملاقات کا ایک عجیب واقعہ

جناب سید مرتضیٰ سے منسوب کتاب "عیون المعجزات" میں ابو خالد کنکر کاہلی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ یحییٰ بن ام الطویل سے میری ملاقات ہوئی جو امام زین العابدین علیہ السلام کی دایہ کے فرزند تھے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جناب امام علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام ایسے مکان میں تشریف فرما ہیں جس میں زرد رنگ کے توشک بچھے ہوئے ہیں، جس کی دیواروں پر استر کاری تھی اور خود بھی رنگین لباس سے آراستہ تھے۔ چنانچہ میں وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھا۔ جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل میرے پاس آنا میں وہاں سے اٹھا اور یحییٰ کے ہمراہ واپس ہوا تو راستہ میں، میں نے یحییٰ سے کہا کہ تم مجھے ایسے شخص کے پاس لے آئے جو رنگین لباس پہنے ہوئے تھا۔ معا میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ بھی کر لیا کہ میں اب ان کے پاس نہ آؤں گا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ذہن میں پیدا ہوا کہ میرا ان کے پاس آنا جو کوئی نقصان نہ دے بات بھی نہیں۔

چنانچہ میں دوسرے دن خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ خیال کیا کہ واپس چلا جاؤں کہ گھر میں سے مجھے بلانے کی آواز آئی۔ میں سمجھا کہ کسی اور کو بلا یا جا رہا ہے۔ لیکن دوبارہ جب میں نے غصے سے تباہی کی

نے کہا کہ کنکر اندر آ جاؤ۔ یہ میرا وہ نام تھا جو میری والدہ ہی لیا کرتی تھیں اور اس نام کا علم سونکا میرے کسی کو نہ تھا۔

میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام علیہ السلام متنی کے بنے ہوئے کمرے میں تشریف فرما ہیں جس میں متنی ہی کا پلاستر کیا گیا ہے اور خود کھجور کی چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور موٹے کھڑکے کپڑے کی قمیص زیب تن ہے۔ یحییٰ بھی آپ کے پاس ہیں۔

امام علیہ السلام نے محمد سے فرمایا کہ اے ابو خالد! تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ میں نے نکاح کیا تھا اور تم نے جو کچھ کل دیکھا تھا وہ میری زوجہ کی مرضی سے تھا اور میں اس کی مخالفت کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور ہم دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ایک نہری طرف لے گئے اور فرمایا کہ تم دونوں یہیں ٹھہرو۔ ہم وہیں کھڑے ہو گئے اور امام علیہ السلام کو دیکھتے رہے کہ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور پانی پر چلنے لگے۔ آپ کے پاؤں کی بلانی بڑی پانی پر نظر آ رہی تھی۔

ابو خالد کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز بلند کی اور کہا کہ بے شک آپ کلمہ کبریٰ اور حجت عظمیٰ ہیں۔ آپ پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ پھر امام علیہ السلام ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تین آدمی ایسے ہیں جو ہر قیامت خداوند عالم کی نظر رحمت سے محروم رہیں گے اور خدا انہیں بلندی عطا نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو ہماری طرف اس قول و عمل کو منسوب کرے گا جو ہمارا نہیں۔ اور دوسرا وہ ہے جو ان امور کو ہم سے نکالے جو ہم سے متعلق ہیں اور تیسرا وہ ہے جو اس کا قائل ہو کہ ان دونوں اشخاص کا اسلام میں سے حصہ ہے۔

(دلائل الامامة از ابن جریر طبری ص ۱۱۱)

• سب مولف علیہ الرحمۃ نے ابن ابی الحدید کی سفیان ثوری سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ابو البختری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے آپ کی صحت و ثناء بیان کی، حالانکہ وہ آپ سے بغض رکھتا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ اپنی زبان سے تو نے میری تعریف بیان کی ہے میں اس سے کم ہوں اور جو کچھ تو اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے میں اس سے کہیں بلند مقام رکھتا ہوں۔

۳۹ = ماہ صیام

محمد بن مہلبان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو امام علی ابن الحسین علیہ السلام اپنے کسی غلام اور کینز کو کسی خطا پر زد و کوب نہ کرتے تھے اگر وہ کوئی خطا کرتے تھے تو اپنے پاس لکھ کر لکھ لیتے تھے کہ فلاں غلام یا کینز نے فلاں دن ایسا کیا۔ اور آپ انھیں کوئی سزا نہ دیتے تھے اور آپ انھیں آداب سکھاتے تھے۔ جب ماہ رمضان کی آخری رات آتی تھی تو انھیں بلا کر اپنے پاس بٹھاتے اور انھیں وہ تحریر پڑھانے کا اعمال نامہ دکھا کر فرماتے تھے کہ اے فلاں! تم نے یہ خطا کی تھی جس پر میں نے تمہاری کوئی سزا نہیں کی، لہذا تمہیں کچھ یاد ہے؟

چنانچہ یہی جواب ملتا کہ فرزند رسول! آپ کی تحریر بالکل صحیح ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام ہر خطا کار غلام یا کینز سے بھی یہی فرماتے تھے اور فردا فردا ایک سے ایک لیتے تھے پھر ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرماتے تھے کہ خدا کی آواز میں یہ تو کہو کہ اے علی ابن الحسین (علیہ السلام) آپ کے رب نے آپ کے ہر اس عمل کو شمار کر رکھا ہے جو آپ نے کیا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ آپ نے ہماری غلطیاں اور خطائیں تحریر کی ہیں جو ہم نے کی ہیں اور اُس ذات کے پاس وہ کتاب ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتی ہے اور آپ کے ہر گناہ و صغیرہ و کبیرہ کو شمار کر رکھا ہے اور آپ اپنے ہر عمل کو اُس کے پاس موجود پائیں گے جیسا کہ ہم نے اپنے ہر عمل کو آپ کے پاس موجود پایا ہے۔ لہذا آپ ہمیں معاف فرمائیے اور ان خطاؤں کو اس طرح نظر انداز کیجیے جس طرح آپ باو شاہِ حقیقی سے معافی کی امید رکھتے ہیں اور جس طرح آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ مالک آپ کی خطاؤں کو معاف فرماوے۔ اسی طرح ہمیں بھی معاف کیجیے تو آپ اُس ذات کو بھی معاف کرنے والا اور اپنے اوپر رحم کرنے والا اور بخشنے والا پائیں گے اور آپ کا رب کسی ظلم نہیں کرتا۔ جس طرح اُس ذات کے پاس لکھا ہوا اعمال نامہ موجود ہے اسی طرح آپ کے پاس بھی کتاب ہے جو ہمارے بارے میں سب کچھ حق اور درست رکھتی ہے اور جس میں ہمارا کوئی گناہ و صغیرہ و کبیرہ ایسا نہیں ہے جس کا احاطہ و شمار نہ کر لیا گیا ہو۔

لہذا اے علی ابن الحسین علیہ السلام! آپ بھی اپنے مقام کی اُس ذات کو ذمہ لیں رکھیے جو آپ کے اُس عادل اور منصف رب کے سامنے ہے جو ربانی کے دلنے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور جو بر و ز قیامت سارے اعمال سامنے لے آئے گا اور ذات پروردگاری حملے اور کبیرہ کے لیے کافی ہے۔ لہذا آپ بھی ہمیں معاف فرمائیں اور ہماری خطاؤں سے چشم پوشی کریں۔ مالک حقیقی آپ کو معاف فرمائے گا اور آپ کی خطاؤں سے صرف نظر کرے گا خود اُسی کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو غلطیوں سے روک دو اور دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں اور کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ خدا تمہیں معاف فرماوے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس گفتگو سے جناب امام علی بن الحسین علیہ السلام نے اپنی ذات کو آزاد دی تھی اور ان غلاموں اور کینزوں کو تعلقین کرنا مقصود تھا اور یہ لوگ بھی آپ کے ساتھ اس آواز کے مطلوب تھے اور حالت یہ تھی کہ جناب امام علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے گریہ فرما رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض پر ولا تھے کہ پروردگارا! یہ تیرا حکم ہے کہ ہم ان لوگوں کو معاف کریں جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہم نے ایسے لوگوں کو تیرے حکم سے معاف کیا۔ لہذا اب تو بھی ہمیں معاف فرما۔ یقیناً تو ہم سے اور تمام مخلوقات سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ تو نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم حاجت مندوں کو اپنے دروازوں سے خالی نہ لوٹائیں۔ اب ہم تیرے پاس سوال اور محتاج کی حیثیت میں آئے ہیں اور تیری بارگاہ کے در پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تیری عطا اور بخشش و کرم کے طالب ہیں۔ لہذا ہم پر اپنا احسان فرما اور ہمیں نا امید نہ پھیر کیونکہ تو ہم سب سے اعلیٰ و بالا و افضل ہے۔

اللہی! تو کریم ہے لہذا تجھ پر کرم فرما! اس لیے کہ میں تیرا بندہ عاجز اور تجھ سے ہی سوال کر رہا ہوں، اے کریم تو مجھے اپنی عطا پانے والوں میں شامل فرما۔

اس کے بعد جناب امام علیہ السلام ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں معاف کیا، تو کیا تم مجھے بھی معاف کر دو گے اور ان باتوں سے درگزر کرو گے جو میری طرف سے تمہاری کسی بڑی حرکت کی بنا پر تمہارے لیے صادر ہوئیں؟ میں ایک بڑا مالک اور ظالم ہوں اُس کے مقابل میں جو میرا مالک، سخی، کریم، عادل، منصف اور فضل و احسان کرنے والا ہے۔ اور میں اُسی کا بندہ و غلام ہوں۔

چنانچہ ان سب نے کہا کہ اے ہمارے آقا! ہم نے آپ کو معاف کیا اور آپ نے تو ہمارے ساتھ کوئی بڑائی نہیں کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بارگاہِ الہی میں دعا کرو کہ پروردگارا! اعلیٰ ابن الحسین کو اسی طرح معاف فرماوے جس طرح انہوں نے ہمیں معاف کیا ہے اور اُنہیں جہنم سے آزاد کرے جیسے انہوں نے طوقِ غلامی سے ہماری گردنیں آزاد کی ہیں۔

چنانچہ وہ سب اسی طرح دعا کرتے تھے اور امام علیہ السلام اس پر آمین کہتے جاتے تھے۔ پھر فرماتے جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اور خدا سے اپنی معافی اور اتنی جہنم سے اپنی آزادی کی امید میں تمہیں معافی دے دی۔ پھر آپ ان سب کو غلامی اور کینزی سے آزاد کر دینے۔ جب عید الفطر کا دن آتا تو امام علیہ السلام انھیں انعامات سے اس قدر لوازتے تھے کہ وہ بے نیاز ہو جاتے تھے۔ کوئی سال ایسا نہ گزرتا تھا کہ ماہ رمضان کی آخری رات میں آپ نہیں

سے کم یا زیادہ غلام و کینز اس آزاد نہ کرتے ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر شب میں افطار کے وقت تک ستر لاکھ ان افراد کو روزِ خ کی آگ سے آزاد فرماتا ہے جو اس سزل کے مستحق ہوتے ہیں۔ جب ماہ رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو خداوندِ عالم اس شب میں لانے افراد کو آزاد کر دیتا ہے جتنے گل ماہ رمضان میں آزاد کیے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے دیکھے کہ میں نے اس دنیا میں اپنے غلام اس امید پر آزاد کیے ہیں کہ وہ مجھے روزِ خ کی آگ سے آزادی عطا فرمائے۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام ایک سال سے زیادہ کسی خادم سے خدمت نہیں لیتے تھے اور جب کسی کو سال کے شروع یا درمیان سال غلامی میں لیتے تھے تو جب شبِ عید آتی تھی تو اسے آزاد کر دیتے تھے اور دوسرے سال ان کے بدلے میں دوسرے غلام لیتے اور انہیں آزاد کر دیا کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل مسلسل تاحیات جاری رہا۔

آپ جب حبشیوں کو خرید فرماتے اور پھر ان کی ضرورت نہ رہتی تو انہیں عرفات میں لاتے تھے اور ان کی پریشاں حالی کو دور کرنے کے سامان مہیا فرماتے تھے اور جب یہ کام مکمل فرمالیتے تھے تو انہیں آزاد کر دینے اور مال عطا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (الاقبال ص ۴۷)

۴۶) عبد الملک کا اعتراض اور امام کا جواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے عم بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی کینز سے نکاح کیا۔ جس کی خبر عبد الملک بن مروان کو پہنچی۔ تو اس نے جناب امام علیہ السلام کو لکھا کہ یہ آپ نے کیسا عمل کیا ہے کہ آپ کینزوں کے شوہر بن گئے؟

امام علیہ السلام نے اسے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خداوندِ عالم نے ان باتوں کو جو گھٹیا اور حقیر بھی جاتی تھیں انقلابِ اسلام کے ذریعے سے برتری عطا فرمائی اور ان کے نقائص کو دور فرمایا اور جنہیں کینہ و ذلیل خیال کیا جاتا تھا اسلام سے انہیں عزت بخشی مسلمان قابلِ ملامت نہیں، ملامت کے قابلِ دور جاہلیت کی باتیں ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام کا نکاح کر لیا اور خود ایک کینز سے شادی کی۔ تو مجھ پر کونسی اعتراض کی بات ہے۔

جب امام علیہ السلام کا یہ خط عبد الملک کے پاس پہنچا تو ان لوگوں سے جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے یوں کہنے لگا۔

مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون شخص ہوں گا کہ جب وہ کسی جمع میں جائے جہاں لوگ اس کی رسوائی کے لیے تیار ہوں۔ پھر بھی اس شخص کے فضل و شرف میں کمی تو کیا بلکہ مزہ

اضافہ ہو جائے۔

حاضرین کہنے لگے کہ وہ تو صرف آپ ہی ہو سکتے ہیں۔

عبد الملک نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس عظمت کا مالک نہیں۔

حاضرین نے کہا، ہم تو بھی سمجھتے ہیں کہ آپ ہی ایسے فرد ہو سکتے ہیں۔

عبد الملک نے کہا، بخدا، یہ امیر المؤمنین اس شرف کا اہل نہیں بلکہ درحقیقت

اگر ایسی ذات ہے تو وہ صرف علی ابن الحسین علیہ السلام کی ذاتِ مقدس ہے۔

۴۱) امام کے ملبوسات

حلبی سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص سے صوف اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی صفائے نہیں۔ اس لیے کہ امام مسلم بن الحسین علیہ السلام مروی کے موسمِ ریشم اور صوف کی چادر اور عاکرتے تھے اور جب گرمی کا موسم آتا تھا تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت راہِ خدا میں بطور صدقہ دیا کرتے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس کپڑے کی قیمت کو جسے پہن کر میں نے خدا کی عبادت کی ہے اپنے خورد و نوش میں لاؤں۔

(تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۶۶)

• سید سلیمان بن راشد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو آگے سے کھلا ہوا سیاہ جُبہ اور سبز و نیلگوں چادر پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

(الکافی جلد ۶ ص ۴۶۹)

• سید حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام پچاس پچاس دینار کا صوف اور ریشم کا بنا ہوا جُبہ اور اسی کی نقش چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

(الکافی جلد ۶ ص ۴۷۱)

• سید ایک دوسری روایت میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام مروی کے موسم میں صوف اور ریشم کا بنا ہوا جُبہ اور اسی کی نقشین چادر اور ڈوپٹی پہنتے تھے اور گرمی کے موسم میں نقشین چادر کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کے طور پر دے دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ” قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي

اُخْرِجَ لِيْهَا وَالتَّيْبَتِ مِنَ التَّرْتِيْقِ (سورۃ الاعراف آیت ۳۲)

”اے رسول! کہہ دو جو چیز تو کو جو زینت کے سامان اور کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں خدا نے

اپنے بندوں کے لیے پیارا کس، کس نے حرام کر دیں۔ اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ خدا کے جائز رزق کو کون حرام کر سکتا ہے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۴۵۰)
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس ایسے نیکیے اور فالیحے تھے جن میں تصویریں بنی ہوئی تھیں اور آپ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۴۴۰)

۴۲ — عذاب الہی سے خوف

محمد بن ابی حمزہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو رات کے وقت صبح کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے قیام کو اتنا طول دیا کہ کبھی اپنے دل سے پاؤں پر اور کبھی بائیں پاؤں پر جھک جاتے تھے۔ پھر میں نے حالت گریہ میں آپ کی مناجات کی یہ آواز سنی کہ ”اے میرے مولا آؤ آؤ! تو مجھے عذاب دے گا حالانکہ میرے دل میں تیری محبت والفت ہے، تیری عزت کی قسم اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تو مجھے اور اپنے دشمنوں کو ایک جگہ جمع کر دے گا اور مجھے بھی ان ہی میں شامل کر دے گا۔“

(الکافی جلد ۲ ص ۵۶۹)

۴۳ — امام اور قرآن کی معیت

زہری سے منقول ہے کہ امام زین العابدین ۲ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مشرق و مغرب کے درمیان رہنے والا ہر شخص مر جائے تو یہ یقین کرتے ہوئے کہ قرآن میرے ساتھ ہے کوئی تنہائی محسوس نہ کروں گا اور کیفیت یہ تھی کہ جب حضرت امام علیہ السلام قرآن مجید کی تلاوت میں حالک یوم الدین پر پہنچتے تو بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے اور یہ خیال ہونے لگتا تھا کہ آپ ابھی دنیا سے رحلت کر جائیں گے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۶۰۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قتل ہونے اور موت آجانے میں خداوند عالم کا یہ ارشاد روکتا ہے کہ۔
”أَوْلَدِيَرُوا أَكْفَانِي فِي الْأَرْضِ نَنْقُضُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا.“
(سورۃ الرعد آیت ۴۱)

یعنی: کیا ان لوگوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ ہم زمین کو (قوتحاتِ اہلام سے) اس کے تمام اطراف سے (سوا کوئی طرف) گھٹانے چلے آتے ہیں؟ اور وہ علماء کا نہ رہنا ہے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۳۹۱)

بخار الاضواء

باب

گریہ امام

اور

تفویضِ امامت

① — اپنے پدر بزرگوار پر گریہ امام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام نے بیس سال اپنے پدر بزرگوار پر گریہ فرمایا جب بھی آپ کے سلسلے کھانا پانی آتا تو رونے لگتے تھے۔

ایک دن آپ کے ایک غلام نے کہا کہ فرزندِ رسول! میں آپ پر قربان ہواؤں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس غم میں فوت نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اپنی اس بیقاری اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جب بھی مجھے بنی فاطمہ کے مقتل کی یاد آتی ہے تو میری آواز گلو گریہ بوجاتی ہے اور گریہ شروع ہو جاتا ہے۔

• سید دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ امام علیہ السلام سے کہنے والے نے کہا کہ آپ کا یہ رنج و غم کبھی ختم ہو گا یا نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا، افسوس کہ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک ہی ان کی نظروں سے غائب ہو گئے تھے تو حضرت یعقوب کی آنکھیں روتے روتے سفید ہو گئی تھیں اور اس غم سے کمر خمیدہ ہو گئی تھی حالانکہ انھیں علم تھا کہ یوسف زندہ ہے اور میں نے تو اپنے پدر بزرگوار، بھائی، چچا اور سترہ جوانان اہل بیت کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ پھر بھلا میرا یہ غم کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔

• سید خلیفہ لا دلیا میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ مزید یہ بھی کہا گیا ہے غم سید الشہداء میں امام زین العابدین علیہ السلام کے رونے کی یہ حالت تھی کہ بینائی جاتے رہنے کا خوف ہو گیا تھا۔ جب آپ کے سلسلے پانی کا برتن آتا تو اُسے دیکھ کر اس قدر روتے تھے کہ وہ برتن آنسوؤں سے مہر جاتا تھا۔

چنانچہ لوگوں نے کہا کہ اب زیادہ نہ روئے۔

آپ فرماتے کہ کیسے نہ رُوں۔ وہ پانی جسے درند اور چرند سب پیتے تھے میرے پایا کو اس کا ایک قطرہ نہ دیا گیا اور ان پر پانی بند کر دیا گیا۔

جناب امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ عمر بھر روئیں گے اگر آپ اپنی جان کو غم بھی کر لیں

تو یہ کوئی زیادہ بات نہ ہوگی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اپنے نفس کو ہی ہلاک کر دیا ہے اور اسی پر میرا گریہ ہے

(مناقب بن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

• سید ابوحنیفہ نے جلوس سے نقل کیا ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

قتل ہوئے تو اُس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بخارک وجہ سے عالمِ عشی ہی تھے ایک شخص دشمنوں سے آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

② — پانچ مشہور گریہ کنال

امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

منقول ہے کہ بہت رونے والے پانچ حضرات گزرے ہیں۔ حضرت آدم، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت فاطمہ زہرا بنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام۔

① حضرت آدم علیہ السلام فراقِ جنت میں اس قدر روتے کہ روتے روتے آپ کے رخساروں پر سیلابِ اشک کی جگہ پر نشانات پیدا ہو گئے تھے۔

② حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اتنا گریہ کیا کہ آنکھوں کی رصارت جاتی رہی، یہاں تک کہ کہنے والوں نے کہا جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے
قَالُوا تَأْتِيهِ تَفْتُوتٌ تَذُكَّرُ يَوْمَئِذٍ إِنَّكَ لَتَكُونُ مِمَّنْ يَظُنُّونَ أَنَّ لَحْمًا مُّجْتَمِعًا
الْهٰٓئِلِكِيْنَ (سورہ یوسف آیت ۸۵)

زجر: ”کہنے لگے کہ آپ تو ہمیشہ یوسف کو ہی یاد کرتے رہے گا یہاں تک کہ بیمار ہو جائے گا یا جان ہی دے دیجیے گا۔“

③ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام پر اتنا روتے کہ قہر خانے والوں کو ان کے رونے سے اذیت پہنچے گی تو وہ بولے کہ باؤ آپ دی کو روئیں اور دل میں خاموشی کریں۔ یا رات میں گریہ کریں اور دن میں خاموش رہیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں طریقوں میں سے ایک پر معالحت کی۔

④ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی دنیا سے جدائی پر اس قدر گریہ فرمایا کہ اہل مدینہ کو اذیت پہنچی۔ بالآخر انھوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے کشتِ گریہ سے سجدہ پر نشان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا قبرِ رسول پر

رونے کے بجائے مقابر شہداء میں جا کر جی بھر کے رویا کرتی تھیں پھر واپس تشریف لاتی تھیں۔
 ⑤ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام میں سال اور بروایت چالیس سال تک اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین مظلوم سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا علیہ السلام پر روتے رہے اور جب آپ کے سامنے کھایا یا پانی لایا جاتا تو گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا کہ فرزندِ رسول! ہمیں آپ پر خدا ہو جاؤں مجھے ڈر ہے کہ کہیں روتے روتے آپ کی جان ہی نہ جاتی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی بیکاری اور ریح کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے، جب مجھی مجھے بنی فاطمہ کا مقتل یاد آتا ہے تو مجھے آواز گریہ گلو گریہ ہو جاتی ہے۔
 (امالی شیخ صدوق ص ۱۴)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر بیس یا چالیس سال گریہ فرمایا۔
 (کامل الزیارة ابن قولیہ ص ۱۴)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نماز کے لیے تیار ہوتے تھے تو صوف کا لباس پہنتے تھے اور آپ کے کپڑے کھڑکے ہوتے تھے اور پھر ایسی جگہ پر جاتے تھے جو صحت اور نامہوار ہوتی تھی وہاں نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن مدینہ کے ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہاں صحت اور گرم پتھر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ آپ نے سجدے میں اس قدر گریہ فرمایا کہ آنسوؤں کی زیادتی کے باعث آپ کا لباس وغیرہ بھی تر ہو گیا تھا۔

• سید اسماعیل بن منصور نے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے جن کا بیان ہے کہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے پاس آپ کا ایک غلام پہنچا جبکہ آپ صحت کے نیچے حالتِ سوجہ میں گریہ فرما رہے تھے۔ غلام نے کہا۔ اے علی ابن الحسین علیہ السلام کیا کوئی صورت ہے کہ آپ کی یہ بیکاری اور ریح ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے سنا اور سر کو اٹھا کر فرمایا کہ تیری ماں تیرے دم میں روتے

سلسلہ اس موقع پر رادی سے غلطی ہوئی ہے کہ امام جعفر صادق نے حضرت علی ابن الحسین کے گریہ کی مدت بتائی ہے۔ یہ لکھنا کہ بیس یا چالیس سال گریہ کیا، امام کے علم امامت سے بعید ہے جو امام علم لکھتی کا حال ہو وہ ایک ہی بات بتائے گا شک و شبہ والی بات ہرگز نہ بتائے گا یعنی امام کو اپنے جد کے بارے میں اتنا بھی علم نہ تھا کہ آپ امام حسین پر کتنا و مر گریہ فرماتے رہے۔ اس لیے یہ روایت شک و شبہ میں پڑ گئی۔ جھڑپ

خدا کی قسم حضرت یعقوب نے ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں نے دیکھے بہت کم مصیبت برداشت کی۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے تکلیف کی شکایت کی اور کہا..... یا اَسْفَى عَلٰی یُوسُفَ "مجھے یوسف کے گم ہوجانے کا کتنا افسوس ہے" جب کہ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے ایک ہی غائب ہوئے تھے۔ اور میں نے تو اپنے پدر بزرگوار اور اہل بیت کی ایک جماعت کو اپنی نظروں کے سامنے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔

• سید امام علیہ السلام کے اسی منہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اولادِ عقیل کی طرف میلان رکھتے تھے تو ایک کہنے والے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ آپ اولادِ جناب جعفر طیار کی طرف کم زرخان رکھتے ہیں نسبتاً جناب عقیل کی اولاد کے؟
 امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اُن کا زمانہ یاد آجاتا ہے اسی لیے اُن کے ساتھ زیادہ رحمہ دل اور نرمی سے پیش آتا ہوں اور ان پر ترس کھاتا ہوں۔
 (کامل الزیارة ص ۱۴)

• سید مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بعض اخبار و روایات حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق کے باب میں بیان کی جا چکی ہیں اور ان حضرات کے گریہ و زکا کے اسباب کی تحقیق کا ہم نے جناب یعقوب علیہ السلام کے واقعات میں ذکر کیا ہے اور جن کا اس جگہ ذکر فائدے سے خالی نہیں۔

③ امام کی ضمانت و صداقت پر اعتماد

عیسیٰ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن حسن کا وقت وفات قریب آیا تو اُن کے قرض خواہوں نے آکر انہیں گھیر لیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ البتہ میرے چچا زاد بھائی علی ابن الحسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر ہیں ان دونوں میں سے جس کو تم پسند کرو اس کی ضمانت لے لو۔

انہوں نے کہا۔ عبداللہ بن جعفر رقم دینے قدرے تاخیر سے کام لیتے اور علی ابن الحسین علیہ السلام اگرچہ وعدے کے سچے ہیں مگر اُن کے پاس مال ہی کہاں ہے کہ وہ تمہارا قرض بلا کر دیں۔

چنانچہ اُن کے پاس آدمی بھیجا گیا اور اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا، میں ضامن ہوتا ہوں۔ یہ قرض غلہ کی فصل پر تمہیں ادا کرونگا

انہوں نے کہا، ہم اس پر راضی ہیں۔

آپ نے فرمایا، ہم اس کے ضامن ہیں۔

جب غلے کی فصل آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنا عطا فرمادیا کہ آپ نے سارا

(الکافی جلد ۵ ص ۷۷)

قرض ادا کر دیا۔

② تفویضِ امامت منجانب اللہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام درجہ شہادت پر فائز ہو گئے تو جناب محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تنہائی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ لے میرے بھتیجے تھیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد کے لیے اپنی نیابت اور عہدہ امامت جناب امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد فرمایا تھا، پھر آپ کے بعد امام حسن علیہ السلام اور امام حسین کو یہ ذمہ داری ملی اور آپ کے پدربزرگوار حضرت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام قتل ہوئے تو انہوں نے اس بارے میں بظاہر کوئی وصیت نہیں فرمائی چونکہ میں آپ کا چچا اور آپ کے پدربزرگوار کا بھائی ہوں اور میں سن اور بزرگی کے لحاظ سے آپ کے مقابلہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کہ منصب امامت مجھے ملے۔ لہذا ایسی صورت میں آپ نیابت و امامت کے سلسلے میں مجھ سے نزاع نہ کریں اور میری مخالفت نہ کریں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا، چچا جان آپ اس امر امامت میں خدا سے خوف کریں اور اس کا دعویٰ نہ کریں جس امر کے آپ حقدار نہیں ہیں۔ میں تو آپ کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ آپ جاہلوں میں سے نہ ہوں کہ ایسے ظلم کا ارتکاب کریں۔

اے چچا جان! میرے پدربزرگوار نے اس منصب کی اپنے سفر عراق سے پہلے ہی مجھے وصیت فرمادی تھی اور اپنی شہادت سے قبل بھی اس بارے میں مجھے اپنا قول دیا اور یہ امامت میرے سپرد فرمائی تھی۔ دیکھ لیجیے، یہ آنحضرتؐ کے ہتھیار ہیں جو میرے ہی پاس ہیں۔

لہذا اس کی طلب نہ کیجیے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کی عمر کوتاہ نہ ہو جائے اور آپ کے حالات پراگتہ نہ ہو جائیں اور خداوندِ عالم نے طے فرمایا ہے کہ سولے نسل امام حسین علیہ السلام کے کسی دوسری جگہ نیابت و امامت کو قرار نہیں دے گا۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں تو اپنے اطمینان کی خاطر حجرِ اسود کے پاس چلیے تاکہ ہم اسے اس معاملے میں ثالث قرار دیں اور اس سے پوچھ لیں کہ امام کون ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان یہ گفتگو مکرم میں ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات خانہ کعبہ جایا پہنچے اور حجرِ اسود کے پاس آئے۔ امام علی ابن حسین علیہ السلام نے جناب محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ بسم اللہ بارگاہِ الہی میں عجز و انکساری کے ساتھ دعا کیجیے اور سوال کیجیے کہ وہ حجرِ اسود کو آپ کے لیے گویا کر دے۔ آپ کے بعد میں سوال کروں گا۔

چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ نے بڑا گڑا کر دعا کی اور حجرِ اسود سے مخاطب ہوئے لیکن حجرِ اسود نے آپ سے کوئی کلام نہ کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ لے چچا جان! اگر نیابت و امامت کا شرف آپ کو حاصل ہوتا، تو حجرِ اسود آپ کو ضرور جواب دیتا۔

جناب محمد بن حنفیہ نے کہا لے بھتیجے! اب آپ بھی سوال کریں۔ چنانچہ امام نے دعا کی اور فرمایا لے حجرِ اسود! میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جسے تجھ میں انبیاء و اوصیاء اور لوگوں کے ميثاق کو قرار دیا ہے کہ تو یہیں واضح عربی زبان میں بتا دے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد امام کون ہے؟

امام علیہ السلام کا فرمانا تھا کہ حجرِ اسود میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوئی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے جائے۔ پھر حکیم خدا گویا ہوا اور صاف عربی زبان میں یہ آواز آئی کہ امام حسین ابن علی علیہ السلام کے بعد نیابت و امامت کے حقدار امام علی ابن ابی طالب ہیں جو جناب خاتمہ زہرا ام دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ واپس چلے گئے اور جناب امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت و امامت کو تسلیم کرتے رہے۔ (الاحتجاج جناب طبرسی ص ۱۳۷)

(الکافی جلد ۱ ص ۲۴۸)

• مختصر لہذا درجات میں بھی بجا لہذا، امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی طرح ذکر ہے۔ (مختصر لہذا درجات از حسن بن سلیمان ص ۱۳۷ مطبوعہ نجف اشرف)

(بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۱۷)

(نیز اعلام النوری ص ۲۵۳ مطبوعہ ایران) اور نوادر الحکمة میں بجا لہذا جناب جابر امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی طرح ذکر ہے۔

• ابو خالد کا بلی نے جناب محمد بن حنفیہ سے کہا کہ کیا آپ اپنے بھتیجے (حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) سے اس طرح خطاب کرتے ہیں کہ وہ آپ سے اس طرح خطاب نہیں کرتے۔؟

انہوں نے جواب دیا کہ وہ مجھے حجرِ اسود کے پاس اس لیے لے گئے تھے تاکہ اُس کے

ذریعے سے امرِ امامت کا فیصلہ ہو جائے۔ چنانچہ حجازِ مسود کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل ملت اپنے بیٹے کے سپرد کیجیے اس لیے کہ وہ آپ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں۔
یہ سن کر ابو خالد امامیہ گروہ میں شامل ہو گئے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۸)

• سب مروی ہے کہ عمر بن علی بن ابی طالب نے امام علی بن الحسین علیہ السلام سے آنحضرتؐ اور امیر المؤمنین علیؑ کے صدقات کے بارے میں عبد الملک کے سامنے نزاع کیا اور کہا کہ اے امیر! میں ایک قابلِ اعتماد و یقین ہستی کا بیٹا ہوں اور یہ ان کے پوتے ہیں میں ان کے مقابلے میں ان صدقات کا زیادہ حقدار ہوں۔

یہ سن کر عبد الملک نے ابن ابی الحسین کا یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:-
ترجمہ :- ہا اطل کو حق نہ بناؤ اور حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار نہ کرو۔

اے علی ابن الحسین علیہ السلام کہڑے ہو جائیے، میں نے یہ صدقات آپ کے سپرد کیے۔

چنانچہ اس فیصلے کے بعد وہ دونوں وہاں سے جانے لگے تو عمر بن علی نے امام علیؑ کی شان میں بیہودہ گوئی کر کے تکلیف پہنچائی۔ لیکن امام علیؑ سلام خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد محمد بن عمرؒ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسلیم بجالائے اور جھک کر آپ کی دست بوسی کی۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا اے میرے ابن عم تمہارے والد کی مجھ سے بے تعلق مجھے تمہارے ساتھ صلہ رحمی سے نہیں روک سکتی۔ لہذا، میں نے اپنی بیٹی خدیجہ کی تم سے تزویج کر دی۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۸)

• سب حج الدعوات میں منقول ہے کہ ولید بن عبد الملک نے اپنے حاکم مدینہ صالح بن عبد اللہ مری کو لکھا کہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو جو اس کے قید خانے میں مقید تھے وہاں نکال کر مسجد نبویؐ میں پانچ سو کوڑے لگاؤ۔

چنانچہ صالح انہیں مسجد میں لایا، لوگ جمع ہوئے اور صالح منبر پر گیا اور سب کو ولید کا خط پڑھ کر سنا، جس میں حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو سزا کا حکم ملا تھا۔ جب وہ منبر سے نیچے آیا تو اس نے انہیں کوڑے مارے کا حکم نہ دیا۔

صالح جب ولید کا خط پڑھ رہا تھا امام زین العابدین علیہ السلام بھی مسجد میں تشریف لے آئے تمام لوگ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور راستہ چھوڑ دیا اور آپ اپنے چچا زاد بھائی حسن کے پاس

پہنچے اور فرمایا۔

اے ابن عم! آپ بارگاہِ انبوی میں دعا و کرب کے ذریعے سے التجا کیجیے اور اللہ کی پناہ حاصل کیجیے اس سے یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔

- حسن کہنے لگے کہ اے ابن عم! وہ کونسی دعا ہے؟
- امام علیؑ سلام نے وہ دعا انہیں تعلیم فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ جناب امام علیؑ سلام تو چلے گئے اور حسن اس دعا کو بار بار پڑھتے رہے۔ جب صالح، ولید کا خط پڑھ چکا اور منبر سے نیچے اُترا تو کہنے لگا کہ میں اس مظلوم شخص کی خصلت و عادت سے واقف ہوں یہ بے قصور ہے۔ لہذا ابھی اس کی سزا کے محلے میں ٹھہر کر فیصلہ کیا جائے گا میں امیر سے اس کے بارے میں گفتگو کروں۔ چنانچہ اس نے ولید کے پاس خط بھیجا جس کے جواب میں اُس نے لکھا کہ حسن کو رہا کر دیا جائے۔ (ہج الدعوات ص ۳۳)

مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس باب کے مناسب بعض اخبار و روایات جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے مکارم و معجزات کے باب میں بیان کی جا چکی ہیں اور بعض کا اولاد جناب امیر المؤمنین سلام اللہ علیہ کے باب ذکر کیا گیا ہے۔

مخارک الاضواء

باب

چند نیک بندگانِ خدا
ہمعصر حکمران و علماء

① — کعبہ کی نئی تعمیر اور سانپ کا واقعہ

ابان بن تغلب ناقل ہیں کہ جب حجاج نے کعبہ کو مسمار کیا تو بہت سے لوگ اس کی مٹی کو اٹھا کر لے گئے جس کی وجہ سے حجاج اس کام کو مکمل نہ کر سکا۔ جب اس نے دوبارہ اس کی تعمیر کرنا چاہی تو ایک سانپ نکلا اس نے لوگوں کو اس کی تعمیر سے روکا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اگر حجاج کو خبر دی۔ اس کی تعمیر ترک کرنے کی وجہ سے وہ بھی ڈر گیا اور منبر پر جا کر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ خدا اس بندہ پر رحم فرمائے کہ جس کے پاس اس بات کا علم ہو، جو ہمارے ابتلاء و امتحان کا باعث بن گئی ہے وہ ہیں اس معاملہ کی خبر دے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس کا علم اگر ہوگا تو ان ہی کو جنہیں میں نے کعبہ میں آتے جاتے دیکھا ہے ان ہی نے اسکی پالش بھی کی تھی اور وہ انہوں سے رخصت ہو گئے تھے۔

حجاج نے پوچھا کہ وہ کون تھے؟
 بوڑھے نے کہا کہ وہ جناب علی ابن الحسین علیہ السلام تھے۔

حجاج کہنے لگا کہ یہی اس کی اصل اور منبع ہیں۔ ان ہی سے پوچھنا ضروری ہے۔ اس نے کسی کو بھیج کر امام علی بن الحسین علیہ السلام کو بلوایا۔ جب امام علیہ السلام تشریف تو آپ نے اُسے بتایا کہ کعبہ کی تعمیر ترک جانے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے جناب ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام کی رکھی ہوئی بنیاد کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا اور اسے کھود کر راستہ بنا دیا گویا تو نے اس کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے کہ جو تو چلے ہے سو کرے۔ لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کر دے کہ جس کسی نے اس کی کوئی چیز بھی اٹھائی ہے وہ اسے واپس لائے۔

چنانچہ اس نے یہی کیا اور ہر شخص اس کی مٹی وغیرہ واپس لایا۔ جب ساری مٹی وغیرہ اکٹھی ہو گئی تو امام تشریف لائے اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب اسے کھودیں۔ جب انہوں نے کھدائی شروع کی تو سانپ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ انہوں نے کھدائی جلدی رکھی جب بنیاد تک کھدائی ہو گئی تو امام علیہ السلام نے کھدائی سے روک دیا اور وہاں بہت جگہ جانے کے لیے فرمایا۔ جب وہ لوگ

وہاں سے بہت گئے تو امام علیہ السلام اس جگہ کے قریب آئے اور اُس پر ایک کپڑا ڈال کر گریہ فرمانے لگے اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اس بنیاد کو مٹی میں چھپایا پھر کاربکروں کو بلا کر فرمایا، اب تم اس کی تعمیر شروع کرو۔ جب دیواریں کچھ بلند ہو گئیں تو امام علیہ السلام نے اس کے اندر مٹی ڈالنے کا حکم دیا پھر وجہ یہ کہنا کہ نبردنی پر واقع ہو چکے اور سیرامی کے ذریعے سے اس تک (اس کے اندر) پہنچا جاتا ہے۔ (الکافی جلد ۴ ص ۲۲۲، عل الشرائع ص ۲۸۵، مناقب بن شہر آشوب جلد ۳ ص ۲۸۱ مطبوعہ مکتبہ مشرق)

② — جہاد کی حج سے افضلیت

منقول ہے کہ ایک مرتبہ عباد لہری کی امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے منکر کے راستہ میں ملاقات ہو گئی تو لہری کہنے لگے۔ لے علی ابن الحسین علیہ السلام آپ نے جہاد اور اُس کی مشقت کو چھوڑ دیا اور حج کو سہل اور آسان سمجھے ہوئے اختیار کر لیا۔ حالانکہ حد راوند عالم کا ارشاد ہے: " اِنَّ اَدْنٰہُ اشْرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ یَاۤتِیْ لَہُمْ الْجَنَّةُ وَاِیْقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اَدْنٰہِ فِیْقَاتِلُوْنَ وَاِیْقَاتِلُوْنَ... سے... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک۔ (سورۃ التوبہ آیت ۱۱۲-۱۱۳)۔ " خداوند عالم نے مومنوں سے ان کی جائیں اذنان کے مال اس بات پر خرید لیے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لیے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (جنگ کرتے ہیں) تو گرفتار کو قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل چلتے ہیں۔" امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہمیں ایسے لوگ مل جائیں جن کی یہ صفات ہوں جن کا ذکر اس آیت میں ہے تو ان کے ساتھ رہ کر حق کی حمایت میں جہاد کرنا حج سے افضل ہے۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۹۱)

• سب مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جناب امام علیہ السلام کی قبولیت دعا کے باب میں آپ کے زمانے کے خالص عبادت گزار لوگوں کے حالات کا بہت کچھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ اختلاف شیخ مفیدؒ میں مذکور ہے کہ ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سیسی نے چالیس سال تک اسی وضو سے صبح نماز پڑھی جو وہ رات کے پہلے حصہ میں کر لیا کرتے تھے اور وہ ہر شب میں قرآن مجید تم کرتے تھے اور ان کے وقت میں دن ان سے زیادہ کوئی عبادت گزار تھا اور یہ خاص و عام کے نزدیک حدیث میں ان سے زیادہ قابل اعتماد۔ یہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے معتمد لوگوں میں سے تھے۔ ان کی ولادت اُس شب میں ہوئی تھی جس میں جناب امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ قتل کیے گئے۔ انہوں نے توڑے سال کی

عمر میں رحلت کی۔ یہ حمدان کے رہنے والے تھے ان کا نام عمرو بن عبداللہ بن علی بن ذی جریں
سید بن سبلع ہمدانی تھا۔ (اختصاص شیخ مفید ص ۱۲۵)

۱۳۰ — نیک بندگانِ خدا کے واقعات

عامر بن حفص سے منقول ہے

کہ عروہ بن زبیر ولید بن عبدالملک کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد بھی تھے ولید
نے ان کے فرزند کو چوپائے خانے میں بند کر دیا جہاں ایک جانور نے انہیں اتنا مارا کہ وہ مردہ
ہو کر گر پڑے اور عروہ کے پاؤں میں عضو کو کھا جانے والا زخم پڑ گیا اور اسی شب میں وہ زخم ان
پوسے پیر پر چھا گیا۔ ولید نے کہا کہ اس پیر کو کاٹ دو تو عروہ نے انکار کیا لیکن جب اس
زخم نے زیادہ زور کیا تو وہ اپنے پیر کے جدا کرنے پر راضی ہو گئے اور اسے آرے سے کاٹ دیا
گیا۔ عروہ ایک بہت بوڑھے آدمی تھے جن کی کسی نے حفاظت نہ کی اور ولید کو اس عمل سے نہ
روکا۔ وہ کہتے تھے کہ میں اس سفر میں بڑی سخت تکالیف سے سابقہ پڑا۔

اسی سال ولید کے پاس بنی عبس کے کچھ لوگ آ گئے جن میں ایک شخص ایسے
تھے کہ جو جسمانی طور پر بہت پتلے ڈبے کمزور اور نایاب بھی تھے۔ ولید نے پوچھا کہ بینائی جانے
رہنے کا باعث کیا ہوا؟

انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر میں نے وادی کے اندر ایک شب ایسی بھی
گزاری کہ جس میں ہمیں سیلاب نے آگھیرا اور میرے خاندان کے تمام افراد، مال و اسباب
اہل و عیال پانی میں بہہ گئے۔ ایک اونٹ اور ایک بچے کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اونٹ تو بیک
کر بھاگ نکلا لیکن میں نے بچے کو چھوڑ کر اونٹ کا پیچھا کیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بچے کے چہینے
چلنے کی آواز سنی۔ میں فوراً ہی واپس ہوا تو دیکھا کہ ایک بھیڑ یا اُسے کھا رہا تھا۔ میں اونٹ کو
پکڑ کر باندھ رہا تھا کہ اُس نے میرے منہ پر ایک لات اتنے زور سے ماری کہ جس سے میری آنکھیں
ضائع ہو گئیں۔ اب میری یہ صورت حال ہے کہ نہ مال ہی رہا نہ اولاد نہ بینائی ہی رہی سب
کچھ کھو بیٹھا ہوں۔

ولید بولا کہ ذرا عروہ کے پاس جا کر اپنے حالات بیان کرو تاکہ انہیں یہ معلوم
ہو جائے کہ دنیا میں اُن سے زیادہ مصیبت زدہ لوگ بھی ہیں۔

عروہ ہے کہ جب عروہ نے مدینہ کا سفر کیا تو اُن کے پاس قریش کے لوگ اور
انصار آئے تو عیسیٰ بن مہر بن عبداللہ نے اُن سے کہا کہ اے ابو عبداللہ مبارک ہو کہ خداوندِ عالم نے

تمہیں بہت نوازا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ کیا ہی عمدہ بات خدا نے میرے ساتھ کی اور مجھے سات بیٹے
عطا فرمائے اور اُس نے مجھے در تک ان سے فائدہ پہنچایا ان میں سے ایک لڑکے کو خولنے
اٹھایا اور چہرہ گئے۔ گویا خدا نے مجھے چھ اعصار و حلال بخشے اور مجھے ان سے فائدہ اٹھانے
کا موقع عنایت کیا پھر ان میں سے ایک کو لے لیا اور پانچ روگے جو دو ہاتھ پاؤں کاں اور آنکھ
تھے۔ اس کے بعد کہنے لگے بار الہا! اگر تو نے انہیں بھی لے لیا تب بھی تو ہی رحم فرمائے گا
اور اگر تو نے مجھے امتحان میں ڈالا تو تو ہی حفاظت کرے گا۔ (امال شیخ طوسی ص ۹۲)

۱۳۱ — معاویہ بن زبید کا تخت نشینی سے انکار

تنبیہ الخواطر میں مروی ہے کہ:

جب قاتل امام حسین و اعزاء یزید کے بیٹے معاویہ نے تخت نشینی سے دست برداری اختیار
کی تو اس نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو! مجھے تم پر زبردستی حکومت کرنے کی کوئی خواہش
نہیں اور نہ مجھے تمہاری ناپسندیدگی کا اعتبار ہے بلکہ میں اور تم ایک دوسرے کے ساتھ اجتہاد
و آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے دادا معاویہ نے امر خلافت میں اُس سہتی کے ساتھ جھگڑا
کیا جو اس معاملہ میں افضلیت اور سابق الامیان ہونے میں اس سے اعلیٰ و ارفع تھے اور وہ حضرت
علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ میرا دادا جس راستہ پر چلا تمہیں معلوم ہے اور تم لوگ
اس کے ساتھ جس راہ پر چلے اس کی بھی تمہیں خبر ہے۔ یہاں تک کہ وہ تو اپنے اعمال کا مواخذہ دارِ عظمیٰ
اور اپنی قسمت میں لیتا ہوا ہے۔ خدا اُس سے درگزر کرے۔ پھر یہ امر خلافت میرے باپ کی طرف آیا
اُس کے لیے مناسب یہ تھا کہ اپنے باپ کی سیرت پر چلے، وہ خلافت کے لائق نہ تھا، وہ اپنے باپ کی
غلطیوں کو اچھا سمجھ بیٹھا لہذا اس کی مدت زندگی کم ہو گئی اس کے نشاندہ مٹ گئے اور اس کی آگ
ٹھنڈی ہو گئی اور اسی ریح نے اس پر ریح کے اظہار کو ہم سے بھلا دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُونَ پھر آہستہ سے کہنے لگا کہ خدا اُس کے باپ پر رحم کرے۔

اس کے بعد بولا کہ میں لوگوں میں تیرا آدمی ہوں مگر اپنے پاس آئی ہوئی چیز سے
بے رغبت ہوں اور رغبت کرنے والے کے مقابلہ میں خلافت سے بہت زیادہ کنارہ کش ہوں۔
لوگو! میںیں متعلقے گناہوں کا تحمل نہیں ہو سکتا تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھوں

میں ہے جو چاہو اختیار کرو اور جسے حاکم بنانا چاہو اسے بنا لو۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مروان
بن حکم کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عبس! حضرت عمر کی سنت اختیار کرو۔ تو معاویہ نے کہا کہ

اس نے پہلے یہ سوال کیا کہ آیا تجھے الوتراب سے محنت تو نہیں، یا تو اس کا ذکر خیر تو نہیں کرتی؟ اگر یہ جواب ملا کہ وہ ایسا کرتی ہے تو وہ شخص اس سے پرہیز کر لیتا ہے اور نکاح نہیں کرتا۔

یہ سن کر حجاج بولا کہ اور کوئی فضیلت ہے؟

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں کسی بچے کا نام علی اور حسن و حسین نہیں رکھا جاتا اور کسی لڑکی کا نام فاطمہ نہیں ہوتا۔

پھر حجاج بولا کہ اور کوئی تعریف ہو تو بتاؤ۔

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں سے ایک عورت نے امام حسین (علیہ السلام) کے سفر عراق کے وقت یہ منت مانی تھی کہ اگر خدائے تعالیٰ امام حسین (علیہ السلام) کو قتل کرے تو وہ دس جالوز بچ کر کے تدر کو پورا کرے گی۔ جب امام حسین (علیہ السلام) قتل ہو گئے تو اس عورت نے اپنی منت کو پورا کر دیا۔

حجاج نے سنا اور کہا کہ کوئی اور فضیلت ہو تو بتاؤ۔

وہ کہنے لگا کہ ہم میں ہر شخص (امیر المؤمنین) علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) سے بیزاری اور برأت کا دعویٰ دار ہے، بلکہ ان پر (معاذ اللہ) لعنت بھیجتا ہے۔ حجاج کہنے لگا کہ اچھا تو اس برأت میں حسن و حسین کو میں زیادہ کیے دیتا ہوں اب اور کوئی فضیلت ہو تو کہو۔ جس پر.....

وہ شخص کہنے لگا کہ امیر عبد الملک نے ہم سے کہا ہے کہ تمہاری حیثیت تو اس باس جی ہے جو ہم سے چٹا ہوا ہو، نہ کہ اس سے علیحدہ۔ تم تو انصار کے بعد انصار ہو۔ جس پر.....

حجاج نے کہا کہ اور کوئی قابل تعریف بات ہے؟ وہ شخص کہنے لگا کہ کوئی اگر ملاحمت و حسن ہے تو بنی اود کا ہے۔ یہ سن کر حجاج ہنس پڑا۔

ہشام بن کلثبی کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ آگے چل کر خدا نے ان کی ملاحمت اور حسن کو چھین لیا۔ (زمرۃ الفوی ص ۶ مطبوعہ ابراہیم ۱۳۳۳ھ)

⑦ — اولیاء اللہ کا درجہ و مقام

حضرت امام محمد باقر (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ عبد الملک خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور امام زین العابدین (علیہ السلام)

اس مردان! تو مجھے میرے دین میں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ ایسے لوگ لے جائے جیسے کہ حضرت عمر کے آدمی تھے میں خلافت کے معاملہ کو شوری کے سپرد کروں گا۔ پھر کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر خلافت مالِ فنیست تھا تو ہم اس سے فائدہ حاصل کر چکے اور اگر یہ ایک بُرائی اور شر ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو اسے مل گیا۔ یہ کہہ کر معاویہ بیٹھ گیا تو اس کی ماں نے کہا، کاش تو حیض کی اولاد ہوتا۔

معاویہ کہنے لگا کہ میں خود یہی چاہتا تھا اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ خدا اس شخص کو دوزخ کا عذاب دے گا جو اس کا ناسرمان ہے اور جس نے دوسرے کا حق چھین لیا ہے۔

(تنبیہ الخوارج ص ۵۸)

مسلم مروی ہے کہ یزید ملعون کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور چار سال حکومت کرے گا۔ اور معاویہ بن یزید اکیس سال کا ہوا اور اس نے چالیس روز تک حکومت کی۔ (الاخصاص ص ۱۲)

⑧ — ایک دشمن آلِ محمد کی یہودہ گوئی

ہشام بن کلثبی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں قبیلہ بنی اود کے لوگوں سے ملا جو اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت دیتے اور جنہوں نے ان کے لیے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کی شان میں یہودہ گوئی کو حرام قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ اسی قبیلہ میں عبد اللہ بن ادریس بن ہانی بھی تھا وہ ایک دن حجاج کے پاس گیا اور اس سے کچھ گفتگو کرنے لگا جس کے دوران حجاج نے اسے جواب میں سخت سست کہا، تو وہ کہنے لگا کہ اے امیر! اس طرح نہ کہو قریش اور بنی ثقیف کے پاس جو جو فضائل و مناقب ہیں وہی ہم لوگوں کے پاس بھی ہیں اور انھیں پیش کر سکتے ہیں حجاج کہنے لگا کہ تمہارے مناقب و فضائل کیا ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہم میں بھی کوئی خارجی نظر نہیں آتا۔ حجاج بولا کہ اور کوئی تعریف؟

وہ شخص کہنے لگا کہ ہم میں سوائے ایک شخص کے کوئی بوڑھی نہیں ہوا اور اس آدمی کو ہم نے ذلیل کر ڈالا اور گناہ کر دیا کہ ہمارے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ رہی۔ حجاج کہنے لگا، اور کوئی تعریف کی بات؟

وہ شخص بولا کہ ہم میں کسی شخص نے کسی عورت سے شادی کرنا نہیں چاہا لیکن

بھی طواف میں مشغول تھے۔ اور آپ نے عبد الملک کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا اور عبد الملک بھی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔

وہ پوچھنے لگا کہ یہ کون ہیں جو ہمارے سامنے طواف کر رہے ہیں اور ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے تو بتایا گیا کہ یہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔

یہ سن کر وہ اپنی جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ذرا انھیں میسرے آگے پیش کر دو چنانچہ امام کو اس کے سامنے لایا گیا۔

کہنے لگا کہ اے علی ابن الحسین علیہ السلام! میں آپ کے پیر بزرگوار کا قاتل تو نہیں ہوں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ میرے پاس تشریف نہیں لاتے۔

امام نے جواب دیا کہ میرے پیر بزرگوار کے قاتل نے اپنے عمل سے اپنی دنیا کو تباہ کر لیا اور میرے پیر بزرگوار نے اُس کے عمل سے اُس کی آخرت کو برباد کر دیا۔ اگر تو اُس جیسا ہوتا پسند کرتا ہے تو ویسا ہی ہو جا جس پر.....

وہ کہنے لگا کہ ہرگز نہیں، میں تو ایسا نہیں چاہتا لیکن آپ ہمارے پاس تشریف تو لایا کریں تاکہ ہماری دنیا میں سے کچھ آپ کو بھی مل سکے اور آپ علیہ سے لوانے جائیں۔

یہ سن کر جناب امام علیہ السلام وہیں تشریف فرما ہو گئے اور اپنی ردا کو کچھ باریگاؤ الٹی میں عرض کیا کہ پروردگار! اے وہ عزت و حرمت دکھاؤ جو تیرے نزدیک تیرے اولیاء کو حاصل ہے۔

عبد الملک بیان کرتا ہے کہ اسی وقت آپ کی چادر ہوتیوں سے بھر گئی کہ جن کی چمک دمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا وہ کون ہے کہ خدا کے یہاں جس کی ایسی عزت و حرمت ہو اور وہ تیری دنیا کا محتاج ہو۔ پھر عبد الملک سے فرمایا کہ تو ہی ان ہوتیوں کو لے لے ہیں ان کی ضرورت نہیں۔

(الحوارج والهجرات ص ۱۳۲)

④ — حق بہ حق دار رسید

الارشاد میں منقول ہے کہ عبد الملک بن عبد العزیز نے بیان کیا کہ جب عبد الملک بن مروان تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے صدقات جو ایک جگہ اکٹھے تھے امام زین العابدین علیہ السلام کو دالیس کے جس پر عمر بن علی بن ابی طالب عبد الملک کے پاس گئے

اور اپنے بیٹے کی جانب سے ظلم کی شکایت کرنے لگے کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) کے مقابلہ میں مجھ پر ظلم ہوا ہے کہ یہ صدقات انھیں مل گئے۔

عبد الملک نے جواب دیا کہ میں تو وہ بات کہوں گا جو ابن الحقیق شاعر نے کہی ہے۔ چنانچہ اس نے اس شاعر کے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”جب نفس کی خواہشوں کی اغراض کسی کو جھکا دیں اور سننے والا کہنے والے کی بات کو خاموشی سے سن لے اور لوگ اپنی عقلوں سے کشتی لڑنے لگیں اور عقل کا لاستہ اختیار نہ کریں تو ہم عدل و انصاف سے فیصلہ دیتے ہیں اور ناحق کو حق نہیں بناتے اور حق کو چھوڑ کر باطل کو نہیں اپناتے۔ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ ہماری عقلیں بیکار ہو جائیں اور ہمارا تذکرہ گناہی میں پڑ جائے اور ہم اپنی شہرت کو خراب کریں۔“

(الارشاد شیخ مفید ص ۶۶)

⑤ — دعا ذریعہ کامیابی ہے

الارشاد میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دعا کے مانند کوئی مفید عمل نہیں دیکھا یہ ضرور ہے کہ بندہ کی بارگاہ الہی میں دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بھی کچھ اوقات مقرر ہیں۔ ان میں سے آپ کی اس وقت کی ایک وہ دعا ہے جب آپ کو ابن عقبہ کے یزید کی طرف سے شکر مدینہ کی سرکردگی کی اطلاع ملی جو اپنی خونریزی میں شہرت کی وجہ سے مسرت بن عقبہ کہا جاتا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں یوں دعا کی۔

”پروردگار! تو نے مجھے کتنی نعمتوں سے نوازا جن کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے اور کتنی ایسی جہتیں آئیں جن سے تو نے مجھے آزمایا لیکن مجھ میں صبر کی طاقت کم ہی رہی۔ اے وہ ذات کہ جس کی نعمت کے مقابلہ میں میری طاقت صبر قلیل ہی لیکن اُس نے میری مدد کو نہ چھوڑا۔ اے وہ احسان والے! جس کے احسان ختم نہیں ہوتے اور اے وہ نعمتوں والے! جن کا شمار ممکن نہیں، محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما، اور مجھ سے اس دشمن کے شر کو دور کر دے میں تیرے ہی ذریعے سے اس کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں اور دشمن کے شر سے تجھے ہی ایک پناہ گاہ سمجھتا ہوں۔“

چنانچہ مسرت بن عقبہ مدینہ پہنچ گیا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ صرف اُس کی نظر

میں امام علی بن حسین علیہ السلام ہی ہیں اور وہ آپ ہی کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا نا چاہتا ہے۔ لیکن جب وہ آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا کتنے مخالفت دیے اور آپ سے قربت اختیار کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب مسروق بن عقبہ مدینہ میں آیا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ جب امام تشریف لائے تو وہ آپ کے ساتھ آرام و احترام سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ مجھے امیر نے حکم دیا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں آپ سے امتیازی سلوک کروں اور آپ کو ایک بہتر مقام دوں۔

چنانچہ وہ امام علیہ السلام کے ساتھ نبکی سے پیش آیا اور خداوں سے کہنے لگا کہ آپ کی سواری کے لیے میرا خیر تیار کرو تاکہ امام علیہ السلام اس پر تشریف لے جائیں اور امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنے اہل بیت کی طرف لوٹ جائے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے اہل بیت کو آپ کی طرف سے پریشان اور شکمند کر دیا اور آپ کے ہمارے پاس چل کر آنے سے ہم نے آپ کو زحمت میں ڈال دیا اگر میرے ہاتھ میں ہوتا کہ میں آپ کے حق کے بقدر آپ کو انعامات سے نوازوں تو میں ضرور ایسا کرتا جس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ امیر نے میرے بارے میں اس قدر عذر سے کام لیا۔

بالآخر جناب امام علیہ السلام اپنے اہل بیت کے پاس روانہ ہو گئے تو مسروق بن عقبہ اپنے ہم نشینوں سے کہنے لگا کہ یہ وہ نیک انسان ہیں کہ جن میں بڑی کائنات تک نہیں جس کی وجہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت و تعلق ہے جو اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے۔ (الارشاد صفحہ ۲۷۷)

① ————— قدرتِ امام

صاحب مناقب نے حلیۃ اللولؤ، وصیۃ الملو و فضائل ابی السعادات سے نقل کرتے ہوئے ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ جس دن عبد الملک بن مروان نے امام زین العابدین علیہ السلام کو مدینہ سے شام کی طرف طلب کیا تو میں خدمتِ امام علیہ السلام میں موجود تھا اور صورت یہ تھی کہ آپ کو لوہے میں جکڑ دیا گیا تھا اور ایک مسلح محافظ دستہ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے اس کی اجازت چاہی کہ میں جناب امام علیہ السلام سے مل کر انہیں سلام کروں اور الوداع کہوں۔ چنانچہ ان محافظوں نے اس کی اجازت دے دی اور میں امام علیہ السلام کے

پاس آیا تو دیکھا کہ آپ کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ کاش میں آپ کی جگہ قید میں ہوتا اور آپ صحیح و سالم رہتے۔

امام علیہ السلام نے سنا اور ارشاد فرمایا کہ اے زہری! کیا تم میری یہ حالت دیکھ کر کہ میسری گدن میں طوق ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں، یہ خیال کرتے ہو کہ مجھے اس قید سے تکلیف اور بے چینی ہے اگر میں چاہوں تو میں اس چوڑے سکتا ہوں۔ چنانچہ میری جس حالت کی وجہ سے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو رنج و غم پہنچا ہے وہ مجھے خدا کے عذاب کی یاد دلاتا ہے۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھ پاؤں ہتھکڑیوں اور بڑیلوں سے نکال لیے اور فرمایا کہ زہری میں ان محافظوں کے ساتھ ہوتے ہوئے مدینہ سے دامن زلوں پر علیحدہ ہو جاؤں گا۔

زہری کہتے ہیں کہ ابھی ہم نے چار راتیں نہ گزاری تھیں کہ امام علیہ السلام چکر کے نگران مدینہ میں آپ کی تلاش میں پہنچ گئے اور انھیں امام علیہ السلام کا کوئی پتہ نہ ملا میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو امام علیہ السلام کے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ انہیں کہاں تشریف لے گئے بعض محافظوں نے کہا کہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ ان کے پیچھے لوگ جا رہے تھے اور وہ بھی چل رہے تھے ہم نے تو ان کے گرد رات جاگ کر کافی اور ان کی نگہبانی کرتے رہے جب صبح ہوئی تو ہم نے ہودج میں ہتھکڑیوں اور بڑیلوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا اور امام علیہ السلام موجود نہ تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبد الملک کے پاس پہنچا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اس سے ساری بات کہہ دی جس پر وہ بولا کہ وہ تو میرے پاس اسی دن تشریف لائے تھے جب وہ میرے حادموں سے جدا ہو گئے تو وہ یہاں آکر مجھ سے کہنے لگے کہ میرے اور تیرے درمیان کیا دشمنی ہے جو تو میرے پیچھے ہو گیا؟

میں نے کہا کہ میرے پاس ٹھہرے تو ان کا رزق مایا اور چلے گئے۔ خدا کی قسم مجھے اُن سے ایسا ڈر لگا کہ میرا سارا جسم خوت سے بھر گیا۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الملک سے کہا کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام ایسے نہیں ہیں جیسا کہ تو خیال کرتا ہے وہ تو عبادتِ الہی میں مشغول رہنے والے انسان ہیں اور انہیں تو ہر وقت اسی کی فکر رہتی ہے جس پر عبد الملک نے کہا کہ ان کا یہ کیا ہی بہترین

مشغلہ ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

• مسد کشف الغمۃ میں بھی زہری سے اسی طرح منقول ہے

(کشف الغمۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

وضاحت : مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں امام علیؑ کا نام لکھا گیا ہے کہ اس کا زہری سے یہ ارشاد کہ اگر تم چاہو کہ مجھے اس حالت میں نہ دیکھو کہ طوق وزنجیر میں گرفتار ہوں تو ہونک کتاب ہے کہ اس سے مقصود یہ ہو کہ میرے لیے ہتھکڑیاں اور بڑیاں کوئی چیز نہیں جس سے تمہیں صدمہ اور تکلیف پہنچی۔ درحقیقت اس سے مجھے خدائے تعالیٰ کے عذاب کی یاد آجاتی ہے کہ وہ عذاب کیسا دردناک ہوگا اور مجھے یہ بات اسی لیے پسند ہے تاکہ میں اسے یاد کرتا رہوں۔

• صاحب کشف الغمۃ نے اس روایت میں امام علیؑ کے نام کے نگرانوں کے اس قول کی وضاحت کی ہے جو انہوں نے کہا کہ ہم نے امام علیؑ کو دیکھا کہ ان کے پیچھے کچھ لوگ چلے جا رہے تھے تو اس کا مقصود یہ ہے کہ ان کے پیچھے جنات بل رہے تھے جو ان کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور اطاعت کر رہے تھے۔

⑩ = مدح امام میں فرزوق کا قصیدہ

الارشاد اور ابن شہر آشوب نے حدیث الادلیاء اور اغانی نیز دوسری معتبر کتابوں کے حوالوں سے نقل کیا ہے جن میں متقدمین و متاخرین علماء اور ائمہ مسلمہ کے دیگر اہل علم کی کتب شامل ہیں جن میں فرزوق کے اس قصیدے کا ذکر موجود ہے جن کی تفصیل آگے چلی کر پیش کی جائے گی۔

چنانچہ صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہشام بن عبد الملک حج کے لیے گیا اور لوگوں کی بھڑکی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا چنانچہ اس کے لیے منبر رکھا گیا جس پر وہ بیٹھا اور اس کے ارد گرد شامی جمع ہوئے کہ اسی اثناء میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے کہ آپ ازار اور چاور اور ڈھے ہوئے تھے اور چہرہ اقدس روشن و تاباں تھا اور دلوں سے آنکھوں کے درمیان پیشانی منور پر ایک ایسا نشان سجدہ تھا جسے منبر ڈھے کا گھٹنا ہوتا ہے آپ نے طوان شردت کیا۔ جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو آپ کے رعب سے مجمع بھٹ گیا اور اس نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا تو ایک شامی کہنے لے امیر! یہ کون ہیں۔؟ یہ سمجھ کر کہ کہیں شامی آپ کے گرویدہ نہ ہو جائیں، اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں

فرزوق شاعر وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ اگر امیر نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا تو کیا ہوا میں انہیں پہچانتا ہوں جس پر شامی نے کہا کہ اے ابو فراس یہ کون ہیں۔ تو انہوں نے فی البدیہہ مدح امام میں یہ قصیدہ پڑھا جس کے بعض بعض حصوں کا ذکر حلیتہ اغانی اور صاسر میں موجود ہے اور یہاں قصیدے کے اکتالیس اشعار کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

• اے خود و کرم کا مقام پوچھنے والے، آئیں تجھے بتانا ہوں کہ کرم و سخاوت کہاں ہیں یہ تو ہیں کہ جن کے قدم کی جگہ کو مکہ پہنچاتا ہے اور خانہ کعبہ اور حل و حرم اچھی طرح جانتے ہیں۔
• یہ خدا کے بندوں میں افضل ہستی کے فرزند ہیں یہ پرہیزگار پاک و پاکیزہ اور سردار ہیں۔ یہ وہ ذات ہیں کہ حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے پدر بزرگوار ہیں اور جن پر روزا دل سے خداوند عالم درود و سلام بھیجتا ہے۔

• اگر کوئی کہے اس آنے والے کو جان لے جو اس کا بوسہ لے رہا ہے تو وہ اس کے نشان قدم کا بوسہ لیتا ہوا گر جائے۔
• یہ امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں کہ جن کے پدر بزرگوار حضور ختمی مرتبت ہیں کہ جن کے نور ہدایت سے امتوں نے ہدایت پائی۔

• جن کے چچا جناب جعفر طیار اور جناب حمزہ شہید ہیں جو روزگاہ کے شیر ہیں کہ جن کی محبت کی قسم کھائی جاتی ہے۔
• یہ وہ ہستی ہیں جو عالمین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور ان مرد میدان و صحی رسول کے نعت جگر ہیں کہ جن کی شمشیر میں دشمنان اسلام کے لیے عذاب ہے۔

• جب انہیں قریش دیکھتے ہیں تو ان میں کا کہنے والا بلول اٹھتا ہے کہ ان کے جو انمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے۔
• قریب ہے کہ دیوار کعبہ کا رکن حجر اسود ان کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑے جب کہ وہ اسے چومنے کے لیے آئیں۔

• تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں انہیں ضرور سنا نہیں، سارا عرب و عجم جانتا ہے کہ تو نے کس شخص کی عظمت کا انکار کیا ہے۔
• یہ ہستی عزت کی بلندی پر اس طرح چڑھی ہے کہ اس کے حاصل کرنے سے عرب اور عجم کے مسلمان قاصر ہو گئے۔
• وہ حیائے نگاہ کو نیچا رکھتے ہیں اور ان کے سامنے ہیبت سے لوگوں

- کی نگاہ نیچے رہتی ہے، ان کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود مسکراتے ہوں۔
- ان کی پیشانی کے نور سے اندھیرے میں اُجالا آجاتا ہے جس طرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی پھٹ جاتی ہے۔
- ان کے ہاتھ میں بید مشک ہے جس کی خوشبو ہر سمت پھیلی ہوئی ہے اور اس خوش جمال کے ہاتھ میں ہے کہ جس کی ناک اونچی ہے۔
- انھوں نے سوائے تشہد کے لا کبھی نہیں کہا اگر لا ایلہ الا اللہ میں لانا ہوتا تو ان کا لا نعم بن جاتا۔
- ان کے وجود کی کونیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخت کے وجود سے ہوئی ہے ان کے جسمانی عناصر اور عادت و خصلت پاک و پاکیزہ ہیں۔
- یہ قوموں کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں جبکہ وہ قرض کے بوجھ تلے دب جاتی ہیں۔ وہ شیریں عادات رکھنے والے ہیں۔
- ان کے پاس ساری نعمتیں شیریں ہی ہوتی ہیں یہ جو کچھ کہتے ہیں وہی تو تمام لوگ کہتے ہیں اور جب یہ کلام کرتے ہیں تو ان کے کلمات انھیں زینت بخشے ہیں۔
- اگر تو نہیں جانتا تو سن! کہ یہ حضرت فاطمہ زہرا صدوات اللہ علیہا کے بیٹے ہیں اور انہی کے جد بزرگوار پر نبوت کا اختتام ہوا ہے
- خدا نے ازل سے انھیں فضیلت دی ہے ان کے شرف و بزرگی کے لیے قلم کو لوح پر پھیلایا ہے۔
- ان کے جد بزرگوار وہ ہستی ہیں کہ سارے انبیاء کی فضیلتیں انہی کیلئے ہیں اور ان کی امت کی وہ فضیلت ہے کہ تمام امتیں جس سے واقع ہیں۔
- انھوں نے احسان سے تمام مخلوق کو گھیر لیا ہے جس کا وجہ سے مخلوق سے رنج و غم محتاجی و افلاس جاتا رہا۔
- ان کے دونوں ہاتھ مخلوق کے مسر یا درس ہیں کہ جن کا نفع اور احسان عام ہے اور جو اپنے فیوض کو جاری کرنا چاہتے ہیں جن پر افلاس اور محتاجی نہیں آتی۔
- یہ نہایت نرم عادت والے ہیں ان کے جلدی کے کاموں سے کوئی خوف نہیں آتا، ان کی دو خصلتوں 'بُردباری اور کرم' نے انھیں آراستہ و مزین کر دیا ہے۔
- یہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ یہ تو مبارک خیالات والے ہیں ان کا سخن دیکھتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو یہ دانا اور عقلمند نظر آتے ہیں۔

- یہ اس گروہ میں سے ہیں کہ جن کی محبت دین و ایمان ہے اور جن سے عداوت رکھنا کفر ہے اور جن سے فرقت رکھنا نجات کا باعث ہے
- انہی سے محبت کی بدولت سخت سے سخت مشکلات اور سختیاں دور ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے نیکیوں میں زیادتی ہوتی ہے۔
- خدا کے ذکر کے بعد فریضہ میں انہی کے ذکر کا درجہ ہے اور انہی کے ذکر پر ختم تام ہے۔
- اگر متقیوں کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں اور اگر یہ پوچھا جائے کہ دسے زمین پر بہتر کون ہیں تو وہ یہی نظر آتے ہیں۔
- جہاں یہ پہنچتے ہیں وہاں کسی جوان مرد کے پہنچنے کی طاقت نہیں کوئی قوم ان کی برابری نہیں کر سکتی خواہ وہ سخاوت والے ہی کیوں نہ ہوں۔
- جب قحط کی تکلیف لوگوں کو بگاڑ دیتی ہے تو یہ بارانِ رحمت ہو کر برتے ہیں، جب جنگ کا مہر گرم ہو جائے تو یہ کوہِ سہمی کے شیروں کے بیٹے کے شیر ہیں۔
- مذمت ان کے صحن میں اترنے سے ان کا رکتی ہے اور ان کے ہاتھ عطا و بخشش میں بڑھے ہوتے ہیں!
- تنگی ان کے ہاتھوں کی فراخی کو روک نہیں سکتی، ان کے سامنے دونوں ہی برابر ہیں خواہ مالدار ہوں یا نہ ہوں۔
- وہ کون سے قبائل ہیں جو ان کی اس افضلیت کی وجہ سے کہ جس کا آغاز ہی فضل و اکرام ہے ان کے غلام نہیں ہیں۔
- جو خدا کو پہچانتا ہے وہ ان کی فضیلت کو بھی خوب جانتا ہے اور امتوں نے دین کو انہی کے گھر سے پایا ہے۔
- ان کے گھر قریش میں ہیں کہ جن سے آفتوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور فیصلہ کے وقت یہی ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں۔
- ان کے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی الاصل ہیں اور آپ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سید و سردار ہیں۔
- جن کی شجاعت کی بدگواہ ہے اور اُحد کی گھاٹیاں شاہد ہیں اور خیر و خندق، نیز فتح کے دن جنھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔
- موکہ، خیبر و حنین ان کی شجاعت کی گواہی دیتے ہیں اور قریش میں وہ دن

گواہ ہے جو سخت تھا اور جنگ کا غبار اُڑا رہا تھا اور بہت سے وہ مواقع گواہی دیتے ہیں جو صحابہ پر مصیبتیں لائے ہیں ان کو نہیں چھپا سکتا جیسے کہ دوسرے لوگوں نے ان واقعات پر پردہ ڈال دیا۔

اس قصیدے کو سن کر ہشام غصہ میں آگیا اور اس نے قصیدے کے اشعار کی نشر و اشاعت کو روک دیا اور کہنے لگا کہ کیا تو ہمارے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتا؟

فرزدق نے جواب دیا کہ ان کے جد اور ماں باپ جیسا تو کسی کو لے آؤ میں اس جیسی مدح کرنے کو تیار ہوں۔

نتیجہ یہ کہ ہشام نے مکہ و مدینہ کے درمیان مقام عسفان میں فرزدق کو قید کر دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے پارہ ہزار درہم فرزدق کو دینے کا حکم فرما کر پہلا بھیجا کہ اے ابو فراس ہماری جانب سے عذر قبول کرو اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو ہم اور زیادہ صلہ بھیجتے۔

فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کیے کہ فرزند رسول! میں نے جو کچھ کہا ہے خدا اور اُس کے رسول کے غضب سے نجات پانے کے لیے کہا ہے اور میں اس کے عوض میں کچھ بھی نہ لوں گا۔

امام علیہ السلام نے وہ درہم فرزدق ہی کو واپس کیے اور اپنے حق کی قسم دے کر فرمایا کہ انھیں قبول کرو۔

چنانچہ فرزدق نے قبول کر لیے پھر فرزدق نے قید کی حالت میں ہشام کی بھولکھ ڈالی جس کے دو شعروں کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

کیا اس نے مجھے مدینہ اور اس جگہ کے درمیان قید کر دیا کہ جس کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوتے اور توبہ کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ وہ سر کو پلٹتا رہتا ہے جو کسی سردار کا سر نہیں ہے اور آنکھوں کو گردش دیتا رہتا ہے جو بھیگی ہیں کہ جن کے عیب ظاہر ہیں۔

(از دیوان فرزدق جلد ۱ ص ۵)

ہشام کو اس بھوکے خبر ہوئی تو اس نے فرزدق کو رہا کر دیا۔ ابو بکر ملاف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ہشام نے انھیں بصرہ کی طرف نکال دیا۔ (الناقب جلد ۳ ص ۲۰)

معرفة اخبار الرجال کشی میں بھی عبید اللہ بن محمد بن عائشہ سے اسی طرح مذکور ہے (معرفة اخبار الرجال الکشی ص ۸۶)

فرزدق کے اس قصیدہ کا ذکر جو انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں ہشام کے روبرو پیش کیا، علماء متقدمین و متاخرین کی مندرجہ ذیل کتابوں میں اس واقعہ اور قصیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(الاختصاص شیخ مفید ص ۱۹۱) کشف القماری جلد ۲ ص ۶۶۷ - الخواص والخواص لرفعی ص ۱۹۵
المالی سیرت نفی جلد ۱ ص ۶۷ - ۶۹ - میون المعجزات ص ۶۳)

علماء متاخرین کے حوالوں کی اتنی کثرت ہے کہ سب کا بیان کرنا باعث طوالت ہے اگرچہ امام اہل اسلام کے علمائے کبار نے بھی کثرت کے ساتھ اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے لیکن طوالت کے خوف سے بعض حضرات کے حوالے قلمبند کیے جاتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

صفة الصفوة ابو الفرج ابن جوزی جلد ۲ ص ۵۲ ، طبقات ابن عساکر الشافعی ص ۱۵۳
شذرات الذمب ابن عماد حنبلی جلد ۱ ص ۱۳۲ ، مرآة الجنان یافعی جلد ۱ ص ۲۳۹ ، تاریخ ابن عساکر در حالات امام زین العابدین سلام اللہ علیہ و فیات الامکان ابن خلکان مطالب السؤل ابن طلوش شافعی ص ۹۷ مطبوعہ ایران ، فصول ثمر ابن صباغ مالکی ص ۱۹۲ مطبوعہ نجف تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۱۸۵ مطبوعہ ایران ، حیوة الحیوان دمیری ، شواہد المغنی ص ۱۲۹ مطبوعہ نجف اشرف ، شرح دیوان حماسہ خطیب تبریزی جلد ۲ ص ۲۱ ، شرح شواہد الکبریٰ عینی جلد ۲ ص ۵۱ ، زہر الادب قیروانی جلد ۲ ص ۶۵ ، شرح رسالہ ابن زیدوں ابن نباتہ مصری جلد ۲ ص ۱۲۳ ، ابدایۃ و النہایۃ ابن کثیر شامی جلد ۹ ص ۱۸۸ ، صواعق محرقة ابن حجر ص ۱۹۸ مطبوعہ مصر۔ نور الابصار شبلنجی ص ۱۲۹ ، دیوان فرزدق ماوی جلد ۲ ص ۶۳)

اس مقام کی مناسبت سے ایک عجیب بات نقل کی گئی ہے کہ زعمشری نے کتاب الفائق میں فرزدق کی امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرزدق کے مدحیہ اشعار یا ایک شعر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امام کے ہاتھ میں خیزران (بید مشک) ہے تو قیسی کہتے ہیں کہ فرزدق کے شعر میں ”جنہی“ (خیزران) کا لفظ آیا ہے جسے معلوم کر کے مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا لفظ ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ مجھ سے بعض اصحاب نے اس لفظ ”جنہی“ کے بارے میں دریافت کیا لیکن اس کا مجھے کوئی علم نہ تھا تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں جب میں رات کو بستر پر سو گیا تو ایک شخص خواب میں آیا اور کہنے لگا کہ ”جنہی“ کے بارے میں تمہیں بتانا ہوں۔
میں نے کہا کہ میں تو اس لفظ کو جانتا ہی نہیں۔

وہ شخص کہنے لگا کہ خیزران کو کہتے ہیں۔
میں نے اس سے اس کی مثال چاہی تو اس نے مجھے اس کی مثال دی اور
میری آنکھ کھل گئی۔ میں بہت تعجب میں رہا۔ ابھی کچھ وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ میں نے ایک
شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "اس کے ہاتھ میں جنہی ہے" اور میں یہ جانتا تھا کہ اس کے
ہاتھ میں خیزران ہے (بیدمشک) اب معلوم ہوا کہ جنہی، بیدمشک کو کہتے ہیں۔
(الغنائق زشمشری جلد ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر)

۱۱) قصیدہ کا واقعہ فرزدق کی زبانی

فرغان جو فرزدق شاعر کے
راہوں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ عبدالملک بن
مروان کے ساتھ میں حج میں تھا تو اس نے حقارت آمیز نظر ڈالتے ہوئے امام زین العابدین
علیہ السلام کے لیے کہا کہ یہ کون ہیں؟

فرزدق کہتے ہیں کہ میں نے مرح امام میں فی البدیہہ اپنا پورا قصیدہ پڑھا۔ اور یہ
عبدالملک وہی ہے جو انہیں ہرسال ایک ہزار دینار وظیفہ کے طور پر دیا کرتا تھا لیکن یہ قصیدہ
سن کر اس نے یہ وظیفہ بند کر دیا۔ فرزدق نے اس کی شکایت جناب امام علیہ السلام سے
کی اور اس کی درخواست کی کہ آپ اس کے بارے میں عبدالملک سے بات چیت کریں تو امام
نے فرمایا کوئی بات نہیں اپنے مال سے تمہیں وہی سب کچھ دوں گا جو تمہیں عبدالملک کی طرف سے
ملا تھا۔ اس بات سے فرزدق نے کچھ ناک بھوں چڑھائی اور عرض کیا کہ فرزند رسول! میں نے
مال لینے کے لیے تو یہ کام نہیں کیا تھا، یہ تو محض حمولہ ثواب کے لیے تھا۔ مجھے خدا کی طرف سے
آخرت کا ثواب اس دنیا کے ثواب سے زیادہ محبوب ہے جو فوری طور پر مل جائے اس
کا صلہ تو مجھے خداوند عالم عنایت فرمائے گا۔

فرزدق کہتے ہیں کہ میرا معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے ربط ضبط
قائم ہوا جو نبی ہاشم کے دولت مندوں میں صاحب فضل و شرف تھے۔ اوہوں میں ان کا شمار
تھا اور ایک عظیم اشران حیثیت کے مالک تھے۔ وہ فرزدق سے پوچھنے لگے کہ تمہارا کیا اندازہ ہے
کہ کتنی عمر تمہاری باقی رہ گئی ہوگی؟
انہوں نے کہا کہ میرا بیس سال کا اندازہ ہے۔
معاویہ بن عبداللہ نے لگے کہ میں یہ بیس ہزار دینار اپنے مال سے تمہیں دے رہا

ہوں تم جناب ابو محمد امام علی ابن الحسین علیہ السلام کو معاف رکھو اور انہیں زحمت نہ دو۔ خدا نے
انہیں عزت بخشی ہے مجھ اور تمہارے بارے میں کسی سے گفتگو کریں اور کچھ سوال کریں۔
فرزدق نے انہیں بتایا کہ میں جناب ابو محمد امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا تھا تو انہوں نے اپنی طرف سے مجھے رقم پیش کی تھی۔ میں نے یہی عرض کیا تھا کہ میں نے
تو اس قصیدہ کے صلہ کو آخرت کے بدلہ پر غور کر دیا ہے۔ دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں
خدا مجھے اس کا اجر دے گا۔ (الاختصاص ص ۱۹۱)

۱۲) فرشتے اور روضہ رسول کی حفاظت

صاحب مناقب تحسیر
کہتے ہیں کہ لیث خزاعی نے سعید بن میتب سے مدینہ کی لوٹ مار اور جنگ حرہ کے
واقعات دریافت کیے کہ وہاں کیا کچھ ہوا۔؟

وہ کہنے لگے کہ کیا پوچھتے ہو، یزیدی لشکر نے وہاں مسجد کے ستونوں سے گھور
باندھے اور میں نے خود دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے گرد گھوڑے بند
ہوئے ہیں۔ چنانچہ تین دن تک مدینہ کو لوٹا گیا اور میں اور امام زین العابدین علیہ السلام آنحضرت
کی قبر اورد پر گئے رہے اور امام علیہ السلام نے وہاں کچھ ایسے الفاظ زبان پر جاری کیے جو میری
سمجھ میں نہیں آئے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا ہم
نے نماز ادا کی، ہم تو لوگوں کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ ہمیں نہیں دیکھتے تھے۔ ہم نے ایک سبز لوش
شخص کو کھڑا ہوا دیکھا جو سفید رنگ، سیاہی مائل دم کے گھوڑے پر سوار تھا اور جس کے ہاتھ
میں ایک نیزہ تھا اور وہ امام علی ابن الحسین علیہ السلام کے ساتھ کھڑا تھا جب کوئی حرم رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنا چاہتا تو وہ سوار اس کی طرف نیزہ کو بڑھاتا تھا اور اس کے
گلے سے پہلے ہی وہ شخص مر جاتا تھا۔

۱۳) امام اور حسن بصری کا مکالمہ

مناقب میں مذکور ہے کہ حضرت امام
علی ابن الحسین علیہ السلام نے حسن بصری کو حجرِ اسود کے پاس کھڑا ہوا دیکھا کہ کوئی فقہ بیان
کر رہے ہیں۔
امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے آپ کو موت پر راغب کر لیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ نہیں۔
امام علیؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے آپ کو حساب کے لیے تیار کر لیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ نہیں۔
پھر امام علیؑ نے فرمایا کہ تم نے دارالعمل کی تیاری کی ہے۔؟
انہوں نے کہا کہ نہیں۔

امام علیؑ نے فرمایا، کیا اس گھر کے سوا کوئی اور گھر جائے پناہ ہے؟
انہوں نے کہا کہ نہیں۔
امام علیؑ نے فرمایا، پھر تم لوگوں سے باتیں کر کے انہیں طواف سے کہوں

روک رہے ہو؟
یہ فرما کر امام علیؑ تشریف لے گئے اور جن بھری کہنے لگے کہ میں نے کسی سے ایسے کلمات نہیں سنے، تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟

لوگوں نے کہا کہ یہ امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔
حسن بھری بول اٹھے ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پہ آیت ۲۴) بعض کی اولاد کو بعض سے خدانے برگزیدہ کیا ہے اور حق اس کی سنتا اور سب کو جانتا ہے۔)
(المناب جلد ۳ ص ۲۹۷) (احتجاج طبرسی ص ۱۷۱)

۱۳۔ زہری اور عقیدت جناب امام

کہا جاتا ہے کہ زہری بنی اُمیہ کے کارندے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص کو انہوں نے سزا دی اور وہ شخص اس میں مر گیا۔ چنانچہ یہ دیکھ کر زہری حیران و پریشان وہاں سے چل دیے۔ وہ گھبرائے ہوئے تو سچے ہی ایک غار میں پناہ لی اور نو سال تک اس میں رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے گئے تو زہری خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ جناب امام نے ان سے فرمایا کہ میں تمہاری نا اُمیدی اور ما پوسی سے اتنا خائف ہوں کہ تمہاری غلطی اور گناہ سے مجھے اتنا خوف نہیں ہے۔ لہذا اس شخص کے قتل کی دیت اُس کے گھروالوں کو دو۔

اور اپنے اہل خانہ کے پاس جاؤ اور اپنے دینی امور میں مصروف ہو جاؤ۔
زہری کہنے لگے کہ حضور! آپ نے تو میری مشکل حل فرمادی، واقعی بات یہی ہے کہ حد زیادہ عالم ہے کہ اپنی رسالتیں کہاں قرار دے۔

چنانچہ زہری اپنے گھر چلے گئے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے وابستہ رہے اور آپ نے بھی انہیں اپنے اصحاب میں شمار کر لیا۔ نتیجہ یہ کہ بنی مروان میں سے بعض لوگوں نے یہ طنز شروع کر دیا کہ زہری تمہارے نبی یعنی امام علی بن الحسین کا کیا حال ہے۔
(المصدر السابق جلد ۳ ص ۲۹۸)

۱۵۔ کلام الامام امام الکلام

العقد الفرید میں مذکور ہے کہ شاہ روم نے عبد الملک کو خط میں لکھا کہ تو نے اس اونٹ کا گوشت کھا یا ہے جس پر تیرا باپ بیٹہ مگر مدینہ سے بھاگا تھا۔ اب میں تجھ پر تین لاکھ فوج سے حملہ کروں گا۔

عبد الملک نے حجاج کو لکھا کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) کو کسی کی اطلاع دے اور جو کچھ وہ فرمائیں اس سے مجھے مطلع کرے۔
چنانچہ اُس نے امام علیہ السلام کو ساری بات لکھ دی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی ایک لوح محفوظ ہے جسے وہ روزانہ تین سو بار دیکھتا ہے اور ان میں سے ہر لحظہ وہ ہے جس میں وہ زندگی عطا کرتا ہے اور موت بھی۔ عزت بھی دیتا ہے اور ذلت بھی۔ اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ ان میں سے ایک لحظہ ہی تیرے لیے کافی ہوگا۔

چنانچہ اس مضمون کو حجاج نے عبد الملک کے پاس لکھ کر بھیج دیا۔ اور عبد الملک نے یہی شاہ روم کو لکھ دیا۔ جب اُس نے اس مضمون کو پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ تو نبوت کا کلام معلوم ہوتا ہے کسی اور کا نہیں۔
(العقد الفرید جلد ۲ ص ۲۰۳ - المناب جلد ۳ ص ۲۹۹)

۱۶۔ زمانہ امام کے علماء اور راوی

صاحب مناقب نے حضرت اسماعیل زین العابدین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب اور علماء و رواة کا تفصیل پیش کی ہے جن میں سے

کرے، اس وقت تک بکری کے دودھ اور اون سے نفع اٹھائے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ صاحب علم شخصیت ہیں جنہوں نے فرمایا "سلو فی عما فوق العرش سلو فی عما تحت العرش سلو فی قبل ان تفتقد و فی" (رجوع سے عرش کے اوپر اور نیچے کی ہر بات اس کے پہلے پوچھ لو کہ تم مجھے نہ پاسکو) فتح خیبر کے دن جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام خدمت پیغمبر میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ فضیلت والے اور فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔

حجاج نے شکرنا اور کہنے لگا کہ تم نے کسی عمر و دلیل دی۔ اب یہ کہو کہ تم حضرت علی علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر کس لحاظ سے فضیلت دیتی ہو؟

حمرہ نے جواب دیا کہ خداوند عالم نے انہیں حضرت سلیمان پر فضیلت دی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ "وَهَبْ لِي مَلِكًا لَا يَنْبَغِي لِأَخِي مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ" (سورہ ص آیت ۲۵) اور مجھے وہ ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے شایاں نہ ہو اس میں تو شک نہیں کہ تو برا بھلا ہے اور حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے استغنا کی یہ حالت تھی کہ آپ نے فرمایا کہ لے دینا چلی جا، میں نے تجھے تین بار طلاق دی، تجھے تیری ضرورت نہیں۔ اور آپ کے بارے میں خداوند عالم نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی "تِلْكَ الْكَلِمَاتُ الَّتِي لَا يَنْبَغِي لِأَخِي مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ" (سورہ القصص آیت ۸۲) "یہ آخرت کا گمراہی تو پر پتھر گاؤں ہی کا ہے" یہ سن کر حجاج کہنے لگا کہ بے شک تم نے درست کہا، اب یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر ان کی فضیلت کی کیا وجہ ہے لو؟ تو.....

حمرہ کہنے لگیں کہ خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ انہیں فضیلت دی ہے کہ "وَلَاذُ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قُلْتُ لِلنَّاسِ ادْخُلُوا فِيَّ وَأَنَا فِي الْهَيْبَةِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّهِ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ وَلَعَلَّكَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ (سورہ المائدہ آیت ۱۱۷-۱۱۸) "جب خدا فرمائے گا کہ لے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ با سنا کہ خدا کو چھوڑ

کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو تو عیسیٰ عرض کر ہی گئے سبحان اللہ (پاک ہے اللہ) میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ اگر میں نے کہا ہوا گا تو تجھے ضرور معلوم ہی ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ ہاں البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا، اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے مجھے جو کچھ حکم دیا اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔"

توان کی حکومت قیامت تک کے لیے ٹال دی گئی۔ لیکن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو دیکھو کہ جب زہری فرقہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے کام لیا اور انہیں خدا سمجھ لیا گیا، تو آپ نے انہیں قتل کیا لیکن ان کی حکومت کو نہیں روکا گیا۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئے جس پر حجاج بولا کہ لے حمرہ تم نے اچھی دیکھیں دی جن کے جوابات سے میں قاصر ہوں۔ اگر تم اس کی دیکھیں نہ دیتیں تو وہی ہوتا جو میں نے سوچ لیا تھا کہ قتل کروں گا۔

چنانچہ حجاج نے ان معظّمہ کو عطیات سے نوازا اور دوسری سہولتیں دیں خدا ان خاتون پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (فضائل ابن شاذان ص ۱۲۲ مطبوعہ ممبئی ۱۳۲۳ھ)

① ————— محبت اہل بیت میں سعید بن جبیر کی شہادت

روضۃ الواعظین میں منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سعید بن جبیر امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے اور خود جناب امام علیہ السلام بھی ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہی وہ سبب تھا کہ حجاج نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ ایک امتداد پسند اور مانع انسان تھے جن کے قتل کے واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید بن جبیر حجاج بن یوسف کے پاس لائے گئے تو وہ کہنے لگا کہ کیا تم شعی بن کبیر ہو؟

سعید نے جواب دیا کہ میری والدہ مجھ سے بہتر جانتی ہیں انہوں نے تو میرا نام سعید بن جبیر رکھا تھا۔

حجاج کہنے لگا کہ جناب ابو بکر و عمر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ جنت کے حقدار ہیں یا جہنم کے؟

سعید نے کہا کہ اگر میں جنت میں داخل ہوا تو اہل جنت کو دیکھ کر بتوں گا کہ اس میں کون کون ہے اور اگر میں دوزخ میں داخل کیا گیا اور میں نے اس میں آنے والوں کو دیکھا تو بتاؤں گا کہ کون کون لوگ اس میں داخل ہوئے۔ جس پر.....

• حجاج کہنے لگا کہ خلفاء کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

• سعید نے جواب دیا کہ میں ان کا وکیل تو نہیں ہوں۔

• حجاج نے پھر کہا کہ تمہیں ان خلفاء میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟

• سعید نے کہا کہ مجھے تو وہ پسند ہیں جو میرے خالق کو پسند ہیں۔ جس پر.....

• حجاج بولا کہ خالق کے پسندیدہ کون ہیں؟

• سعید نے کہا کہ اس کا علم تو اسی ہستی کے پاس ہے جو ان کے ظاہر و باطن کو سمجھتا ہے۔

• حجاج کہنے لگا کہ تم نہیں چاہتے کہ میری تصدیق کرو اور مجھے سچا سمجھو۔

• سعید نے جواب دیا، بلکہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ مجھے جھٹلاؤں۔

(روضۃ الواعظین ص ۲۴۸، رجال عسکری ص ۹)

• الاختصاص میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ (الاختصاص ص ۲۵)

۲۰۔ امام اور محمد بن اسامہ کے قرض کی ادائیگی

الکافی میں حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب محمد بن اسامہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس بنی ہاشم کے لوگ آئے۔ ابن اسامہ نے ان سے کہا کہ تم اچھی طرح جاننے ہو جو قربت و تعلق مجھے تم سے حاصل ہے۔ مجھ پر کچھ قرض ہے جو میں ادا نہیں کر سکا۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ لوگ میرے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ابن اسامہ کے یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ تمہارے قرض کے ایک تہائی حصہ کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ یہ الفاظ فرما کر امام خاموش ہو گئے۔ اور دوسرے لوگوں میں بھی خاموشی چھا گئی اور بقیہ قرض کی ادائیگی کے بارے میں کوئی کچھ نہ بولا۔ تو امام نے فرمایا کہ کل قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے میں پہلی بار میں یہ کہہ دیتا کہ پورے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری میں لیتا ہوں مگر مجھے یہ پسند نہ آیا کہ آپ سب

لوگ یہ کہیں کہ میں نے اول ہی سے یہ کہہ دیا، ورنہ ہم بھی ادائیگی میں شرکت کرتے۔

(الکافی جلد ۸ ص ۳۳)

۲۱۔ یزید کی بیعت کا انداز

برید بن معاویہ ناقل ہے کہ میں نے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یزید بن معاویہ مدینہ آیا اور اس کا حج کا ارادہ تھا، تو اس نے قریش کے ایک شخص کو بلا کر کہا کہ کیا تم میرا غلام بننا پسند کر لو گے خواہ میں تمہیں فروخت کر دوں یا اپنی ملکیت ہی میں رکھوں۔

• اس قریشی نے کہا کہ اے یزید! تو خاندانی شرافت کے لحاظ سے قریش میں مجھ سے بہتر نہیں اور نہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا اور نہ تو دن میں مجھ سے بہتر ہے اور نہ کسی دوسری بھلائی میں مجھ سے فوقیت رکھتا ہے تو پھر میں تیری اس بات کو کیسے مان سکتا ہوں، جو تو نے کہی۔ جس پر.....

• یزید نے کہا کہ اگر تو میرا کہنا نہ مانے گا تو خود کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا، تو قریشی نے کہا کہ تیرا مجھے قتل کر دینا فرزند رسول سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل سے بڑھ کر تو نہیں۔ یہ سن کر.....

• یزید ملعون نے اس قریشی کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ قتل کر دیے گئے

• پھر یزید لعنۃ اللہ علیہ نے حضرت امام علی ابن الحسین سلام اللہ علیہ کو بلا کر وہی سب کچھ کہا، جو اس مرد قریشی سے کہا تھا۔

• امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں تیری بات نہ مانوں تو مجھے اس طرح قتل نہ کر دے گا جیسے کہ تو نے مرد قریشی کو قتل کر ڈالا۔ اس پر.....

• یزید ملعون کہنے لگا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا اور تم اسی طرح قتل کیے جاؤ گے۔

اس خبر میں اشکال بھی ہے اس لیے کہ کتب تاریخ میں یہ وارد ہے کہ یزید ملعون خلافت طغی کے بعد مدینہ آیا ہی نہیں بلکہ شام سے باہر ہی نہیں گیا اور اصل جنم ہو گیا۔ لہذا ہم تاریخ پراقتما نہ کرتے ہوئے یہی کہیں گے کہ اس خبر میں معارضہ اور تضاد ہے جس سے بعض راوی شیعہ میں پڑ گئے اور وہ اشتباہ یزید اور مسلم بن عقبہ کے درمیان ہوا ہے جسے یزید ملعون نے اپنی بیعت لینے کے لیے سمجھا تھا۔

چنانچہ ابن اثیر نے کمال میں بیان کیا ہے کہ جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو

روانہ کیا تو اسے ہدایت کی تھی کہ جب تو اہل مدینہ پر غالب آجائے تو تین دن تک وہاں کی ہر شے مال، جانور اور ہتھیار وغیرہ کو اپنے لیے مباح سمجھا اور جب تین دن گزر جائیں تو ہم لوگوں سے ہاتھ روک لینا اور امام علی ابن الحسین علیہ السلام کا لحاظ کرنا اور ان سے کوئی تعرض نہ کرنا اور بھلائی کے ساتھ برتاؤ رکھنا، اس لیے کہ وہ ان مخالفوں میں شامل نہیں ہوئے۔ اس ہنگامہ میں مروان بن الحکم نے ابن عمر سے اس بارے میں گفتگو کی کہ وہ اس کے گھروالوں کو اپنے پاس چھپالیں لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ بالآخر اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام سے یہی درخواست کی۔ امام علیہ السلام نے قبول کر لیا اور اس نے اپنی بیوی عائشہ دختر جناب عثمان بن عفان وغیرہ کو امام علیہ السلام کے اہل خانہ میں بھیج دیا اور جناب امام علیہ السلام اپنی اور اس کی عورتوں کو ساتھ لے کر بیعت روانہ ہو گئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام علیہ السلام نے مروان کے اہل و عیال کے ہمراہ اپنے فرزند عبداللہ کو طائف کی طرف بھیج دیا۔

جب سلم بن عقبہ کو مدینہ میں کامیابی حاصل ہوئی اور وہ اہل مدینہ کی بیعت کئی کرچکا تو اُس نے لوگوں کو زین بیدریک بیعت کی طرف بلایا جو اس صورت میں تھی کہ لوگ اس کی غلامی اختیار کر لیں اور حاکم کو ان کے ہر شے میں تصرف کا حق ہو اور جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے لوگوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا لیکن مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کا لحاظ کیا اور کہا کہ میرے پاس آپ بالکل بے خوف رہیں، امیر نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے۔ پھر اُس نے اپنے ساتھ امام علیہ السلام کو تخت پر بٹھادی اور کہنے لگا کہ شاید آپ کے اہل و عیال کو تکلیف پہنچتی ہو اور وہ پریشان ہوئے ہوں لہذا آپ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ مسلم نے اپنی سواری پر جناب امام علیہ السلام کو روانہ کیا اور زین کی بیعت پر مجبور نہیں کیا جیسا کہ اہل مدینہ کے لیے بیعت کرنا لازم ہو چکا تھا۔

(الکامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۵۸)

• سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اُس وقت حاضر ہوا جب آپ نماز صبح سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سائل کو کچھ ضرور دو اور خالی ہاتھ

(الکافی جلد ۴ ص ۵۸)

نہ لوٹایا کرو۔

• صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ عامر بن عبداللہ بن زبیر نے حین کا قریش کے دانشوروں میں شمار تھا اپنے بیٹے کے بارے میں سنا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے اور آپ کی عظمت کو گھٹاتا ہے۔ تو انھوں نے بیٹے کو سمجھایا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں بدگوئی اور ان کی عیب گیری نہ کیا کرو اور یاد رکھو کہ دین نے جس چیز کی بنیاد رکھی دنیا نے حسب استطاعت اس کے ڈھانے کی کوشش کی اور دنیا نے کسی شے کی بنیاد نہیں رکھی لیکن دین نے اسے ڈھا دیا اور اس کی بیخ کنی کر دی۔

بیٹا! بنی امیہ کی تو یہ عادت تھی کہ وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنی مجلسوں میں بڑا کہتے تھے اور اپنے منبروں پر (معاذ اللہ) آپ پر تبر کرتے تھے۔ خدا کی قسم ایسا لگتا تھا کہ وہ آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر آسمان کی طرف گھسیٹ لے جائیں گے نبی آیتہ تو اپنے لوگوں اور اپنے قدیم بزرگوں کی تعریف کے عادی رہے ہیں۔ گویا وہ مردہ اور سڑی ہوئی لاشوں کی بدبو کو ہر طرف پھیلاتے رہے ہیں۔ لہذا میں تمھیں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں بیہودہ گوئی سے منع کرتا ہوں۔ (الایمان بیخ طوسی ص ۲)

• ابو بکر سے منقول ہے کہ حجاج بن یوسف نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے محبت رکھنے والے دو شخصوں کو گرفتار کیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک سے کہا کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام سے بیزاری کا اظہار کرو۔

وہ شخص کہنے لگا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو تو کیا کرے گا۔ جس پر..... حجاج نے کہا کہ اگر میں تجھے قتل نہ کر دوں تو میری ہلاکت ہو، اب تو خود پسند کرے کہ تیرے قتل کا کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ تیرے ہاتھ کاٹوں یا پاؤں؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ اس کا بدلہ لینے والا موجود ہے۔ اب تو خود ہی سمجھ لے کہ تجھے کیا کرنا ہے۔

حجاج بولا کہ تو زبان کا تیز آدمی دکھائی دیتا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ تجھے یہ معلوم ہو کہ تیرا خالق کون ہے اور تیرا پروردگار کہاں ہے؟ اُس شخص نے کہا کہ میرا پروردگار ہر ظالم کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ یہ سن کر حجاج نے حکم دے دیا کہ اس مومن کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے جائیں اور اسے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اس کے بعد اس کے دوسرے ساتھی کی طرف متوجہ ہوا اور بولا کہ اب تو بت کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس مومن نے کہا، میری وہی رات ہے جو میرے ساتھی کی ہے۔

یہ سن کہ حجاج نے اس کی بھی گردن مارنے کا حکم دے دیا اور وہ سولی پر لٹکا دیا گیا۔
(امالی شیخ صدوق ص ۲۰۲)

مولعت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں ان محبت الہی بیت رکھنے والوں کے حالات درج ہیں جو بیدردی کے ساتھ اس محبت کے جشم میں قتل کیے گئے۔ خصوصاً جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب آپ کے مخلص جن کو اور بے باک دوستوں کے واقعات اسلامی تاریخ کے ادراک پر ثبت ہیں جن میں تمام تفصیلات موجود ہیں اور جن کے مطالعے کے لیے ”باب حالات اصحاب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی طرف رجوع کریں۔“

• اگرچہ مدح امام زین العابدین علیہ السلام میں فرزدق کے قصیدے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا جا چکا ہے تاہم صاحب الخراج والخراج نے اس کا ذکر کیا ہے کہ جب فرزدق نے اپنا پورا قصیدہ پیش کر دیا تو ہشام نے اس شاعر کو قید خانہ میں ڈال دیا اور ان کا نام وظیفہ پانے والوں کے رجسٹر سے کاٹ دیا۔ امام علیہ السلام نے بظہر امداد فرزدق کے پاس دینا رنجیبے لیکن انھوں نے نہیں لے اور یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ میں نے آپ کی یہ مدح محض عقیدت کے تحت کی تھی۔ لیکن امام نے وہ رقم ان کے پاس پھر روانہ کی تو انھوں نے اُسے لے لیا اور امام علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا جب فرزدق کو قید میں ایک طویل مدت گزر گئی اور ہشام ان کے قتل کی دھمکی دینے لگا تو فرزدق نے امام سے فریاد کی جس پر آپ نے فرزدق کے لیے دعا بخیر فرمائی اور حد راوند عالم نے انھیں قید سے رہائی دی جس کے بعد وہ خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فرزندِ رسول ہشام نے وظیفہ پانے والوں میں سے میرا نام خارج کر دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تمہیں وہاں سے کتنا وظیفہ ملتا تھا؟ فرزدق نے بتایا کہ حضور اتنا۔

امام علیہ السلام نے چالیس سال کے لیے فرزدق کو عطیہ مرحمت کیا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تمہیں اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو میں تمہیں وہ بھی دوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد چالیس سال گزرے کہ فرزدق نے دنیا سے رحلت کی۔

(الخراج والخراج ص ۱۹۵)

۲۲ — شرم و حیا کی تلقین

خان بن سعد پر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں، میرے والد، دادا اور چچا مدینہ کے ایک حمام میں گئے تو دیکھا کہ ایک شخص مذبح میں موجود ہے۔ وہ کہنے لگا کہ تم کس قوم سے ہو۔؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم عراقی ہیں۔

اس نے پھر پوچھا کہ عراق کے کس حصہ کے ہو۔؟ ہم نے کہا کہ ہم کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ تو..... وہ کہنے لگا کہ اے اہل کوفہ! مرحبا، تم تو ہمارے جسم و جان سے قریب ہو اور دور نہیں ہو۔ پھر لولا کہ تمہیں تہنید باندھنے میں کیا بات ماننے ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توارث فرمایا ہے کہ مومن کی شرم گاہ پر نظر کرنا دوسرے مومن کے لیے حرام ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے میرے والد کے پاس ایک کھردرا کر پوچھا انہوں نے اس کے چار ٹکڑے کیے اور باندھنے کے لیے ایک ایک ٹکڑا ہر شخص کو دیا، پھر ہم حمام میں داخل ہوئے جب گرم حمام میں پہنچے تو وہ میرے دادا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ اے ادریس عمر کے بزرگ! تم خضاب کیوں نہیں لگاتے اور اس کے لگانے میں تمہیں کیا امر ماننا ہے۔؟ تو.....

میرے دادا نے کہا کہ میں نے اس ہستی کو دیکھا ہے جو تم سے اور مجھ سے فضیلت میں زیادہ ہے لیکن وہ بھی خضاب نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر..... وہ برا فروختہ ہوئے اور ہم نے سمجھ لیا کہ وہ غصہ کی حالت میں ہیں اور وہ کہنے لگے کہ وہ کون ہے جو مجھ سے بہتر ہے؟ تو.....

میرے دادا بولے کہ وہ ہستی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے جو خضاب نہیں کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر انہوں نے اپنا سر جھکا لیا اور پینہ میں تر ہو گئے پھر فرمایا..... کیا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور کیا وہ جتنا رسول خدا کی سنت کی مخالفت کر کے اپنی سنت رائج کرنا چاہتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے ان کے پاس دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جناب علی ابن ابی طالب ہیں

اور آپ کے ساتھ دوسرے آپ کے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔
(الکافی جلد ۶ صفحہ ۲۹۷)

۲۳ — امام کے اصحاب کی تعداد

مؤلف علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ
عبد الحمید بن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ سعید بن مسیب
امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مخوف ہو گئے تھے عبد الرحمن بن الاسود نے
البرد اور سہرانی سے روایت کی ہے کہ میں سعید بن مسیب کے پاس پہنچا تو عمر بن علی بن ابی
طالب بھی ادھر آئے تو ان سے سعید کہنے لگے کہ اے بھتیجے! میں تمہیں مسجد نبوی کی طرف
زیادہ آتے جاتے نہیں دیکھتا! جبکہ تمہارے بھائی اور تمہارے چچا کی اولاد کثرت سے وہاں
آتی ہے۔

عربوں نے کہ لے ابن مسیب! جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوں تو کیا میں تمہیں
اس کا گواہ بنایا کروں۔

سعید بن مسیب نے جواب دیا کہ مجھے تمہارا یہ طرز گفتگو پسند نہیں۔ میں نے
تمہارے والد سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ مجھے خدا کی طرف سے وہ درجہ و عظمت حاصل
ہے جو والد عبدالمطلب کے لیے زمین کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

عمر کہنے لگے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ منافق کے
دل میں حکمت و دانائی کا کوئی ایسا کلمہ نہیں ہوتا کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہو
تو اس کے بارے میں کچھ زبان سے کہتا ہو۔

سعید نے کہا: اے بھتیجے! تم مجھے منافق کہہ رہے ہو؟
عمر نے بن علی نے کہا کہ جو بات ہے میں تو وہی کہوں گا اور پھر وہ وہاں سے
چلے گئے۔

مسند زہری کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے
مخوف تھے۔ جریر بن عبد الحمید نے محمد بن شیبہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد
نبوی میں پہنچا، تو دیکھا کہ زہری اور عروہ بن زبیر بیٹھے ہوئے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
علیہ السلام کا تذکرہ کر رہے ہیں اور آپ کے بارے میں بحث جاری ہے۔ یہ خبر امام زین العابدین
علیہ السلام تک پہنچ گئی۔ آپ وہاں تشریف لائے اور ان دونوں کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ

میرے باپ نے تیرے باپ سے خدا کے دربار میں دلخواہی کی اور فیصلہ چاہا اور
وہ فیصلہ میرے باپ کے حق میں اور تیرے باپ کے خلاف ہوا۔ لیکن زہری حتملاً
معاذ یہ ہے کہ اگر تم مکہ میں ہوتے تو میں تمہاری منزلت تمہیں وہاں دکھاتا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

مؤلف فرماتے ہیں کہ شرح نہج البلاغہ میں جناب امام علی علیہ السلام
کے ہمعصر لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے اور ابو جعفر نہدی کی ایک روایت
بیان کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ پورے مکہ اور مدینہ میں بیس آدمی بھی ایسے نہیں جو ہم سے محبت
رکھتے ہوں۔
(شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

• مسند الاختصاص میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
کے اصحاب میں ابو خالد کابلی تھے جن کا لقب کسک تھا اور وردان نام تھا۔ نیز یحییٰ بن ام الطویل
سعید بن مسیب محسوزی اور حکیم بن جبیر بھی آپ کے اصحاب میں سے تھے۔
(الاختصاص صفحہ ۱۱۱)

• مسند فضل بن شاذان کا قول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ابتدائی
زمانہ امامت میں پانچ حضرات کے سوا اصحاب میں کوئی چھٹا نہ تھا اور وہ حضرات یہ ہیں:-
” سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، محمد بن جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام الطویل
ابو خالد کابلی، کہ جن کا وردان نام اور لقب کسک تھا۔

• مسند ایک شخص نے سعید بن مسیب سے کہا کہ میں نے فلاں سے بڑھ کر کوئی
عابد و متقی نہیں دیکھا۔

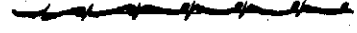
• وہ کہنے لگے کہ کیا تم نے امام علی بن الحسین علیہ السلام کو دیکھا ہے؟
• وہ شخص کہنے لگا کہ نہیں۔

• سعید نے کہا کہ، میں نے ان سے زیادہ کسی شخص کو زاہد و پرہیزگار نہیں پایا۔
• مسند الاختصاص میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب روز قیامت
ہوگا تو ایک سناری آواز دے گا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی کہاں ہیں؟
جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام الطویل، ابو خالد کابلی اور سعید بن مسیب کھڑے
ہو جائیں گے۔

(الاختصاص صفحہ ۱۱۱ - رجال اکمش صفحہ ۱۱۱)

• سب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سولہ تین شخصوں کے سب لوگ مرتد ہو گئے اور وہ تین حضرات ابو خالد کلابی، یحییٰ بن ام الطویل اور جبر بن مسلم ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ لوگ آگے بڑھے اور ان کی ایک کثیر تعداد ہو گئی۔

چنانچہ یحییٰ بن ام الطویل مسجد نبوی میں آئے تھے تو کہتے تھے کہ ہم لوگوں نے آپ کے گمراہوں سے انکار کیا اور ہمارے اور آپ کے درمیان دشمنی و عداوت ظاہر ہو گئی۔
(نفس المصدر ص ۱۲۱ - رجال کشاف ص ۸۱)



بَحَارُ الْأَنْوَارِ



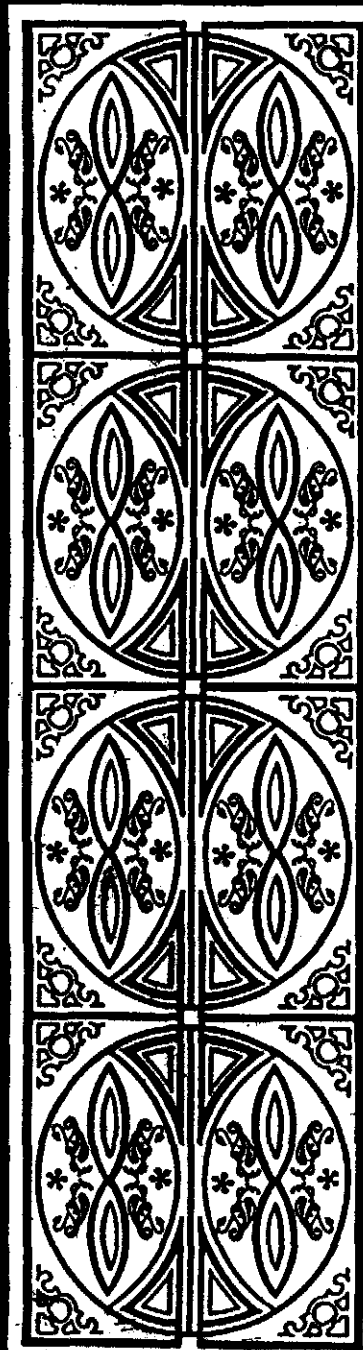
بَاب



جناب خضر کی ملاقات

و

رحلت امام



① — جناب امام سے حضرت خضر کی ملاقات

ایک دفعہ بیرون مدینہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اور وہ اس طرح کہ انہوں نے جناب امام کو متفکر دیکھ کر پریشانی کی وجہ پوچھی اور کچھ باتیں بتائیں، جس کے بارے میں مولف فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت خضر علیہ السلام کو امام علیہ السلام کی خدمت میں اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کو تسلی اور دلاسا دیں اور کچھ مشورہ دیں۔ اُن کا یہ عمل اس لیے نہ تھا کہ وہ جناب امام علیہ السلام سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ خدا کے پیغمبر ہونے فرشتے حقرات انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے تھے اور انہیں بعض امور سمجھاتے تھے جبکہ ان کے درجات ملائکہ سے بہت بلند ہیں تو پریشانی کے عالم میں کسی کا کسی کو تسلی دینا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ تسلی دینے والا اس شخص سے افضل ہو جس کو وہ رنج و الم کے دفعیہ کے لیے کچھ باتیں بتائے۔

• حضرت خضر علیہ السلام سے جناب امام علیہ السلام کی ملاقات کا یہ واقعہ کشف الغمہ اور ارشاد جناب شیخ مفید میں بھی بیان کیا گیا ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۶۵، الارشاد ص ۲۷۵)

② — جناب امام کے چند اشعار

(۲) صاحب مناقب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مندرجہ ذیل چند اشعار پیش کیے ہیں :-
لکم ماتدعون بغیر حق
اذا مین الصاح من المراض
ناحق کا کیسے دعویٰ کرتے ہو اس لیے کہ نذرت اور ہمارے درمیان تو کھلا ہوا فرق موجود ہے اور تم بغیر حق کے اس کے دعویٰ دار ہو۔

عرفتمہ حقنا فجدتمونا
لما عرف البیاض عن السواد
جس طرح سفید و سیاہ کے درمیان فرق کو پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح تم ہمارے حق کو جانتے ہوئے بھی ہماری افضلیت کے منکر ہو رہے ہو۔

کتاب اللہ شاہدنا علیکم
وقاضینا اللہ فنعم قاض
خود خدا کی کتاب قرآن مجید ہمارے خلاف ہے اور حق کی گواہی دہتی ہے اور ہمارا حقیقی منصف تو خدا ہی ہے اور وہ کتنا بہتر فیصلہ کرے گا اللہ ہے
(الناقب جلد ۳ ص ۲۱)

③ — رد کا پارچہ بطور دستاویز

عباس بن عیسیٰ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تنگ دست تھے تو اتفاقاً آپ کے ایک دوست آگئے۔ جن سے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تنگ کے لیے دس ہزار درہم بطور قرض دے دو جب تک میرے مال حالات درست ہوں۔ دوست نے جواب دیا کہ میں معذرت چاہتا ہوں، اس لیے کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں آپ کو دے سکوں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سند اور دستاویز کے طور پر مجھے کوئی چیز دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی رد کا ایک کنارہ بھاڑ کر اُسے دے دیا۔ اور فرمایا یہ قرض کی دستاویز جو اقرار نامہ کے طور پر رہے۔
راوی کہتا ہے کہ وہ دوست بھونچا سا ہو گیا اور کہنے لگا، یہ ہے دستاویز اتنی کثیر رقم کی لا

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بتاؤ، میں ادائیگی کے معاملہ بہتر ہوں یا حاجب بن زرارہ، جس نے اپنی کھلی کی کمان کو رہن رکھا تھا اور اُسے قرض مل گیا تھا۔
• وہ دوست بولا کہ بیشک آپ اُس کے مقابلہ میں بہت زیادہ قابل اعتبار ہیں۔
• امام علیہ السلام نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ حاجب نے مال کے تنو بوجھوں (توجاں) پر وہ کمان کیسے رہن رکھی جو کھلی کی تھی حالانکہ وہ کافر بھی تھا جبکہ میں کافر بھی نہیں اور غیر موثر بھی نہیں ہوں۔ وہ تو اسے گروی رکھ سکتا ہے اور میں اپنی رد کے اس پارچے کو رہن نہیں رکھ سکتا؟

چنانچہ اس دوست نے امام علیؑ سے وہ پارچہ لے لیا اور آپ کو قرض کے بطور ورہم دے دیے اور اس پارچے کو بحفاظت ایک ڈبے میں رکھ لیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب امام علیؑ کے حالات بہتر ہو گئے تو آپ وہ رقم لے کر اس شخص کے پاس گئے اور فرمایا، میں تمہاری وہ رقم لے آیا ہوں لہذا میرے اقرار کی سند مجھے واپس کر دو، جو تمہارے پاس بطور رہن ہے۔ وہ دوست بولا کہ میں آپ پر قربان جاؤں وہ روا کا پارچہ تو کہیں کم ہو گیا۔ یہ سن کر امام علیؑ نے فرمایا کہ تم نے اس پارچے کی تحقیر کی اور حفاظت نہ کی اس لیے میں تمہاری رقم بھی واپس نہ دوں گا۔ جب اس دوست نے امام علیؑ کے تیور بدلے ہوئے دیکھے تو گھبرا گیا اور وہ ڈبہ نکال لایا جس میں پارچہ بحفاظت رکھا ہوا تھا۔ اور امام علیؑ کی امانت کو واپس کر کے بولا، یہ بیچے آپ کی دستاویز۔ امام علیؑ نے وہ پارچہ لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور اس کی رقم دے کر واپس ہو گئے۔ (الکافی جلد ۷ ص ۹۷)

④ وقتِ رحلتِ امام کے آخری کلمات

جناب ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ پر تین بار غش طاری ہوا اور جب تیسری بار افاقہ ہوا تو آپ کی زبان اقدس پر یہ الفاظ جاری تھے کہ ”اس خدا کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔“ یہ کہہ کر جناب امام علیؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ (تفسیر علی بن ابیہم قمی ص ۵۸۷)

⑤ ناوہِ امام کی قبرِ امام پر حاضری

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے

اپنے ناوہ پر سوار ہو کر بائیس حج کے جسے آپ نے کبھی کوڑا نہیں مارا۔ آپ کی رحلت کے بعد اوشنی (نقش) امام زین العابدین علیہ السلام کی قبر پر گئی اور بیٹھ کر اپنی گردن اور سر کو قبر مبارک سے رگڑنے لگی۔ کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا اور مجھ سے شکایت کی۔ میں ان سے کہا کہ اس ناوہ کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ لے کر آئے تو میں نے پہچانا اور ان سے کہا کہ اس ناوہ نے پیر زبیر گوار کی قبر مبارک دیکھی تک نہیں تاہم اس کو بھی یہ علم ہے کہ یہ قبر امام علیؑ ہے۔ (الاعتصام منہ ۳ - بعائر الدرجات جلد ۱۵ باب ۱۵ - الکافی جلد ۱ ص ۲۶۷)

• مختصر بعائر الدرجات میں مذکورہ بالا روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بالفاظِ دیگر اس طرح منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت ہو گئی تو آپ کا ناوہ چراگاہ میں چر رہا تھا۔ وہ وہاں سے قبر امام پر پہنچا اس نے اپنی گردن کا اگلا حصہ قبر سے رگڑا اور خاک میں لوثنے لگا۔ میں نے اس سے چراگاہ کی طرف لوٹ جانے کے لیے کہا تو وہ چلا گیا۔

امام علیؑ فرماتے ہیں کہ اسی ناوہ پر میرے پیر زبیر گوار عمرہ و حج بجالاتے تھے اور اسے کبھی کوڑا نہیں مارا۔ (بعائر الدرجات جلد ۱ ص ۱۵۷ - الکافی جلد ۱ ص ۲۶۷ - الاعتصام منہ ۳)

• ایک اور روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ کی اوشنی قبر امام علیؑ پر پہنچی اور اس نے اپنی گردن کا اگلا حصہ قبر سے رگڑنا شروع کیا اور خاک میں لوثنے لگی اور انسو بہانے لگی۔

یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ اپنی جگہ واپس چلی جا، خداوندِ عالم تجھے برکت عطا فرمائے۔ آخر کار وہ اٹھی اور اپنے مقام پر چلی آئی کچھ وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ پیر امام علیؑ کی قبر پر آئی اور اس کی ذری حالت ہو گئی۔ جب امام کو اس کا علم ہوا کہ پیر زبیر گوار کی اوشنی چہرہ قبر مبارک پر پہنچ کر بے حال ہو رہی ہے تو امام پیر قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور اس سے پھر واپس جانے کے لیے فرمایا اور مبر و غیرہ کی تلقین دی لیکن اس مرتبہ وہ اوشنی بہت زیادہ متاثر تھی قبر مبارک سے نہ ہٹی۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ لے لوگو! اب تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ اب یہ آخری رخصت کے لیے آئی ہے۔ چنانچہ تیسرے روز وہ بھی مر گئی۔ امام فرماتے ہیں کہ پیر زبیر گوار اس پر سوار ہو کر حج کے لیے جایا کرتے اور اسے کبھی کوڑا نہیں لگاتے تھے تاہم انہیں کوڑا لگانے سے (بعائر الدرجات جلد ۱۵ باب ۱۵ - الکافی جلد ۱ ص ۲۶۷)

۶ — سعید بن مسیب پر بیویِ امِ عظمیٰ کے اثرات

علی بن زبیر سے منقول

ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام ایک مرد صالح اور پاکیزہ نفس ہیں اور آپ کو اس وقت ان کا کوئی مثلِ نظیر نہیں ملے گا۔

سعید بن مسیب نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے اور میں جو کہہ ان کی عظمت کے بارے میں بیان کرتا ہوں سب ہی جانتے ہیں۔ حدیث کی قسم آپ ان کا مثل و نظیر نہ دیکھیں گے۔

علی بن زبیر نے کہا کہ اے سعید! یہ تو آپ کے خلاف ایک مضبوط دلیل قرار پاتی ہے کہ اتنے عظیم ہوتے ہوئے آپ نے ان کے جنازے کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟

سعید بن مسیب کہنے لگے کہ قاری لوگ مکہ کی طرف اس وقت تک روانہ نہ ہوتے تھے جب تک جناب امام علی ابن الحسین علیہ السلام روانہ نہ ہو جاتے۔ امام علیہ السلام روانہ ہوئے تو ہم بھی چلے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے ساتھ ایک ہزار حاجیوں کا قافلہ تھا جب ہم مقام سقیّا پر پہنچے تو آپ نے وہاں نماز پڑھی اور سجدہ شکر بجالائے اور زبان سے کچھ الفاظ ادا کیے۔ کوئی درخت اور معنی کا ڈھیللا ایسا نہ ہوتا تھا جو تسبیح اپنی میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتا ہو۔

یہ دیکھ کر ہم پر خوف طاری ہو گیا اور پھر امام علیہ السلام نے سجدہ سے اپنا سراٹھایا اور فرمایا اے سعید! کیا تم ڈر گئے؟

میں نے عرض کیا کہ ہاں فسر زبیر رسول! ایسا ہی ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ تسبیحِ اعظم ہے جس کے بارے میں میرے چچا امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس تسبیح کے پڑھنے کے ساتھ سزا کے گناہ محو ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور وہ مجھے بھی بتائیے۔

اسی سلسلے میں زبیر کی وہ روایت بھی موجود ہے جس کا تیسرے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ حج کے بعد اس وقت تک لوگ مکہ سے باہر نہ جاتے تھے جب تک حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام وہاں سے روانہ نہ ہوتے۔ جب بعض منزلوں پر اترتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور سجدہ میں تسبیح الہیٰ بجالائے

علی بن زبیر نے بھی سعید بن مسیب سے یہی روایت کیا ہے کہ تسبیحِ امام کے ساتھ ساتھ جمادات بھی خدا کی تسبیح میں مشغول تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس صورت کے پیش آنے سے مجھ پر اور میرے دوستوں پر خوف طاری ہو گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ امام علیہ السلام کے ساتھ درخت اور ٹھکے کے ڈھیلے اور پتھر وغیرہ بھی تسبیح بجال رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جب خداوند عالم نے حضرت جبرائیل کو پیدا کیا تو انہیں اس تسبیح کی تقسیم دی اور تمام آسمان اور ان کی مخلوق اس تسبیحِ اعظم کو پڑھتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سعید مجھ سے میرے پدیر بزرگوار جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے انھوں نے اپنے پدیر بزرگوار سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انھوں نے جبرائیل سے سنا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہر وہ بندہ جو مجھ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کرے اور تنہائی میں آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے تو میں اس کے گزشتہ و آئندہ گناہ بخش دوں گا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے بہتر اس حدیثِ قدسی کے بیان کرنے کا کوئی دوسرا سچا گواہ نہیں پاتا۔

جب جناب امام علیہ السلام کی رحلت ہو گئی تو آپ کے جنازے میں ہر نیک و بد آدمی شریک اور ہر ایک آپ کی مدح و ثناء کرتا تھا۔ جب جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو میں نے کہا کہ اگر زندگی میں تسبیح کی دو رکعت نماز پڑھنے کا ایسا موقع ملا ہے تو وہ آج ہی کا دن ہے۔ چنانچہ جب وہاں ایک مرد اور ایک عورت کے سوا کوئی باقی نہ رہا اور وہ بھی جنازے کی طرف چلے گئے تو میں نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوا کہ آسمان سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی جس کے جواب میں زمین سے بھی تکبیر کی آواز آنے لگی اور مجھ پر خوف طاری ہوا اور منہ کے بل گر گیا تو سات بلدا آسمان وزمین والوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور امام کی نماز جنازہ پڑھی مسجد میں لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور مجھے نہ دو رکعت نماز کا موقع ملا اور نہ امام علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھنے کا وقت مل سکا۔

علی بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سجدہ سے کہا کہ اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو اس موقع پر میں اس تسبیح کی دو رکعت نماز کو چھوڑ دیتا اور امام علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھتا۔ اے سعید! یہ ایک کھلا ہوا گناہ اور نقصان ملا جس پر سعید رونے لگے اور کہا، میری

تہیت نیک تھی، کاش میں امام علیؑ کے جنازے پر نماز پڑھ لیتا۔ وہ تو ایسی ہستی تھی کہ جن کا نظیر ملنا ممکن نہیں۔ (رجال اکثی ص ۶۹)

• صاحب مناقب نے کتاب المسترشد سے بحوالہ علی بن زید وزہری اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے۔ (المسترشد ص ۱۱۱) (المناقب جلد ۲ ص ۲۴۷)

⑤ سن مبارک اور تاریخ شہادت

کشف الغمہ میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کی وفات اٹھارہ ماہ محرم ۹۳ھ میں واقع ہوئی۔ بعض لوگوں نے ۹۵ھ میں بیان کیا ہے اور اس وقت آپ کا سن مبارک ۳۷ سال تھا۔ آپ اپنے جد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حیات میں دو سال کے تھے آپ اپنے عم محترم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دورِ امامت میں دس سال اور عم نامدار کے بعد اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دس سال گزارے۔ بقیہ عمر پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد پوری ہوئی، جو امامت ظاہری کا دور تھا۔ قبر مبارک مدینہ رسولاً جنت البقیع میں اس قبہ میں ہے جس میں جناب عباس بن عبدالمطلب دفن کیے گئے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۴۷)

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی اور ابو فروہ سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت مدینہ میں واقع ہوئی اور ۹۳ھ میں بقیع میں دفن ہوئے اس سن کو سن فقہاء کہا گیا۔ اس لیے کہ اس سال میں بہت سے فقیہ دنیا سے اٹھ گئے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسین بن امام علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے ۹۳ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی اور ہم نے بقیع میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

• ایک اور شخص نے کہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۵ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۴۷)

• اسلام الوری اور روضۃ الواعظین میں مذکور ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام نے ہفتہ کے دن جب کہ محرم ۹۵ھ کے بارہ روز باقی رہ گئے تھے دنیا سے رحلت فرمائی اور اُس وقت آپ کی عمر ستاون سال کی تھی۔ (امداد المومنین ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ تہران۔ روضۃ الواعظین ص ۱۱۱)

• اسلام الوری کی روایت کے مطابق یہ شہادت حضرت سید الشہداء امام حسین سلام اللہ علیہ آپ کی (امام زین العابدین علیہ السلام کی) ظاہری مدتِ امامت چونتیس سال رہی اور آپ کے زائد امامت میں یزید بن معاویہ کا بقیہ زمانہ اقتدار اور معاویہ بن یزید مروان بن الحکم اور عبدالملک بن مروان کا دور حکومت رہا اور ولید بن عبدالملک کے زمانہ سلطنت میں امام علیہ السلام کی وفات واقع ہوئی۔ (اسلام الوری ص ۱۵۱)

• کافی میں جناب ابوالحسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو آپ پر غش طاری ہو گیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو میں نے امام کو اِذَا وَقَعَتِ الْوَأَقَعَةُ اور اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ تُرُوعًا ہوتے سنا اور اَلَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَاؤُنَا لِلْآدَمِيِّينَ تَتَبَعُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنُفِخُ بِاَجْرِ الْعَابِدِيْنَ (الزمر آیت ۷۵) کے الفاظ سماعت کیے اس کے بعد آپ کی روح گلشنِ جنت کو پرواز کر گئی اور ہر زبان سے کچھ نہیں فرمایا (اسی باب کی پہلی روایت ملاحظہ کیجیے)

• ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ جب امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو آپ کی عمر ستاون سال کی تھی اور ۹۵ھ میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ پینتیس سال بقید حیات رہے۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۴۷)

• مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن کثیر نے "الکامل" میں لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات ۹۳ھ کے شروع میں ہوئی اور صاحب کفایۃ الطالب لکھتے ہیں کہ محرم ۹۳ھ کی اسٹارہ تاریخ امام علیہ السلام کی رحلت ہوئی۔

• ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا سال وفات ۹۵ھ میں تھا کھفی رو نے "مصباح" میں امام زین العابدین سید الساجدین علیہ السلام کی تاریخ وفات ماہ محرم کی پچیسویں تاریخ ظاہر کی ہے اور جدول میں ذکر کیا ہے کہ جناب امام علیہ السلام نے محرم ۹۵ھ کی بائیس تاریخ ہفتہ کے دن رحلت فرمائی اور آپ کو ہشام بن عبدالملک نے ولید کے دورِ حکومت میں زہر سے شہید کیا۔

• جناب ابن طاووس علیہ الرحمۃ نے کتاب الاقبال باب اعمال ماہ رمضان میں یوں بیان کیا ہے کہ جس شخص نے آپ کو قتل کیا اس پر عذاب الہی کی زیادتی ہو اور وہ ولید تھا جس نے امام علیہ السلام کو زہر دیا۔

• سب جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی عمر آٹھ سال چار ماہ اور چند روز بتائی گئی ہے اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ کی عمر اپنے پدر بزرگوار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عمر کے برابر ستاون سال کی تھی۔ دو سال اپنے جدینا مدار امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ گزارے اور دس سال اپنے عم بزرگوار امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اور دس سال اپنے والد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور شہادت جناب سید الشہداء صلوات اللہ علیہ کے بعد بیست و تین سال زندہ رہے۔

• سب الدرر میں مروی ہے کہ آپ کی کل عمر ستاون سال کی ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اٹھاون سال کی عمر ہوئی اور اپنے عم بزرگوار امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔

① — امام کی اپنے فرزند کو وصیت

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام کے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بیٹا! میں تمہیں اس امر کی وصیت کرتا ہوں جس کی میرے پدر بزرگوار نے اپنی شہادت سے پہلے مجھے وصیت فرمائی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ "بیٹا! اس شخص پر ظلم کرنے سے بچتے رہو جسے تمہارے خلاف سوائے خدا کے کوئی مددگار نہ ملے"۔ (الکافی جلد ۲ ص ۲۳۱)



بخار الانوار



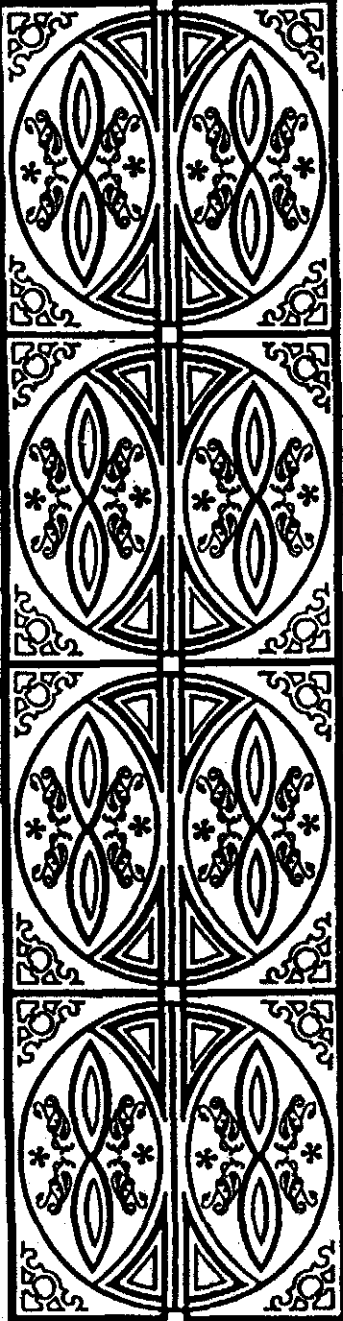
باب



ازواج

اور

اولاد امام علیہ السلام



① اولادِ امام علیؑ سلام

مناب ابن شہر آشوب میں بیان کیا گیا ہے کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے جن میں امام محمد باقر علیہ السلام اور عبداللہ باہر کے سوا سب کینزوں کے بطن سے تھے جن کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ دختر امام حسن علیہ السلام بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھیں۔ اور جناب ابوالحسن زید شہید کوفہ و عمر توام پیدا ہوئے تھے، عبدالرحمن و سیمان توام تھے، حسین و عبید اللہ توام تھے۔ اصغر، حسن اور محمد اصغر یہ تینوں فرو یعنی اکوٹے تھے اور علی آپ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ یہ سب دوسری بیویوں کے بطن سے تھے۔ اکوٹی صاحبزادی صرف خدیجہ تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے کوئی صاحبزادی تھیں ہی نہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی تین صاحبزادیاں طلحہ علیہ اور ام کلثوم تھیں۔

امام کی رحلت کے بعد ان فرزندوں میں امام محمد باقر علیہ السلام، عبداللہ باہر زید بن علی، عمر بن علی، علی بن علی اور حسین اصغر موجود تھے۔ (المناب جلد ۱ ص ۱۱۱)

کشف الغمہ کی روایت کے مطابق امام علی بن الحسین علیہ السلام کے اولاد ذکر (زنیہ) کی تعداد نو تھی اور آپ کی کوئی صاحبزادی نہ تھیں۔ ابن خشاب نے کتاب موالید اہل البیت علیہم السلام میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ کے آٹھ فرزند تھے اور کوئی دختر نہیں اور صاحبزادوں کے یہ نام بتائے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام، جناب زید شہید کوفہ عبداللہ عبید اللہ، حسن، حسین، علی، عمر بن علی (کشف الغمہ جلد ۱ ص ۱۱۱)

سب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد دس ہے اور صاحبزادیوں کی تعداد چار۔

کتاب الدرر میں امام کے صاحبزادوں کی تعداد پندرہ بیان کی گئی ہے جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام جن کی والدہ ماجدہ ام الحسن دختر امام حسن علیہ السلام تھیں۔ عبداللہ، حسن و حسین جن کی ماں کینز تھیں، زید اور عمر ان کی والدہ بھی کینز تھیں حسین اصغر، عبدالرحمن اور سلمان بھی کینز کے بطن سے تھے اور علی جو امام کے سب سے چھوٹے

منزند تھے اور خدیجہ کی ماں بھی ایک کینز تھیں اور محمد اصغر بھی کینز کے بطن سے تھے۔ یہیں بیٹیاں، فاطمہ علیہ اور ام کلثوم تو ان کی ماں بھی ام ولد تھیں۔

سب جناب امام کے عقب میں چھ فرزند ہوئے جو امام محمد باقر علیہ السلام عبداللہ باہر، عمر، علی، حسین اصغر اور جناب زید تھے۔ اور عبداللہ کے عقب میں محمد ارقط ہوئے اور ان کے اسماعیل جن کے دو اولاد ذکر ہوئیں، محمد بن اسماعیل اور حسین بن اسماعیل۔

جناب عبداللہ کو باہر کہا جاتا تھا اور یہ لقب انھیں ان کے حسن و جمال کے سبب سے ملا تھا۔ وہ حسین اور خود بصورت تھے جس مجلس میں بیٹھے تھے ان کا حسن و رخشاں رہتا تھا۔ جناب شیخ مفید فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ایک فاضل اور فقیہ تھے جنھوں نے اپنے آباؤ اجداد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات نقل کی ہیں۔

سب محمد ارقط کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے درمیان کچھ اختلافات تھا۔ ایک دفعہ انھوں نے امام علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو امام علیہ السلام نے ان کے لیے بد دعا کی جس کی وجہ سے ان کے منہ پر داغ پڑ گئے اور شکل خراب ہو گئی۔ لیکن باعتبار نسب ان میں کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی انھیں ارقط اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے چہرے پر داغ تھے۔

سب عمر بن علی کی اولاد میں عسلی بن عمر بن علی اور محمد بن عمر بن علی دو فرزند ہوئے جن میں علی بن عمر کی کئی اولادیں ہوئیں جن کے نام یہ ہیں حسن بن علی بن عمر الاشراف قاسم بن علی بن عمر بن علی اور محمد بن علی۔ قاسم بن علی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو علی تھی اور یہ ایک شاعر تھے بغداد میں روپوش رہے۔ رشید انھیں حجاز لے آیا تھا اور قبہ خانہ میں ہی انتقال ہو گیا جیسا کہ حواشی المشجر الکشفات کے ص ۱۱۱ پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ ان محمد کے باپ ہیں جو زمانہ معتصم میں تھے اور جارود کے ایک گروہ کا ان کے بارے میں یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور انھیں موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھردیں گے۔

(الفصل ابن حزم قاہری جلد ۴ ص ۱۱۱)

سب علی بن عمر کے بھائی محمد بن عمر کے دو بیٹوں کی اولاد میں ابو عبداللہ اور قاسم بن محمد ہیں جن کی اولاد کوفہ و طبرستان اور عمر و جعفر کی اولاد خراسان میں ہے۔

سب جناب زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کی تین اولادیں ہوئیں حسین بن زید عیسیٰ بن زید، محمد بن زید اور حسین بن زید سے یحییٰ بن حسین پیدا ہوئے۔

حسین بن زید کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ ٹیپے عبادت گزار اور گریہ کن انسان تھے۔ چنانچہ ابوالفرج نے اپنے مقاتل میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن حسین بن زید ناقص ہی کہ: ایک دفعہ میری والدہ نے میرے والد ماجد سے کہا کہ آپ کا گریہ کتنا زیادہ ہو گیا ہے۔؟ انھوں نے جواب دیا کہ کیا دونوں تیروں اور آگ نے میرے لیے کوئی خوشی چھوڑی ہے جو میرے رونے سے مانع ہو یعنی وہ تیر جن سے ان کے پیر بزرگوار جناب نے یہ اور ان کے بھائی یحییٰ قتل ہوئے۔“

جناب حسینوں کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ یہ کم سن تھے کہ ان کے والد بزرگوار کی رحلت ہو گئی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی پرورش کی اور انھیں تعلیم دی یہ عبد اللہ محض کے فرزندوں محمد و ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شریک تھے پھر یہ گورنر شین ہو گئے جناب شیخ طوسی نے رجال کے صفحہ ۱۶۸ پر ان کا اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں شمار کیا ہے۔ ابوالفرج بھی کہتے ہیں کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہاں قیام کرتے تھے جب ان کے والد قتل ہو گئے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی تربیت اپنے وقتے لے لی۔ ۱۲۵ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

مولف کتاب غایبۃ الاختصاص نے انھیں سید جلیل اور لوگوں میں کریم کے لقب سے یاد کیا ہے جو نبی ہاشم میں اپنے علم اور زہد و فضل میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔
• سید عیسیٰ بن زید لوزبیر کینز کے بطن سے تھے۔ محرم ۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے جبکہ وہ نصرانیوں کے عید میلاد کی رات تھی اور اس وقت ان کے والد بزرگوار جناب زید ہشام بن عبد الملک سے نالائقی تھے اور ان کی والدہ ان کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ راستہ میں انھیں دروازہ لاحق ہوا جناب زید عیسیٰ یوں کے ایک گرجا میں چلے گئے اور اسی شب میں عیسیٰ پیدا ہوئے جن کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔

کافی میں مذکور ہے کہ یہ محمد نفس زکیہ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔ پھر لبرہ میں ابراہیم بن عبد اللہ کے ساتھ رہ کر جنگ میں شرکت کی اور ان کے نائب اور عدار لشکر رہے۔ جب ابراہیم باغری میں قتل ہو گئے تو یہ کوفہ کی طرف لوٹے تو ان کے سلسلے ایک شیرنی آگئی جس کے ساتھ اس کے بچے بھی تھے وہ لوگوں پر لوٹ پڑی اور عیسیٰ نے اپنا تیر کمان نکال کر اس پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا جس پر ان کے مسلام نے کہا ہے آتسا! آپ نے تو اس کے بچوں کو یتیم کر دیا۔ عیسیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہاں میں شیرنی کے بچوں کا یتیم کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد جب کبھی ان کے ساتھی ان کا ذکر کرتے تھے تو ان کو موتم الاشبال

(شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا) سے یاد کرتے تھے اور لوہے کہتے تھے کہ موتم الاشبال ایسا ایسا کہا کرتے تھے۔ آخر کار منصور مہدی اور ہادی کے زمانہ تک روپوش رہے اور اس کے دور حکومت میں کوفہ کے اندر ۱۷۱ھ میں رحلت کی جب کہ ان کی عمر ساڑھے سال کی تھی۔ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ عیسیٰ اپنے زمانہ میں زہد و تقویٰ علم و دانش اور امور دینیہ میں ایک بلند درجہ شخصیت کے مالک تھے۔ یہ شاعر بھی تھے جن کے اشعار کا مجموعہ شعراء الطالبین میں میں ذکر کیا گیا ہے۔

• سید محمد بن زید کی کنیت ابو جعفر تھی اور ابو عبد اللہ بھی بتائی گئی ہے۔ یہ اپنے والد کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کی والدہ سندبہ کینز تھیں۔ بڑے شرف و عظمت والے انسان تھے۔

محمد بن ہشام المروانی کے ساتھ ان کا ایک عجیب واقعہ ہوا جو انکی شان اور مرتبہ کو دو بالا کرتا ہے اور وہ یہ کہ منصور محمد بن ہشام کی تلاش میں کوشاں تھا اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ منصور حج کے لیے گیا تھا۔ جب اسے اس کا پستہ چلا کہ ابن ہشام مسجد الحرام کے اندر موجود ہے تو اس نے زین کو اس کا ذمہ داری سونپی کہ سوائے ایک دروازے کے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں اور اس کھلے ہوئے دروازے سے وہی شخص نکلے جسے وہ جانتا پہچانتا ہو۔

چنانچہ المروانی نے اس شرارت کو سمجھ لیا اور حیرت میں رہ گیا۔ محمد بن زید نے بھی اس کی طرف دیکھا جو اسے پہچانتے مجاہد تھے اور اس سے کہنے لگے کہ تم حیرت اور پریشانی میں کیوں ہو اور تم کون ہو؟

وہ بولے کہ کیا مجھے جان کی امان ملے گی؟
آپ نے اس سے وعدہ کر لیا اور امان دے دی۔ اب مروانی نے ان سے کہا کہ آپ کون ہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ میں محمد بن زید بن علی بن الحسین ہوں۔
یہ سن کر مروانی نام سا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں خدا کے یہاں اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔

محمد بن زید کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں، تم میرے باپ کے قاتل نہیں ہو اور نہ متحار قتل ان کے خون کا بدلہ ہو سکتا ہے اس وقت میں متحاری رہائی کو مقدم سمجھتا ہوں۔
چنانچہ محمد بن زید نے اس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش کی، یہاں تک کہ وہ اسے

اپنے ساتھ مسجد جامع تک لاتے اور اسے آزاد کر دیا۔ (عمدة الطالب ص ۲۹۹)

• سید خلیب بغدادی نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ نفس زکیۃ نے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے کوئی حادثہ رونما ہو جائے اور مراواؤں تو میرے بعد میرے بھائی ابراہیم بن عبداللہ وارث ہوں گے اور اگر ابراہیم بن عبداللہ بھی نہ رہیں تو ان کے بعد عیسیٰ بن زید بن علی اور محمد بن زید بن علی قائم مقام قرار پائیں گے۔ حسن بن محمد بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرے جد بزرگوار کہا کرتے تھے کہ محمد بن زید بنی ہاشم کے خصوصاً میں بیان اور کلام میں ایک اہم درجہ رکھتے تھے۔

• جناب حسین بن زید کے سات فرزند تھے۔ یحییٰ، علی، حسین بن حسین، قاسم، محمد، اسحاق، عبداللہ، یحییٰ بن حسین بن زید کو جناب شیخ طوسی نے اپنی مجالس کے صفحہ ۲۶ پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ابوالفتح محمد بن علی بن محمد العمری نے کہا ہے کہ ان کی والدہ حسینیہ نسل سے تھیں۔ محمد بن زید کی رحلت ۲۲۸ھ میں بغداد میں ہوئی اور مامون نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

شیخ ابوالحسن سے سوال کیا گیا کہ یحییٰ بن حسین کی والدہ کون تھیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ خدیجہ دختر امام محمد باقر علیہ السلام ان کی ماں تھیں اور یحییٰ کی کنیت ابوالحسن بیان کی گئی ہے۔

خلیب نے اپنی تاریخ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ بغداد میں رہتے تھے اور اپنے والد سے روایات کے ناقل تھے۔ منقول ہے کہ ان کی وفات مورخہ ۲۶ رجب الثانی ۲۳۷ھ بروز جمعہ کے دن ہوئی اور قریش کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ عبداللہ بن ہارون نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اتر کر انہیں دفنایا۔ ان کی تاریخ وفات میں تامل ہے جو اس وجہ سے ہے کہ عبداللہ بن ہارون کی طرسوس میں ۲۱۸ھ کے اندر وفات ہو چکی تھی پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس شخص کی نماز جنازہ پڑھائے جو ۲۲۸ھ یا ۲۳۷ھ میں رحلت کر جائے۔ یہ بات حقیقت کے قطعاً خلاف ہے۔

• سید علی بن حسین بن زید بغدادی میں رہے اور سہارن میں قتل ہوئے۔ المنتقلہ العمدۃ اور المشعر الکفایت میں ان کا ذکر موجود ہے۔

• حسین بن حسین بن زید قعد (جد اعلیٰ سے قریبی رشتہ رکھنے والا) سے مشہور تھے۔ ابوالفرج نے مقال کے صفحہ ۶۹۸ پر لکھا ہے کہ حکیم بن یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین بن حسین بنی ہاشم کے بزرگ اور ان کے جد اعلیٰ تھے اور ان کے پاس

دنیا کے ہر طرف سے مال آتا تھا۔ ایک دن ہم تمہارے جد ابوالحسن محمد بن احمد صہبانی کے پاس بیٹھے تھے اور طلبہ کی ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی جن میں حسین بن حسین بن زید بن علی، محمد بن علی بن عمرو طوی عسائی اور ابوالہاشم داؤد بن قاسم جعفری شامل تھے تو تمہارے جد نے حسین بن حسین سے کہا کہ اے ابوالعباس! آپ تو تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدار اور ابوالہاشم اولاد جعفر کے اقدار (جد اعلیٰ کے رشتہ دار) ہیں اور آپ دونوں آل رسول کے بزرگ ہیں اور پھر انہوں نے ان دونوں کے حق میں دعا خیر کی۔

چنانچہ محمد بن علی بن حمزہ کو ان دونوں سے حد ہونے لگا اور تمہارے جد سے کہنے لگے کہ اے ابوالحسن! ان دونوں کو اس زمانہ میں قعد ہونا کیا نفع دے گا اگر میرے دونوں اپنے زمانہ والوں سے ان پر اپنے عطیوں کے مقابلہ میں سبزی ترکاری کا ایک گنڈہ مجھے طلب کریں۔

• محمد بن زید بن علی بن حسین کی اولاد میں صرف ایک سہتی جعفر بن محمد تھے۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ کا نام عنادہ تھا۔

(انساب مصعب ص ۷۱)

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی والدہ سہادہ دختر خلف حمزوی تھیں۔

(مشجر عمیدی ص ۷۱)

ابوالحسن عمری کہتے ہیں کہ جعفر ایک شاعر وادیب تھے۔ ابوطالب مروزی کا بیان ہے کہ محمد بن زید کے ایک ہی فرزند تھے اور وہ جعفر رئیس الشعراء تھے جو خراسان سے نکلے اور مرو میں قتل کر دیے گئے۔ ان کی قبر ساسان کے راستہ میں ہے۔

عمیدی نے کہا ہے کہ ان کی اور ان کے بھائی محمد کی قبر جو معتز باللہ کے لقب سے معروف تھے ایک ہی جگہ پر واقع ہے۔

ان کے تین فرزند ہوئے محمد، احمد اور قاسم، احمد کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ امام مسلم رضا علیہ السلام کے قریبی اصحاب میں سے تھے اسی سبب سے انہوں نے کتب فقہ رضوی تالیف کی جیسا کہ صاحب ریاض العلماء نے بیان کیا ہے سیلی خان مدنی شیازی کا نسب جو شرح الصحیفۃ انوار الریح سلانۃ الدرجات الرقیعہ اور طراز وغیرہ جیسی مفید کتابوں کے مولف ہیں۔ انہی کی طرف منتہی ہونے پر بحث کی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیتے ہیں۔ طوالت کی وجہ سے ان کے بیان کا یہاں موقع نہیں۔

۹۔ حسین بن امام علی بن الحسین نے پانچ فرزند چھوڑے۔ عبید اللہ، عبد اللہ، مسلم، سلیمان اور حسن۔ جناب حسین کی کنیت ابو عبد اللہ تھی ان کی والدہ ایک کینز تھیں۔ انھیں حسین اصغر کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ ان کے بڑے بھائی بھی حسین تھے جو اولاد رہے۔

صاحب "غایۃ الاختصار" نے انھیں زاہد، صاب، محدث و غنیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان کی اولاد جلیل اور با عظمت ہوئی۔ سب ان کا احترام کرتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار پھوپھی جناب فاطمہ دختر امام حسن علیہ السلام نیز اپنے بھائی حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے احادیث کی روایت کی ہے اور انھیں لوگوں نے ان سے نقل کیا ہے۔ یہ اپنے پدھر تک

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے عبادت کرنے میں بہت زیادہ مشابہ تھے۔ جناب طوسی نے انھیں اصحاب ائمہ امام سید الساجدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔ جبرہ میں ابن حزم کے قول کے مطابق ان کے ایک پل میں لنگ تھا۔ ۱۵۰ عرصہ میں بعمر ستاون سال ان کی رحلت ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت سنہ ۱۰۰ کی قرار پاتی ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات (۹۰ ع یا ۹۵ ع) سنہ ۷۰ سے چند سال قبل ہی واقع ہوئی ہے۔ اس کی پوری تحقیق کتاب مشفقہ الطالبین کے حاشیہ پر موجود ہے۔

۱۰۔ عبید اللہ بن حسین بن علی بن الحسین۔ عراج سے مشہور تھے اس لیے کہ ان کے ایک پاؤں میں نقص تھا۔ ان کی کنیت ابو علی تھی۔ والدہ دختر حمزہ بن مصعب بن زبیر بن العوام تھیں۔ عبید اللہ نے محمد نفس زکیہ کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ چنانچہ چھوڑنے قسم کھائی تھی کہ میں عبید اللہ کو جہاں دیکھوں گا قتل کروں گا۔

جب یہ محمد کے سامنے لائے گئے تو محمد نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ انھیں نہ دیکھ سکے اور انھیں قتل کرنا نہ چاہا۔ جو اس ڈر میں تھا کہ قسم نہ ٹوٹ جائے۔ عبید اللہ سفاح کے پاس آئے تو اُس نے ماٹن میں انھیں کچھ جاندی کی متفقوری دے دی جس کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی۔ پھر یہ ابومسلم کے پاس خراسان آئے تو اُس نے انھیں بہت کچھ مال سے نوانا اور خراسان والوں نے ان کی قدر و منزلت کی۔ جب سفاح کو ان کا حال قیام گراں گزرا تو اُس نے ان سے پرسوئی شروع کر دی۔

غایۃ الاختصار کے ص ۱۵ پر مذکور ہے کہ نبی عباس کی حکومت سے پہلے جو سلم سے صحیحی اپنی بیعت کا دعوت دیا تھی یسین، اس سے اس سے انھیں وہ جب

اس نے بیعت پر اصرار کیا اور باہمی بدمزگی بڑھی تو عبید اللہ سچے کی طرف مڑے اور گریہ جس سے ان کے پاؤں میں لنگ آگئی۔

جب بنی مہاس کی حکومت ہوئی تو انھوں نے بند بخین (بند الشیر) وغیرہ کی جائداد انھیں بخش دی۔ آخر کار عبید اللہ اپنی اسی جائداد میں رہ کر رحلت کر گئے۔ اور ابو نصر بخاری کے قول کے مطابق اُس وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی اور ان کے والد زہرہ تھے۔

عمری کا یہ قول ہے کہ اس وقت وہ چھالیس سال کے تھے۔ عبید اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی ماں ام خالدہ دختر حمزہ بن مصعب زبیری تھیں جو ان کی ان کے بھائی علی اور عبید اللہ، تیثوں کی والدہ تھیں۔

ابن مہنا کہتے ہیں کہ یہ صاحب حیثیت لوگوں میں زاہد و مستحق شخص تھے۔ ان کی اولاد مکہ، مدینہ، بغداد، واسط، خراسان اور مصر وغیرہ میں رہی اور انھوں نے اپنے والد کی زندگی میں ۱۲۰ ع میں رحلت کی۔

۱۱۔ علی بن الحسین اصغر کے بارے میں ابن غنہ اور ابو نصر بخاری کا قول ہے کہ یہ خاندان بنی ہاشم میں صاحب علم و فضل خوشگو اور صاحب بیان تھے۔

ابن مہنا نے بھی یہی کہا ہے کہ نبی ہاشم کے لوگوں میں صاحب فیضیت تھے۔ ۱۲۔ حسن بن حسین کی کنیت ابو محمد تھی۔ ان کی اور ان کے بھائی سلیمان کی والدہ عبیدہ دختر داؤد بن امامہ بن سہل بن حنیف انصاری تھیں۔

ابو نصر نے اپنی کتاب کے ص ۱۰ پر ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں مقیم رہے لیکن عمری کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں سکونت پذیر رہے اور روم کے علاقہ میں رحلت کر گئے۔ یہ ایک محدث تھے۔ مصعب زبیری نے کتاب نسب قریش کے ص ۱۰ پر لکھا ہے کہ حسن اور محمد کبیر کے بطن سے تھے اور یحییٰ و سلیمان کی ماں عبیدہ دختر داؤد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف انصاری تھیں۔

عبید اللہ بن حسین کی اولاد میں پانچ لڑکے علی بن عبید اللہ، محمد، حمزہ، حمزہ اور یحییٰ تھے۔

علی بن عبید اللہ کی کنیت ابو محمد اور عرف صلح تھا۔ ابو نصر اپنی کتاب کے ص ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ حسن اور محمد کبیر کے بطن سے تھے اور یحییٰ و سلیمان کی ماں عبیدہ دختر داؤد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف انصاری تھیں اور ان کی بیوی ام سلمہ دختر عبید اللہ بن اسیم بن علی و ولولہ کو زوجہ صلح کہا جاتا تھا۔

• سید علی بن عبید اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ ابو نصر اور ابن عبید نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم طباطبائی نے جو کوفہ کے ایک عہدیدار تھے ان سے کہا تھا کہ اگر خود قبول نہ کریں تو اپنے فرزندوں محمد اور عبید اللہ میں سے کسی کو جنگ میں شرکت کے لیے کہیں لیکن انہوں نے ان کے حکم کو نہ مانا اور نہ اپنے بیٹوں کو ان کی مدد کی اجازت دی۔

• سید محمد بن عبید اللہ کی ماں کینز تھیں اور یہ خود ایک مروسی اور کریم تھے اور انہوں نے بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (العمدة ص ۲۱۹، مشعر عیدی ص ۱۳۱)

• سید جعفر بن عبید اللہ کے بارے میں قاسم الرسی بن ابراہیم طباطبائی کہتے ہیں کہ یہ ائمہ آل رسول میں ایک امام تھے۔ ابو نصر بخاری کا قول ہے کہ جعفر بن عبید اللہ کے پیرو اور شیعہ انہیں حجت سے یاد کرتے تھے اور یہ اپنی فصاحت و بلاغت اور فضیلت و جمال میں جناب زید بن علی بن احمین سے مشابہ تھے۔ جس طرح جناب زید جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ یہ سادات بنی ہاشم میں فضیلت زید و تقویٰ اور سلم و شرافت کے حامل تھے نیکی کا حکم کرتے اور بڑائی سے روکتے تھے۔ ان کے شیعوں کا یہ نظریہ تھا کہ یہ زمین پر خدا کی حجت ہیں۔

• سید حمزہ بن عبید اللہ کو کتاب العمرة کے صفحہ ۲۱۹ پر مختلس الوصیۃ کہا گیا ہے۔ جس سے مقصود یہ کہ انہوں نے اپنے والد کی وصیت کو نظر انداز کر کے عدول حکمی کی اور دعویٰ کے کوام میں لائے لیکن اس کی وجہ نہیں بتائی گئی۔

• سید عبداللہ بن احمین کی اولاد میں صرف جعفر تھے اور ان سے محمد العقیقی اسماعیل منقذی اور احمد منقذی کی اولاد چلی۔ چنانچہ جعفر کے بارے میں محمدی کا یہ قول ہے کہ یہ ایک بڑے صاحب فضیلت اور خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی ماں زبیرہ تھیں اور صحیحاً کالقب دیے گئے تھے۔ ابو نصر بخاری کا یہ قول ہے کہ یہ صاحبان خیر میں سے تھے۔ ابن عبید نے بھی کتاب العمرة میں صحیحاً کے لقب سے ان کا ذکر کیا ہے اور منقلہ الطالبین میں ان کا مکرر تذکرہ کیا ہے۔

• سید علی بن حسین اصغر کی اولاد میں عیسیٰ بن علی احمد بن علی معروف بہ حقیقہ موسیٰ بن علی معروف بہ حمصہ اور محمد بن علی نے اولاد چھوڑی جن میں سے محمد کی کچھ اولاد طبرستان میں ہے۔

• سید عیسیٰ بن علی غضارہ سے مشہور تھے جن کا عیدی نے مشعر کے صفحہ ۱۲۶ پر

ذکر کیا ہے اور کتاب منقلہ اور العمرة وغیرہ میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

• سید احمد بن علی کے بارے میں ابو نصر بخاری کی کتاب سلسلہ کے صفحہ

پر کیا گیا ہے کہ ان کی اور ان کے دونوں صاحبوں، محمد اور عیسیٰ کی ماں زلفیہ تھیں اور یہی طباطبائی نے کتاب المنتقلہ میں اور ابن عبید نے العمدة اور عبید نے کتاب مشعر میں بیان کیا ہے تذکرۃ النواص اور طبقات ابن سعد میں ذکر کیا گیا ہے کہ امام علی بن احمین

زین العابدین علیہ السلام صاحب اولاد ہوئے جن میں حسن اور حسین اکبر لاولد رہے اور امام محمد باقر علیہ السلام جو ابو جعفر کنیت رکھتے تھے ایک مرد فقیہ تھے جن کی نسل آگے بڑھی اور جن کا تذکرہ آگے چل کر کیا جائے گا۔ اور آپ کے ایک فرزند عبداللہ ہوئے اور ان سب کی والدہ ام عبداللہ دختر امام حسن بن علی بن ابی طالب تھیں۔ عمر اور جناب زید شہید کوفہ اور صل بھی آپ کے فرزند تھے اور مندیج صاحبزادی تھیں جو سب کینز کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ایک فرزند حسین اصغر تھے۔ علی کی ماں کا نام علیہ تھا اور ان دونوں کی ماں کینز تھیں اور کثوم سلمان اور علیہ کبھی کینز کے بطن سے تھے اور قاسم اور ام الحسن ام البنین اور فاطمہ کی دوسری ماں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبید اللہ بھی جناب امام علی کے ایک فرزند تھے۔

(تذکرۃ النواص ص ۱۸۱، طبقات ابن سعد ص ۱۲۱)

② = اسلام میں ذات پات کی تمیز نہیں ہے

* کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے منقول ہے کہ بعبرہ کارہنے والا ایک شخص شیبانی جسے عبدالملک بن حرسلہ کہا جاتا تھا، امام علی بن احمین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری کوئی بہن ہے؟

اس نے عرض کیا کہ جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے اس کا نکاح کر دو گے؟

اس نے عرض کیا، ضرور کروں گا۔

پھر وہ شخص بعبرہ چلا گیا اور امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک بزرگ اس کے گھر پر گئے اور انہوں نے امام علیہ السلام کے لیے رشتہ کی خواستگاری کی تو ان سے کہا گیا کہ فلاں بن فلاں (علی بن احمین) تو اپنی قوم میں سید و سردار ہیں۔ چنانچہ وہ صحابی امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس شیبانی سے آپ کی تزویج کے بارے میں لکھو

کی تھی تو انہوں نے آپ کے بارے میں یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ سیدہ اور آل رسول ہیں یہ صحابہ غیر سیدانی کس طرح سید کے نکاح میں آسکتے ہیں؟

امام علیؑ نے فرمایا کہ جو کچھ اس شیبانی نے بتایا اور تمہیں سنایا میں تمہیں اس سے بری سمجھتا ہوں۔ تمہیں اُسے سب کچھ بتا دینا چاہیے عقاب کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اسلام نے ذات پات اور اوچ نیچ کو ختم کر دیا ہے اور تمام نقائص دور کر دیے ہیں اور اس نے پست اور نیچے لوگوں کو عزت بخشی ہے۔

چنانچہ اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے پستی اور حقارت نہیں رہی۔ یہ سب باتیں تو زمانہ جاہلیت کی تھیں جنہیں اسلام نے صفحہ ہستی سے بالکل مٹا دیا اور یہ فرسودہ روایات ختم کر دیں۔ (الکافی جلد ۵ صفحہ ۲۴۲)

۳ — عظمتِ امام علیؑ

کافی میں یزید بن حاتم سے مروی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ عبدالملک بن مروان کا شہر کے واقعات کی تجزی کرنے والا درینہ میں ایک جاسوس تھا جس نے اُسے لکھا کہ امام علی ابن ابی طالبؑ نے اپنی ایک کینز کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لی ہے۔

یہ خبر عبدالملک کو پہنچ گئی تو اُس نے امام علیؑ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے اپنی کینز سے شادی کر لی ہے جو آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ قریش میں آپ کے مناسب کفو اور برابری کے گھرانوں میں رشتہ ترویج ممکن تھا جس سے اولاد شریف اور نجیب الطرفین ہوتی۔ آپ نے اپنی عظمت و شرافت کو بھی نہ دیکھا اور نہ ہونے والی اولاد کا خیال رکھا۔“

امام علیؑ کو اس کا یہ خط ملا تو آپ نے اسے جواب میں لکھا کہ ”مجھے تمہارا خط مل گیا تم نے میری کینز سے میرے رشتہ زوجیت کو لپٹ نہیں کیا اور اس عمل کو ایک سخت پیرائے میں لے لیا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ قریش ہی وہ ہیں کہ جن کی عورتوں سے رشتہ کرنے میں عظمت حاصل ہوتی ہے اور ان سے اولاد میں شرف و عظمت حاصل ہوتی ہے۔ یہ تو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی کو شرف و عزت میں کوئی برتری اور بلندی حاصل نہیں۔ وہ کون ہے جو ان سے بڑھ کر ہو سکے۔ یہ تو ایک برکت کا کام تھا جو میں نے انجام دیا۔ خداوند عالم نے تو مجھ سے ایسے کام کی طلب کی تھی کہ میں اُس سے ثواب حاصل کر سکوں اور پھر وہ

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرسوار پاجائے جو شخص دین الہی میں خالص اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے تو اس کے کام میں کوئی چیز جھل نہیں ڈال سکتی۔ خدا نے اسلام سے تمام نقائص اور اوچ نیچ کو یکجہنم کر دیا اور عزیز و ذلیل کی تیز مشادی مسلمان کے لیے ذات پات کا سوال نہیں۔ یہ سب زمانہ جاہلیت کی فرسودہ باتیں تھیں اگر عیب کی کوئی شے ہے تو وہ کفر ہے۔ والسلام

جب عبدالملک نے یہ خط پڑھ لیا تو اپنے بیٹے سہمان کو دکھایا اور اُس نے بھی وہ خط پڑھا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! حضرت علی بن ابی طالبؑ نے آپ کے مقابلے میں کس قدر فخر سے کام لیا ہے اور آپ پر اپنی فضیلت کو ظاہر کیا ہے عبدالملک نے جواب میں کہا کہ بیٹا ایسا نہ کہو، یہ تو نبی ہاشم کی زبانوں سے نکلے ہوئے وہ کلمات ہیں جو پہاڑوں کی چٹانوں کو شگافتہ کر دیتے ہیں اور یہ سمندر کا لیک چٹو پانی ہیں جس سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بیٹے! یہ سمجھ لو کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی بلندی و عظمت وہاں سے دکھائی دیتی ہے جہاں لوگ ذلیل اور عاجز نظر آتے ہیں۔

(نفس المصدر جلد ۵ صفحہ ۲۴۲)

• سید کتاب المناقب میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ (المنقب جلد ۲ مست ۲)
• اسی سلسلے میں صاحب عقدا الفرید نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیؑ نے عبدالملک کو جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی کینز سے اور اپنے غلام کی مطلقہ زوجہ سے ترویج کی تھی جس کو پڑھ کر عبدالملک نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ وہاں صاحب شرف دکھائی دیتے ہیں جہاں لوگ ذلیل و پست نظر آتے ہیں۔ (العقد الفرید جلد ۶ صفحہ ۱۶۸)

۴ — اسلام میں خاندانی حیثیت

کوئی چیز نہیں ہے

حضرت امام محمد باقر علیؑ سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیؑ نے مکہ کے بعض مشاہد میں ایک خاتون سے ترویج کا پیغام دیا اور ان سے ترویج ہو گئی۔ انصارِ امام علیؑ میں ایک کو اس ترویج پر صدمہ ہوا۔ انہوں نے ان خاتون کے خاندان اور حسب و نسب وغیرہ کے بارے

میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ خاتون بنی شیبان کے خاندان ذی الجذین سے ہیں۔ تو وہ خدمتِ امام علیؑ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کی ان خاتون تزویج (مشادی) کے معاملہ سے میرے دل میں کھٹک ہے اور میں اپنے دل میں یہی کہتا رہا ہوں کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام نے ایک ایسی عورت سے مشادی کر لی جو غیر معروف خاندان کی ہے اور دوسرے لوگوں نے بھی یہی کہا ہے اور میں ان خاتون کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے پتہ چل گیا کہ یہ خاتون اپنی خاندانی حیثیت میں شیبانی ہیں۔

امام علیؑ نے یہ سب کچھ سنا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شروع سے ہی ایک بہتر رائے رکھنے والا انسان سمجھا ہے۔ سنو! اور سمجھو! کہ اسلام نے دنیا میں آکر ایسے عزیز اور شریف و رزق کی تفریق کو ختم کر دیا اور سوائے کفر کے کوئی دوسری چیز انسانوں میں تمیز کرنے والی نہیں۔ اس نے تو پستی سے نکالا ہے۔ لہذا مسلمان کے لیے کوئی ذلت کی بات نہیں اور یہ تصورات تو زمانہ جاہلیت کی فرسودہ روایات ہیں جو اسلام نے ختم کر دیں۔ (کتاب الزہد تلمی از حسین بن سعید اہواری باب التواضع والکبر)

۵۔ غسلِ امامِ بدستِ امام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان امور میں سے جو امام علی بن الحسین علیہ السلام نے مجھ سے وصیت کی عورت میں ارشاد فرمائے۔ ایک وصیت یہ تھی کہ بیٹا! جب میں دنیا سے رحلت کر جاؤں تو تمہارا علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے اس لیے کہ امام کو وہی غسل دیتا ہے جو اس کے بعد امام ہو اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے بھائی عبداللہ لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دیں گے تو تم انہیں اس سے باز رکھنا اگر وہ اس سے نہ رکیں اور ان کا کریں تو کوئی پروا نہ کرنا! اس لیے کہ ان کی عمر کوتاہ رہے گی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب پدر بزرگوار کی رحلت ہو گئی تو عبداللہ امامت کا دعویٰ کر بیٹھے لیکن میں نے ان سے اس کے بارے میں کوئی نزاع نہیں کیا چنانچہ چند ماہ کے بعد وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(الخراج والخراج جمع ۱۹)

۶۔ عمر بن امام علی بن الحسین کے حالات

عمر بن امام علی بن الحسین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک جلیل القدر صاحب علم و فضل اور سخاوت و ہرگز نگاری میں بے مثل انسان تھے اور صدقاتِ رسول و امیر المؤمنین سلام اللہ علیہما کے متمتعے و داد و بن قاسم نے حسین بن زینب سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے چچا عمر بن علی بن الحسین کو دیکھا کہ آپ ہمیشہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے باغات کے خریدار سے یہ شرط رکھتے تھے کہ وہ باغ کی منلاں دیوار میں اتنا بڑا دروازہ رکھے گا اور اس دروازے جو باغ میں آئے اُسے پھیل کھلنے سے نہیں روکے گا۔

۷۔ ہماری محبت میں افراط و تفریط سے بچو

ابن جریر قطان ناقل ہیں کہ میں نے عمر بن امام علی بن الحسین کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اسی طرح ہے جیسے ہماری دشمنی و عداوت میں حد سے گزرنے والا ہو ہمارا ایک حق تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے جد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت حاصل ہے اس لیے لوگ ہم سے محبت رکھیں اور دوسرا حق خدا کی طرف سے ہے جو ہمارے لیے فرار دیا ہے۔ جو اس حق کا لحاظ نہ کریگا تو اس نے ایک عظیم چیز کو چھوڑا، ہمیں اسی درجہ میں رکھو جو خدا نے ہمارے لیے رکھا ہے اور ہماری طرف ان باتوں کو منسوب نہ کرو جو ہم میں نہیں۔ اگر خدا ہمیں عذاب دے گا تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے دے گا اور اگر وہ ہم پر رحم فرمائے گا تو اپنے فضل و کرم کی وجہ سے ایسا کریگا۔ (نفس المصدر ص ۲۸۵)

۸۔ جناب امیر المؤمنین کیلئے یہودہ کوئی اور قبر رسول کا شق ہونا

حربِ الطحان سے مروی ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا لیکن جب میں مدینہ آیا تو حسین

بن امام علی بن الحسین کو دیکھا کہ ان سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا ان کے خوف کا یہ عالم تھا کہ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کو آگ میں ڈال دیا جائے اور پھر نکال لیا جائے اور اس پر سخت لرزہ اور کپکپاہٹ طاری ہو۔

اسی طرح یحییٰ بن سلیمان نے اپنے چچا ابراہیم بن حسین اور انھوں نے اپنے والد حسین بن امام علی بن الحسین زین العابدین سے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن ہشام مخزومی مدین کا حاکم تھا اور جمعہ کے دن ہم سب کو منبر کے قریب بٹھاتا تھا اور پھر جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں یہودہ گوئی کرنے لگتا تھا۔

چنانچہ راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں بھی وہاں پہنچا تو اس جگہ لوگوں کی بہت بھیڑ تھی۔ جیسے بھی ہوس کا میں منبر سے لگ کر بیٹھ گیا اور کچھ اونگھ سی آگئی تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک شگافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوعبد اللہ! کیا تمہیں اس کا صدمہ اور افسوس نہیں کہ یہ سب کیا کہہ رہے ہیں؟ اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی شان میں کیا گستاخیاں کر رہے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اس کا صدمہ ہے۔

وہ بزرگ کہنے لگے کہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خداوند عالم اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ وہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے لیے الفاظِ بد استعمال کر رہا تھا کہ لیا نک منبر سے گرا اور ہلاک ہو گیا۔ (المصدر السابق ص ۲۷۸)

۹۔ اولادِ فاطمہ میں سے ہر شخص ہا ایمان رحلت کرتا ہے

مفضل بن مسمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد کی شانِ نزول کے بارے میں سوال کیا "وَرَأَتْ مِنَ الْأَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيْسَ مِنْهُمْ بِمِثْلِ مَوْتِهِمْ" (سورۃ النساء آیت ۱۵۹) "اور اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو ان پر ان کے مرنے قبل ایمان نہ لائے" امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ خصوصی طور پر ہمارے بارے

میں نازل ہوئی ہے کہ اولادِ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا میں کوئی ایسا نہیں رہتا اور دنیا سے کوچ نہیں کرتا جب تک وہ اپنے امام اور اس کی امامت کا استدار نہ کر چکا ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف کی عظمت کا استدار کیا تھا اور کہا تھا کہ "تَبَّ اللَّهُ لَقَدْ أَثْرَقَ اللَّهُ هَكَيْتًا" (سورۃ یوسف آیت ۹) "خدا کی قسم خدا نے تمہیں یقیناً ہم پر فضیلت دی ہے" (تفسیر صافی جلد ۱ ص ۲۱۱، تفسیر البیاضی جلد ۱ ص ۲۸۳، تفسیر البرہان جلد ۱ ص ۲۲۶)

۱۰۔ اہل آسمان اور جناب زید شہید کی روح کا تقدس

معمر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب زید شہید ابن امام علی بن الحسین علیہ السلام تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑے ہو گئے تو جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عم محترم! میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیدیتا ہوں کہ آپ کنا سہ میں صولی پر چڑھائے جائینگے تو جناب زید شہید کی والدہ محترم کہنے لگیں کہ غالباً آپ ایسی بات میرے اس بیٹے سے حد رکھنے کی وجہ سے کہہ رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے تین بار فرمایا کہ بھلا مجھے ان سے کیا حسد ہوتا پھر فرمایا کہ مجھ سے تو میرے پیر بزرگوار نے میرے جد نامدار سے یہ سن کر فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں ایک فرزند ہوں گے جن کا نام زید ہو گا جو کوفہ میں قتل کیے جائیں گے اور کنا سہ میں صولی پر لٹکائے جائیں گے اور وہ اپنی قبر سے برآمد ہوں گے تو ان کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اہل آسمان ان سے خوش اور مسرور ہوں گے اور ان کی روح ہرے پرندے کے پونے میں رکھ دی جائے گی جو آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گا جنت میں چلے پھرے گا۔

(امالی صدوق ص ۲)

• یہی روایت دقاق نے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کی ہے جو میں اخبار الرضا میں مذکور ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۱۵)

۱۱) امام محمد باقرؑ کے سامنے جناب زیدؑ شہید کی صفات کا بیان

جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے بھائی جناب زید بیٹے ہیں۔ اتنے میں معروف بن خربوذ مکی بھی وہاں آگئے۔ امام علیؑ سلام نے ان سے فرمایا اے معروف! کچھ اپنا تازہ کلام تو سناؤ۔

انہوں نے یہ چار اشعار پیش کیے:-

لعمرك ما ان ابو مالك
لو ان ولا بضعيف قواه
ولا يالد لذي فوله
يعادي الحكيم اذا ما نحاها
ولكنه سيد بارع
كريم الطبايح حلوشاها
اذا سدت سد مطواعة
ومهما وكلت اليه كفاها

تیری زندگی کی قسم ابو مالک نہ تو اتنا مغبوط ہے جیسے خیمہ کا ستون جو سارا ابو جہر اٹھا لے اور نہ اس کے اعضاء اور قوی کمزور ہیں۔ اور نہ وہ اپنے قول پر اتنا سخت ہے کہ وہ کسی عقلمند سے مخالفت پر اتر آئے جبکہ وہ اسے روک رہا ہو۔ وہ تو ایک شریف النفس سردار ہے اور بہترین خصلتوں والا ہے اس کے اچھی یا بڑی خبر سنانے میں شریعتی ہوتی ہے۔ وہ تو ایسا انسان ہے کہ جب تم اسے مرد شریف و بزرگ سمجھتے ہوئے اس کے پاس جاؤ تو تم اسے بہت ہی عاجزی سے پیش آنے والا پائو گے اور جب تم کسی کام پر مصروف ہو کر لو تو وہ اس میں پورا اترے گا۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر جناب امام محمد باقرؑ سلام نے جناب زید کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے ابو الحسن! یہ تو بالکل تمہاری صفات ہیں۔ (نفس المصدر جلد ۱ ص ۲۵۱ - امالی صدوق ص ۲۴۱)

۱۲) خواب میں جناب زیدؑ کی بشارت

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ حج میں حضرت امام زین العابدینؑ سلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے امام علیؑ سلام نے ارشاد فرمایا۔ اے ابو حمزہ! کیا میں تمہیں وہ خواب نہ بتا دوں جو میں نے دیکھا ہے؟ سنو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں جنت میں ہوں اور میرے پاس جنت کی ایک حور آئی جس سے بہتر میں نے نہیں دیکھی۔ میں اپنے ٹیکے پر سہارا لیے ہوئے بیٹھا تھا کہ ایک کہنے والے کی آواز سنی جو مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے علی ابن ابی طالبؑ آپ کو زید مبارک ہوں اور اس نے یہ الفاظ تین بار کہے۔

ابو حمزہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے پھر حج کا موقع ملا تو میں امام علیؑ سلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام علیؑ سلام اپنے ہاتھوں پر اپنے بچہ زیدؑ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

مجھ سے امام علیؑ سلام نے فرمایا اے ابو حمزہ! هَذَا تَابِيلٌ رُوِيَ اَيُّ مِّنْ قَبْلِ تَدْجَعَلَهَا رَفِيْحًا (سورہ یوسف آیت ۱۰۰) یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے کہ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا۔ (امالی صدوق ص ۳۳۵)

۱۳) جناب زیدؑ اور خدا کے نزدیک احترام

عون بن عبداللہ جن تک چھ راویوں کا سلسلہ پہنچتا ہے بیان کرتے ہیں کہ میں جناب محمد بن حنفیہ کے پاس ان کے مکان کے صحن میں بیٹھا تھا کہ جناب زید بن امام حسن علیؑ سلام لوھرے گزرے جن پر آپ نے ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد کہا کہ امام حسینؑ سلام کی اولاد میں ایک فرزند ہوں گے جن کا نام بھی زید ہو گا وہ عراق میں صولی پر پڑھائے جائیں گے ایسی حالت میں جو بھی ان کی شرمگاہ کو دیکھے اور ان کی مدد نہ کرے تو خداوند عالم اس کے چہرہ کو آتش جہنم میں اوندھا کر دے گا۔ (امالی صدوق ص ۲۳۵)

۱۳ — نگاہِ امام میں والدِ جناب کی عظمت

ابو الجبار روایت کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جناب زید بن امام علی ابن ابی طالب تشریف لائے اور جب وہ اس طرف آ رہے تھے تو امام علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ آلِ محمد علیہم السلام میں سیادت کا شرف رکھنے والی ہستی ہیں اور یہ ان کے قاتلوں سے ان حضرات کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اے زید! تمہاری والدہ کیسے تشریف بیٹے کی ماں ہیں۔ (امالی صدوق صفحہ ۲۳۵)

۱۴ — انصار ان جناب سے امام کی بہروری

ابن سیاب راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے ایک ہزار دینار روانہ فرمائے اور حکم دیا کہ میں انہیں لوگوں کے عیال میں تقسیم کر دوں جو جناب زید شہید بن امام علی ابن ابی طالب کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر مصائب میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ میں نے وہ دینار ان لوگوں میں تقسیم کر دیے اور عبداللہ بن زبیر کے بھائی فضیل الرمال کو چار دینار دیے۔ (امالی شیخ صدوق صفحہ ۲۳۶)

۱۵ — جناب زید اور ارشادِ رسول کریم

جناب جابر جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے جسے آپ نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امام حسین علیہ السلام سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے حسین! تمہاری نسل سے ایک فرزند پیدا ہوں گے جنہیں زید کہا جائے گا وہ اور ان کے ساتھی قیامت کے دن لوگوں سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے گزریں گے کہ ان کے چہرے روشن اور نورانی ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(نفس المصدا حدیث ۱ صفحہ ۲۳)

۱۶ — امام کی نظر میں جناب زید اور ان کے انصاروں کا درجہ

ففضیل بیان کرتے ہیں کہ میں اس صبح کو جناب زید کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ نے باطل کے خلاف کوفہ میں حضور کیا تھا۔ میں نے آپ کو لوگوں سے یہ خطاب کرتے ہوئے سنا کہ کون ہے جو شام کے دھوکے بازوں سے جنگ و جدال میں میری مدد کرے۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف نذر بنا کر مبعوث فرمایا، تم میں جو بھی ان لوگوں سے جنگ کرنے میں میری مدد کرے گا میں قیامت کے دن خدا کے حکم سے اس کا ہاتھ بڑھ کر جنت میں لے جاؤں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب جناب زید شہید ہو گئے تو میں نے کوفہ پر ایک سواری لی، مدینہ کا رخ کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا لیکن دل میں سوچا کہ میں امام علیہ السلام کو جناب زید کے قتل کی اطلاع نہ دوں، یقیناً امام علیہ السلام کو صدمہ اور قلق ہو گا۔ لیکن جب میں امام علیہ السلام سے ملا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ فضیل! میرے چچا جناب زید کا کیا حال؟ مجھے گریہ ہو گیا اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قتل ہو گئے؟

میں نے عرض کیا کہ بیشک، دشمنوں نے ان جناب کو قتل کر دیا۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا انہیں صولی پر لٹکا یا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ بیشک ایسا ہی ہوا۔ یہ سن کر امام علیہ السلام رونے لگے اور آنسو رخساروں تک بہنے لگے جیسے موتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا، اے فضیل! کیا تم میرے چچا کے ساتھ شام والوں سے جہاد میں موجود تھے؟

میں نے عرض کیا کہ حضور میں وہاں موجود تھا۔ امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے کتنے لوگ قتل کیے؟ میں نے عرض کیا کہ چھ آدمی مار ڈالے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں ان لوگوں کے خون بہانے میں کچھ

شک اور تاثر تھا ؟

میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے کچھ شک ہوتا تو میں ان لوگوں کو قتل ہی نہ کرتا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیؑ کو پھریا فرماتے ہوئے سنا کہ خدا مجھے بھی اُس قتال میں حصہ دار بناتا۔ میرے چچا زید اور ان کے اصحاب سب کے سب شہید مرے اور باکل اسی طرح جیسے جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سلام اور آپ کے اصحاب درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (امالی صدقہ ص ۲۳۹)

۱۸ — باطل کے مقابلہ میں جہاد اور

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد

ابو عبد اللہ سیاری اپنے ایک ساتھی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے سامنے باطل کے مقابلہ میں خروج کرنے والے آل رسولؐ کے افراد کا ذکر آیا تو امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ آل رسولؐ میں سے باطل کے خلاف خروج کرنے والے اور ہمارے شیعہ بھلائی میں رہیں گے اور میری تو آرزو ہے کہ آل رسولؐ میں سے کوئی خروج کرے اور اس کے عیال کے اخراجات میرے ذمہ ہوں اور میں اس کے کھانے پینے اور دوسرے امور کی ذمہ داری لوں۔ (مستطرفات السرائر)

۱۹ — مصائب جناب زیدؑ پر امام جعفر صادقؑ کا گریہ

حمزہ بن عمران کہتے ہیں

کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

• امامؑ نے دریافت فرمایا کہ حمزہ! تم کہاں سے آرہے ہو ؟

• میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے آرہا ہوں۔

• یہ سن کر امام علیؑ سلام رونے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

• میں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ! آپ کس بات پر اتنا گریہ فرما رہے ہیں ؟

• امامؑ نے جواب دیا کہ مجھے اپنے عم محترم جناب زیدؑ اور ان پر گزرنے والی

مصیبت یاد آگئی جس پر میں رونے لگا۔

میں نے عرض کیا کہ کونسی بات آپ کو یاد آئی۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا مجھے ان کا مقتل یاد آگیا کہ ان کی پیشانی پر تیس رنگا اور ان کے فرزند یحییٰ اس حالت میں ان کے پاس پہنچے اور ان کو بچانے کے لیے ان پر چھائے اور کہنے لگے کہ بابا جان آپ کو بشارت ہو کہ آپ رسول اللہ علیؑ و فاطمہؑ و حسینؑ و حنینؑ علیہم السلام کے پاس جنت میں تشریف لے جا رہے ہیں۔

جناب زیدؑ نے جواب دیا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر حذاد (لوہار) کو بلا لیا گیا اور اس نے آپ کی پیشانی سے تیر کو کھینچ لیا اور جناب زیدؑ کی روح نفسِ مغربی سے پرواز کر گئی۔

اس کے بعد جناب زیدؑ کی لاش ایک چھوٹی نہر پر لائی گئی جو علیحدہ باغ کے قریب بہ رہی تھی۔ وہیں گڑھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا اور اس پر پانی چھوڑ دیا گیا۔ ان لوگوں میں سے کسی کا ایک سندی غلام بھی تھا جو صبح کو یوسف بن عمر کے پاس پہنچا اور اس نے ان لوگوں کے جناب زیدؑ کو دفن کرنے کی اطلاع دی۔

چنانچہ یوسف بن عمر نے آپ کی لاش کو نکال لیا اور چار سال تک کنا سہ میں صولی پر رکھی رہی۔ پھر اس نے لاش کو بھلا دینے کا حکم دیا وہ بھلا دی گئی اور اس کے ریزے ہوا میں اڑا دیے گئے۔ خداوند عالم جناب زیدؑ کے قاتل پر لعنت فرمائے اور ان کی مدد کرے امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ ہم خدا ہی سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کے طالب ہیں اور اسی کی ذات بہتر ہے جس سے مدد طلب کی جائے۔ (امالی صدقہ ص ۲۳۹)

• سب اعضا ٹری نے ہی روایت جناب صدوقؑ سے اسی طرح نقل کی ہے۔

(امالی طوسی ص ۲۴۰)

۲۰ — جناب زیدؑ اور تصدیق امامتِ امام جعفر صادقؑ

عمرو بن خالد سے

مروی ہے کہ جناب زید بن امام زین العابدینؑ سلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم اہل بیت میں سے ہر زمانے میں ایک سستی موجود رہتا ہے جس سے خداوند عالم اپنی مخلوق پر ذلیل و خجست قائم کرے اور ہمارے اس زمانہ میں میرے بھتیجے امام جعفر بن محمدؑ (علیہما السلام) امام وقت ہیں جو ان کی پیروی کرے گا گمراہ نہ ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے گا ہرگز نہیں پاسکتا۔ (امالی صدقہ ص ۲۴۰)

۲۱ — دین کا محافظ ہم سے زیادہ کوئی نہیں

جناب زید بن امام علی بن

الحسین زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی ” وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَنَا أَشَدَّ هَمًّا وَيُخْرِجَنَا مِنْ أَهْمِنَا “ (سورہ کہف آیت ۸۲)

” اور ان دونوں لوگوں کا باپ نیک تھا جس کی وجہ سے تیرے پروردگار نے

چاہا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور یہ دونوں اپنا خزانہ نکال لیں۔“

پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ان دونوں کی حفاظت فرمائی تو ہم سے بہتر دین کی حفاظت کرنے والا کون ہے۔ ہمارے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کی بیٹی ہماری ماں ہیں اور ہماری دادی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور جو سب سے پہلے حضور کی نصرت پر تیار ہوئے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور جنہوں نے آپ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی وہ ہمارے جدِ بزرگوار حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (امالی صدوقؒ ص ۶۳۱)

۲۲ — ائمہ اثناعشر کی امامت پر نص

ابن عیاش کی کتاب

”مقتضب الاثر فی النص علی الاثنی عشر“ میں داؤد رقی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو امام نے دریافت فرمایا کہ داؤد کیا بات ہے کہ ایک مدت کے بعد ہمارے پاس آئے ہو۔؟

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کوفہ میں کچھ ضروری کام تھے جن کی وجہ

سے جاضری میں تاخیر ہوئی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے وہاں کیا کیا دیکھا؟

میں نے عرض کیا، کہ حضور میں نے آپ کے عم محترم جناب زید کو دیکھا کہ وہ ایک

لانچی اور گھنے بالوں کی دم والے گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے گلے میں ایک کتاب لٹکی ہوئی تھی اور کوفہ کے علماء و فقہاء انہیں گیرے میں لیے ہوئے تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اے ابی کوفہ! ہم تمہارے اور خدا کے درمیان ایک منارہ ہیں، ہم کتاب خدا کے ناسخ

و منسوخ احکام کو ہم ہی (اہلبیت) جانتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر امام علیہ السلام نے سماع بن مہران سے فرمایا ذرا وہ صحیفہ تو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ ایک سفید رنگ کی کتاب لے کر آئے اور مجھے دی اور فرمایا اسے پڑھو! یہ وہ صحیفہ ہے جو ہم اہلبیت کے لیے تیار ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کا ایک مورث دوسرے کو وارث کرنا حلال آیا ہے۔ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں دوسطری لکھی تھیں۔ ایک میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسری سطر میں یہ آیت مبارکہ تھی ” إِنَّ عِنْدَ اللَّهِ لَشَهْرًا عَشْرًا شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْقِيَامِ “ (سورہ قوبہ آیت ۳۶) ” اس میں تو شک نہیں کہ خدا نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (اسی دن سے) خدا کے نزدیک خدا کی کتاب (لوح محفوظ) میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں یہی دین سیدھا راہ ہے۔“ اور ساتھ ہی یہ اسماء مبارکہ لکھے ہوئے تھے۔ علی بن ابی طالب، حسن بن علی و حسین بن علی و علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و موسیٰ بن جعفر و مشیٰ بن موسیٰ و محمد بن علی و علی بن محمد و الحسن بن علی و الخلف منہم الحجۃ اللہ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے داؤد! تمہیں خبر

ہے کہ یہ صحیفہ کہاں اور کب لکھا گیا تھا؟

میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول خدا اور خدا کا رسول اور آپ بہتر جانتے ہیں

آپ نے فرمایا کہ یہ آدم علیہ السلام کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھا

گیا تھا۔ یہ صحیفہ ہم اہلبیت کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہو سکتا۔

(مقتضب الاثر ص ۲۴ مطبوعہ مکتبۃ اشرف)

۲۳ — جناب زید بن علی اور زید بن

امام موسیٰ کاظم کے جہاد میں فرق

عیون الاخبار الرضا میں ابن ابی عمیر

نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مامون کے

دیار میں لائے گئے جب کہ انہوں نے بعمرہ میں خروج کیا تھا اور بنی عباس کے گروہوں

کو آگ لگائی تھی، مامون نے ان کے اس جرم کو ان کے بھائی امام علی رضا علیہ السلام سے بیان کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن! اگر آپ کے بھائی نے خروج کیا ہے اور جو امنیں کرنا تھا وہ سب کچھ کر بیٹھے ہیں تو ان سے پہلے زید بن علی بن الحسین نے بھی خروج کیا تھا اور وہ قتل کر دیے گئے تھے اس لیے اگر آپ کا احترام میری نگاہوں میں نہ ہوتا تو میں بھی انھیں قتل کر دیتا جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس پر ...

امام علی رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے امیر! میرے بھائی کو جناب زید شہید بن علی بن الحسین پر قیاس نہ کر اور انھیں ان کے برابر نہ سمجھو۔ جناب زید بن علی تو آل محمد علیہم السلام کے علماء میں سے تھے اور خدا کی خوشنودی کے لیے اٹھے تھے اور اللہ کے کوشمتوں سے جہاد کیا اور اسی کی راہ میں قتل ہوئے۔ میرے پیر بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ انھوں نے اپنے والد نامدار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند عالم میرے چچا جناب زید پر رحمت نازل فرمائے۔ انھوں نے تو آل محمد علیہم السلام کی رضا و خوشنودی کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی اگر وہ باطل کے خلاف جہاد کرتے ہیں کامیاب ہو جاتے تو اپنی دعوت الی الحق کو پورا کر لیتے، انھوں نے اپنے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیا تھا تو میں نے ان سے یہی کہا کہ عزم محکم اگر آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ قتل ہو جائیں اور کناسہ میں صولی پر لٹکائے جائیں تو آپ اس میں مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

جب جناب زید نے اپنے مقصد کے لیے قدم اٹھالیا تو امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہو جنھوں نے ان کی پکار کوٹنا اور پھر بھی ان کی مسرت نہ کی۔ یہ سن کر مامون نے کہا کہ کیا یہ سب کچھ درست نہیں کہ جو بغیر استحقاق دعویٰ امامت کر بیٹھے اور اسے سزا نہ ملے۔؟

امام علی رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ جناب زید بن علی بن الحسین نے کبھی اس امر کا دعویٰ نہیں کیا جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ وہ تو خدا سے اس بارے میں ڈرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا دعویٰ کریں جس کے وہ حقدار نہیں۔ انھوں نے تو لوگوں سے یہ کہا تھا کہ میں تو تمہیں رضائے آل محمد علیہم السلام کی طرف تیار ہوں۔ خدا کی طرف سے سزا کا مستحق تو وہ شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ خدا نے اس کے بارے میں نص کر دی ہے اور پھر وہ دین الہی کے علاوہ کسی دوسرے دین کی طرف بلائے اور بغیر تحقیق کے اس کی راہ سے لوگوں کو ہٹانے خدا کی قسم جناب زید تو ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

”وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ“ (سورۃ الحج آیت ۷۸)
”اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے وہ تو تمہیں (اس کیلئے) منتخب کر چکا ہے (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۴۸)“

۲۴) امام کی زبانی جناب زید کی فضیلت

عبداللہ بن سیاہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ ہم سات افراد مدینہ پہنچے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو.....

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کو میرے چچا زید کے بارے میں کچھ خبر ہے؟

ہم نے عرض کیا کہ یا تو انھوں نے خروج کر دیا ہو گا یا خروج کرنے والے ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگوں کو جو خبر بھی ملے مجھے ضرور اس کی اطلاع دینا۔۔۔ کچھ دن گزرنے پائے تھے کہ بسام صیرفی کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جناب زید نے ماہ صفر کے پہلے بدھ کو باطل کے خلاف خروج کر دیا۔ چنانچہ بدھ اور جبرائیل ہی گزرے کہ جمعہ کے دن وہ قتل ہو گئے اور فلاں فلاں لوگ بھی ان کے ساتھ قتل ہوئے۔

اس خبر کے معلوم ہونے کے بعد ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور وہ خط امام علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔ امام علیہ السلام نے اسے پڑھا اور گریہ فرمایا اور پھر کلمہ ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ“ کو زبان پر جاری کیا۔ اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک میرے چچا کا بہتر افراد میں شمار ہے اور وہ ہماری دنیا و آخرت میں ایک بہادر انسان تھے۔ خدا کی قسم، میرے چچا ان شہداء کی مثل ہیں جنھوں نے آنحضرت اور امیر المؤمنین اور امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے ساتھ کردرجہ شہادت حاصل کیا۔ (لفظ المصدر جلد ۱ ص ۲۵۱)

۲۵) جزا اور سزا کا انحصار عمل پر ہے

ہر دی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے پیر بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی اسماعیل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بابا جان ہمارے اور ہمارے علاوہ دوسرے گنہگاروں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے یعنی اولاد رسول اقدس

دیگر امت رسول کے گنہگاروں میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

امام علیؑ نے جواب میں یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔
 "لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَعَارِفِي أَهْلِي الْكِتَابِ مَن يَعْمَلُ سُوءًا
 يُجْزِبُهُ" (سورة النساء آیت ۱۲۳)

"نہ تم لوگوں کی آرازو سے (کچھ کام چل سکتے) نہ اہل کتاب کی تمنا سے (کچھ حاصل) جو بڑا کام کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔"

(مؤمن الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۳۲۴)

وضاحت :- صاحب تفسیر بیضاوی نے کہا ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری اور اہل کتاب کی آرزوؤں اور تمناؤں کے مطابق خداوند عالم نے تو اب دینے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ خدا تو ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ثواب عطا فرماتا ہے یعنی مسلمان کو جس کا جیسا نیک عمل ہے اسے ویسا ہی ثواب ملے گا۔ ایمان کا انحصار دل کی آرزو پر نہیں ہے وہ تو دل میں داخل ہونے والی چیز ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ مسلمان اور اہل کتاب ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اہل کتاب کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی۔ لہذا ہم تم سے افضل ہیں اور مسلمانوں کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب سابقہ کتابوں کو منسوخ ٹھہراتی ہوئی آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت مذکورہ میں مشرکین سے خطاب کیا گیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس سے پہلے کی آیات میں انہی کا تذکرہ ہے تو درحقیقت ایسا نہیں کہ اگر ان لوگوں کے خیالات کے مطابق ہو سکتی تو ہم ان سے بہتر ہیں۔ رہا اہل کتاب کی آرزوؤں کا معاملہ تو ان کا کہنا یہ ہے کہ جنت میں وہی جائے گا جو یہودی یا نصرانی ہو اور اگر ہمیں جہنم کی آگ کا مزہ اچکھنا پڑا تو صرف گنتی کے چند دلوں کے لیے ایسا ہوگا۔ لہذا یہی بات طے پا جاتی ہے کہ جو بھی عمل بد کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جزا عمل پر منحصر ہے خواہ فوری طور پر ملے یا آخرت میں دی جائے۔ (تفسیر بیضاوی ص ۲۵۰ مطبوعہ ایران)

۲۶ — بلندى درجا تقوىٰ کی بنا پر ہوتی ہے

حسن بن جہم کہتے ہیں کہ میں حضرت

امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا اور اس وقت جناب امام علیؑ کے بھائی

زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی موجود تھے۔ چنانچہ امام علیؑ نے ان سے فرمایا کہ زید! خدا سے ڈرتے رہو یہیں جو کچھ خدا نے بلند درجات عطا فرمائے ہیں وہ خوف الہی اور تقویٰ کی بدولت ہیں جو شخص تقویٰ اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور نہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔

اسے زید! خبردار! جو تم اس شخص کی مدد کرو جو ہمارے شیعوں میں سے کسی پر حملہ آور ہو، اگر ایسا کرو گے تو تمہارا نور ایمانی جاتا رہے گا۔ اے زید! لوگ ہمارے شیعوں کے مخالف اور ان کے دشمن ہیں۔ انہوں نے شیعوں کی ہم سے محبت اور ہماری ولایت کے بارے میں اپنے اعتقاد کی وجہ سے ان کا خون حلال سمجھ رکھا ہے اور ان کا مال لے لینا جائز سمجھ لیا ہے۔ لہذا اگر تم نے ان سے کوئی بُرائی کی تو گویا تم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اپنا حق خود پامال کر دیا۔ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ امام علیؑ ہم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یا ابن جہم! جو دین الہی کا مخالف ہو گا تو میں اُس سے بری الذمہ ہوں خواہ وہ کسی قبیلے کا کیوں نہ ہو اور جو جو خدا سے دشمنی رکھتا ہے اس کا دین میں کوئی حقہ نہیں! وہ کوئی شخص بھی ہو اور کسی قبیلے سے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! وہ کون شخص ہے جو خدا سے دشمنی رکھتا ہے؟ امام علیؑ نے فرمایا کہ خدا کا دشمن وہ ہے جو اُس کی نافرمانی کرے اور وہ ایسا آدمی ہے جو خدا کا دشمن قرار پایا۔ (مؤمن الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۵)

۲۷ — قیامت میں حرب و تسب کا منہ آنے کا

ابراہیم بن محمد ہمدانی کہتے ہیں

کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو خدا کے نافرمان شخص سے محبت کرے تو وہ خود نافرمان ہے اور جو شخص خدا کے مطیع و فرمانبردار سے محبت رکھے تو وہ خود فرمانبردار ہے، جو شخص ظالم کی مدد کرے اور کسی عدل و انصاف کرنے والے کی مدد کرنا چھوڑ دے تو وہ مالوس و نامراد ہے۔ خدا اور کسی شخص کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے البتہ خدا سے اُس شخص کو قربت حاصل ہو سکتی ہے جو اُس کی اطاعت بجالاتا رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاق عبد المطلب سے مخاطب ہو کر فرمایا قیامت

کے دن تم میرے پاس اپنے نسبوں اور جسبوں کو نہ لانا، ان سے کچھ کام نہ چلے گا، صرن اعمال کو لیکر آنا چاہیے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: "فَاِذَا نْفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ هَ قَمَنْ تَقَلَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ"

المُفْلِحُونَ وَمَنْ حَقَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدِينَ (سورہ مؤمنون آیت ۱۰۱)

” پس جس وقت صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ لوگوں میں قرابت واریاں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے پھر جن کی (زیکیوں) کے پتے بھاری ہوں گے تو یہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے پتے ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ ہی اپنا نقصان کیا کہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔“ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

۲۸ — ایک کے دوسرے پر حقوق

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ہم اہل بیت کا حق دوسروں پر واجب ہوا، تو جو شخص آنحضرت کی وجہ سے اپنا حق تولے لے لیکن ویسا ہی اپنی طرف سے لوگوں کو نہ دے تو پھر ضروری نہیں کہ اس کا حق دیا جائے۔ (نفس المصدر جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

وضاحت: مذکورہ حدیث سے یہ مقصود ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اس کے حقوق کو ملحوظ رکھیں تو اس پر بھی واجب ہے کہ وہ دوسروں کے واجب حقوق کی رعایت کرے اور اگر دوسروں کے اپنے ادب پر عائد شدہ حقوق کا اسے لحاظ نہیں تو پھر دوسروں کے لیے بھی اس کے حقوق کی رعایت ضروری نہیں۔

۲۹ — متقی ہی خدا کے نزدیک باغظت ہے

محمد بن موسیٰ بن نصر رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ خدا کی قسم رومے زمین پر نسبت کے اعتبار سے آپ سے افضل و بہتر کوئی شخص نہیں۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ تقویٰ اور اطاعت الہی نے انہیں یہ عزت بخشی ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے کہا کہ خدا کی قسم آپ تمام لوگوں سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم نہ کھاؤ، مجھ سے بہتر وہ شخص ہے جو پرہیزگاری اور خورج الہی میں سب سے بڑھ کر ہے اور خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہے۔ بخدا، یہ آریہ مبارکہ منسوخ نہیں ہوئی وَجَعَلْنَاكُمْ شِعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَهَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ (سورہ الحجرات آیت ۱۳)۔

” اور ہم نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک ایک دوسرے کو شناخت کرے اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم میں بڑا عزت والا وہی ہے، جو بڑا پرہیزگار ہو۔“ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

۳۰ — حضرت علی اور آپ کے گھرانے کو بڑا کہنے والے کا انجام

عبدالملک بن عمر راوی ہیں کہ میں نے اباض کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور نہ اس گھرانے کی شان میں کوئی بیہودہ گوئی کرو تمہیں پتہ نہیں کہ ایک جبار اور ہمارے حق میں ظالم شخص بنجر سے کوفہ آیا اور یہ وہ وقت تھا کہ ہشام بن عبدالملک جناب زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کر چکا تھا تو وہ شخص کہنے لگا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (معاذ اللہ) اس فاسق فرزند فاسق کو خدا نے کس طرح قتل کر ڈالا؟

اباض نے کہا کہ خداوند عالم نے اس معزور و مرکب کی دونوں آنکھوں میں پیپ سے بھرے ہوئے دو پھوڑے پیدا کر دیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے اس کی آنکھوں کی روئی زائل کر دی۔ لہذا ڈرتے رہو اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نیکی سے پیش آیا کرو۔ (امالی طوسی صفحہ ۲۲ جس میں راوی کا نام اباض کے بجا ابار جاند کو رہے)

۳۱ — اگر کسی کے دو نفس ہوتے؟

عیص بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے نفسوں پر نگاہ رکھو اس لیے کہ تم ہی ان پر نظر رکھنے کے سب سے زیادہ حقدار ہو اگر تم میں سے کسی کے دو نفس ہوتے تو ایک جرم کرنے میں آگے بڑھتا اور اس سے بچنے حاصل ہوتے اور دوسرا

توبہ کرنے کی طرف متوجہ ہوتا لیکن نفس تو ایک ہی ہے جب وہی مردہ ہو جائے تو خدا کی قسم توبہ بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی آنے والا تمہارے پاس آئے جو تمہیں ہماری رضا کی طرف دعوت دیتا ہو تو ہم تمہیں اس کا گواہ بنا لیں گے کہ ہم راضی نہیں جو نفس ہماری آج اطاعت نہیں کرتا جبکہ وہ ایک ہی ہے تو وہ کیسے ہماری اطاعت کر سکتا ہے جبکہ طرح طرح کے جھنڈے اور نشانات لوگوں کے سامنے بلند ہوں گے (یعنی، نفس ہی وقت آل محمد کی اطاعت کر سکتا ہے جبکہ وہ بھانت بھانت (طرح طرح) کے خیالات و رجحانات سے متبرہ ہو اور صرف ایک ہی راہ اختیار کرے جو خدا کا بت یا ہوا راستہ ہے اور حضرات اہل بیت علیہم السلام کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے۔)

مل الشرائع صفحہ ۵۷، مطبوعہ نجف

۳۲) مجلس امام میں خلوص نیت کے ساتھ حاضری کا حکم

ابوسعید المکاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے تو جناب زید اور ان کے ساتھ حضور کرنے والوں کا ذکر آگیا تو بعض شرکاء مجلس نے یہ چاہا کہ وہ جناب زید کے بائیں میں اپنی زبان کھولیں اور ان کی گرفت کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹھہرو! تمہارے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ تم ہمارے معاملات میں دخل دو لیکن اگر ایسا کرو بھی تو نیک بنتی اور خلوص کے ساتھ کرو اور یاد رکھو کہ ہم میں سے جو بھی دنیا سے رھلتا کرتا ہے تو روح کے نکلنے سے پہلے اسے سعادت نصیب ہوتی ہے اگرچہ اونٹنی کے دوہنے کے درمیان کے وقفے اور لمحات میں ہی کیوں نہ ہو۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور اونٹنی کے دوہنے کے درمیان کے وقفے سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا وقفہ جوتانے (اونٹنی) کو دوہنے والے کے ہاتھ سے تھنوں کو دبانے اور ہاتھ کھولنے کے درمیان ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۳۹۲، مطبوعہ ایران)

۳۳) دوست اور دشمن کے درمیان فاصلہ

حزہ اور محمد دونوں نے اپنے والد حمران سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تو حمران کا تر (دیوار کو برابر رکھنے والا معمار کا دھاگہ) ہے، پھر فرمایا کہ ”اے حمران! تمہارے اور دنیا کے درمیان ایک عمارتی خط اور دھاگہ لگا دیا گیا ہے۔“ ”مطر“ لگا دیا گیا ہے۔ (ہاں وہ کہتے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! مطر کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دھاگے یا آلہ پیمائش کا نام ”مطر“ ہے جو وہ دیوار وغیرہ کے یوں (برابر یا ہوا) کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو جو شخص اس معاملہ میں تمہارا مخالف ہو تو وہ بے دین اور زندیق ہے۔

حمران نے عرض کیا کہ وہ مخالف خواہ علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں، چاہے وہ شخص تمہاری علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۲۱۳)

• سب یہی روایت دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے مخالفوں کے درمیان ایک دھاگہ اور خط کھینچ دیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ دھاگہ کیلے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جسے تم تر کہتے ہو تو جو بھی تمہارا مخالف ہو تم اس سے بیزاری اختیار کرو، خواہ وہ مخالف علوی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

(معانی الاخبار صفحہ ۱۱۳)

”مطلب یہ ہے کہ تمہارے دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہے اسے سمجھنے اور دیکھنے کی کوشش کرو۔“

۳۴) اہل بیت میں سے خروج کرنے والے کیوں قتل ہوئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک کہنے والے نے کہا کہ ہمیشہ یہی صورت

رہی ہے کہ جب بھی آپ حضرات اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی نے باطل کے خلاف خروج کیا، تو خود بھی قتل ہوا اور اُس کا ساتھ دینے والے بہت سے لوگ بھی قتل ہوئے۔

امام علیؑ سلام کچھ دیر تو خاموش رہے پھر فرمایا۔
 ”ان میں ایسے لوگ بھی رہے جو خود ہی اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جنہیں ان کے دعویٰ میں جھٹلایا گیا اور ان کے عز و شرف اور عظمت و بزرگی سے انکار کیا گیا اور قتل کر دیے گئے۔“ (احتجاج طبرسی ص ۲۰۶)

۳۵۔ اہل بیت کے ہر فرد کا ایک دشمن ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی یہ بھی مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے اہلبیت میں سے اس کا کوئی دشمن نہ ہو۔

کسی نے کہا کہ کیا اولادِ حسن یہ نہیں جانتی کہ امامت کس کا حق ہے؟
 امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ وہ اسے جانتے ہیں لیکن انہیں اس سے حد روکتا ہے۔ (احتجاج طبرسی ص ۲۰۶)

۳۶۔ وارثِ کتاب

ابولہبیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں سوال کیا۔ ”شَرُّ اَوْلَادِنَا مَنْ عَادَنَا“ (سورۃ فاطر آیت ۲۲)
 ”پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنہیں (اہلِ محمد) ہم نے منتخب کیا۔“

امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟
 میں نے عرض کیا کہ یہ آیت جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور ان کی ذریت سے مخصوص ہے۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ اولادِ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ وہ لوگ اس میں داخل نہیں اور نہ اس کا مصداق ہیں جنہوں نے تلواریں نکالیں اور عوام کو اپنی طرف گمراہی کی دعوت دی۔

ابولہبیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا تو پھر اس آیت کے مصداق کون ہیں؟
 امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ ایک اپنی جان پر وہ ستم ڈھانے والا ہے جو لوگوں کو نہ گمراہی کی طرف بلائے اور نہ ہدایت کی طرف دعوت دے اور ایک ہم اہل بیت میں سے کسی اور بھی کے درمیان والا ہے جو حق امام کو پہچانتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو نیکیوں میں سبقت لے گیا ہے اور وہ امام ہے۔ (احتجاج ص ۲۰۷)

۳۷۔ جناب زید اور مومنِ طاق کی گفتگو

علی بن حکیم نے ابان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ مجھے ابو جعفر محمد بن نعمان نے جن کا لقب مومنِ طاق تھا یہ بتایا کہ ایک دفعہ جناب زید بن امام علی بن الحسین نے جب کہ وہ روپوش تھے مجھے بلا بھیجا۔ تو میں ان کے پاس پہنچا۔

انہوں نے کہا کہ اے ابو جعفر! اگر ہم میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آکر کہے کہ اس کے ساتھ خروج پر تیار ہو جاؤ تو تمہاری کیا رائے ہوگی؟
 وہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں جواب دیا کہ اگر آپ کے والد بزرگوار اور بزرگوار ہوتے تو میں ان کے ساتھ خروج کرتا۔

جناب زید کہنے لگے، میرا ارادہ ہے کہ میں اس قوم پر خروج کر کے جہاد کروں تم بھی میرے ساتھ خسروں کو رو۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہاؤں، میں ایسا نہیں کر سکتا۔
 جناب زید نے کہا کہ کیا تم اپنی جان و دل سے مجھ سے بے رغبتی کر رہے ہو اور انہیں مجھ پر ترجیح دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے۔ اگر آپ کے ساتھ زمین پر خدا کی کوئی اور حجت ہے تو آپ سے روگردانی کرنے والا نجات پائے گا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اور اگر آپ کے ساتھ خدا کی کوئی حجت نہیں ہے تو آپ سے مفد موڑنے والا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا برابر ہے۔

ابو جعفر کا بیان ہے کہ پھر میں نے جناب زید سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہاؤں، یہ تو فرمائیے کہ آپ افضل ہیں یا انبیاء علیہم السلام؟
 جناب زید نے فرمایا کہ انبیاء مجھ سے کہیں افضل و اعلیٰ ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند جناب یوسف سے ارشاد فرمایا تھا " لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۗ " (سورۃ یوسف آیت ۵) " اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ مکاری کی کوئی تدبیر کرنے لگیں گے "۔

چنانچہ جس طرح انھوں نے وہ خواب اپنے بھائیوں کے آگے نہ دہرایا تاکہ وہ مکاری نہ کر سکیں اور اسے ان سے خفیہ رکھا، اسی طرح آپ کے پدر بزرگوار نے بھی آپ سے چھپایا اس لیے کہ وہ آپ کے بارے میں احتیاط سے کام لے رہے تھے۔

جناب زید نے فرمایا، یہ تو تم کہہ رہے ہو، مجھ سے تو تمہارے صاحب نے مزید ہی میں کہا تھا کہ میں قتل کیا جاؤں گا اور کنا سہ میں صولی پر لٹکایا جاؤں گا اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں میرے قتل اور صولی پلنے کے بارے میں تحریر تھا۔

چنانچہ میں نے حج کے موقع پر جناب زید کی اور اپنی گفتگو کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا۔

(امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے عم محترم نے صحیفہ قتل اور صولی کے بارے میں جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے کیونکہ پیش گوئی ہے جو ہمارے جید نامہ لار سے ہم تک پہنچی ہے۔)

۳۸ — بہترین مخلوق کون ہے؟

ابو عمر سے مروی ہے کہ کثیر النوائے تو انھوں نے جناب زید بن امام علی بن الحسین کی بیعت کر لی اور جب لوٹ کر گئے تو انھوں نے بیعت کو توڑ دیا اور جناب زید نے بھی اس بات سے درگزر کی۔ پھر کثیر النوائے یہ دو اشعار پڑھے:

- للحرب اقوام لها خلقوا
 - وللتجارة والسلطان اقوام
 - خير البويّة من امسى تجارة
 - تقوى الاله وضرب يمتلى الهام
- جنگ کرنے والے لوگ ہوا کرتے ہیں جو اسی لیے پیدا ہوتے ہیں اور تجارت اور حکومت کرنے کے لیے بھی کچھ جماعتیں ہوا کرتی ہیں۔
- مخوفوں میں بہتر وہ شخص ہے کہ جس کی تجارت خدا سے تقویٰ و پرہیزگاری اور اس مارا اور ضرب دگلانے پر جو جس سے مخالفت کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

۳۹ — پوتا زید کا نگہبان دادا قاتل حسین

احمد بن عیسیٰ بن عبدالشہر بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ میں نے ابو نعیم فضل بن دین سے کہا کہ کیا زہیر بن معاویہ جہاد میں جناب زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کے احاطہ کے نگہبان تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں، ایسا ہی تھا، لیکن اس میں ایک بڑائی یہ ہوئی کہ زہیر بن معاویہ کا دادا رحیل ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل تھے۔ (نفس المصدر صفحہ ۱۲۸)

۴۰ — اولادِ رسول کی جزا و سزا دوسری ہے

بزرگ نعلی کہتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے آپ کے بعض اہل بیت کا ذکر آگیا تو میں نے امام سے عرض کیا کہ کیا آپ کے اہل بیت میں جن کا منکر اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں میں خدا کا نافرمان برابر ہے اور ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں یعنی آل رسول کے لوگ اور غیر آل رسول کے گنہگار یا اعتبار گناہ ایک ہی صورت میں رہیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے نیکی کرنے والے کے لیے جزا دو گنی ہے اور ہم میں سے خدا کے نافرمان اور گنہگاروں کے گناہ بھی دو گنے ٹھہرتے ہیں۔ (قرب الاسناد ص ۲۱ مطبوعہ نجف اشرف)

۴۱ — فضائل مسجدِ سہل

عمار ابی یقظان سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس لوگوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جن میں ابان بن نعمان نامی ایک شخص بھی تھے تو امام علیہ السلام نے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کسی کو میرے چچا زید کے بارے میں کچھ علم ہے؟ ابان بن نعمان نے عرض کیا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے مجھے ان کے بارے میں علم ہے۔

ابان بن نعمان نے کہا کہ ہم ایک رات اُن کے ساتھ رہے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم مسجدِ سہلہ چل سکتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اور بلاخر ہم ان کے ساتھ مسجدِ سہلہ کی طرف چل دیے۔

یہ سن کر امام علیؑ نے فرمایا کہ مسجدِ سہلہ وہ جگہ ہے جو جناب ابراہیمؑ کا گھر تھا اور جہاں سے آپ نے عمالقہ پر خروج کیا تھا۔ اور جہاں حضرت ادریس علیؑ سلام کا مکان تھا جس میں بیٹھ کر آپ خیالی کرتے تھے اور اس میں وہ سبز چٹان بھی تھی جس میں حضرات انبیاءؑ کی تصویریں تھیں اور یہی وہ جگہ ہے جس میں دنیا میں گھومنے پھرنے والے حضرت خضرؑ کے بیٹھے کی جگہ تھی۔ پھر امام علیؑ سلام نے فرمایا، کاش خروج کے موقع پر میرے چچا یہاں آکر اس مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کی پناہ لیتے تو خداوندِ عالم انہیں بیس سال پناہ دیتا۔ جو شخص پریشاں حالی میں یہاں آکر اس مسجد میں مابین عشائین نماز پڑھے اور خدا سے دعا کرے تو خداوندِ عالم اس سے رنج و غم کو دور فرما دیتا ہے۔

۴۲) ظلّ المومنین کا زوال

محمد صلی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ابی سفیانؓ کی اولاد نے حضرت سید الشہداء امام حسین سلام اللہ علیہ کو قتل کیا تو خداوندِ عالم نے ان سے حکومت چھین لی اور ہشام نے جناب زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کو قتل کیا تو خداوندِ عالم نے اس سے سلطنت چھینی اور ولید نے جناب یحییٰ بن جباب زید کو قتل کیا تو اللہ نے اس کا تخت حکومت بھی تباہ و برباد کر دیا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔
(ذوآب الاعمال و عقابہا صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ بغداد)

۴۳) والدین کا نافرمان اور قاطع رحم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کینز سالمہ سے مروی ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں وہاں موجود تھی اور آپ اس وقت غش کی حالت میں تھے۔ جب افاقہ ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین علیہما السلام کو شتر دینا روکے دیے جائیں اور امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ فلاں بن فلاں کو اتنی آخی رقم دے دی جائے۔
میں نے عرض کیا کہ کیا آپ اُس شخص کو عطیہ سے نوازرہے ہیں جس نے آپ پر نیرہ

اٹھایا تاکہ وہ آپ کو قتل کر دے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ چاہتی ہو کہ میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جن کے بارے میں خداوندِ عالم کا یہ ارشاد ہے ”وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِمْ أَنْ يَنْفُصَلُوا وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ (سورة الرعد آیت ۸)“ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن سے (تعلقات) کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے، انہیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) بڑی طرح حساب لیے جانے سے غم کھاتے ہیں۔“

اے سالمہ! خدا نے جنت کو پیدا کیا اور اسے اور اس کی خوشبو کو طیب و طاہر اور عمدہ بنا یا جو دو ہزار سال کی دوری اور مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے لیکن ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحم کرنے والا جنت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ (غنیۃ الشیخ الطوسی ص ۱۱۱)

۴۴) جنت کی حور سے امام کا نکاح

ابومرہ شمالی سے مروی ہے کہ میں ہر سال حج کے موقع پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک سال عادت کے مطابق حاضر خدمت ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے دونوں زانوؤں پر ایک پتہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک اور بچہ آتا ہوا دکھائی دیا جو دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑا اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی امام علیہ السلام اس کی طرف تیزی سے دوڑے اور اس کا خون اپنے کپڑے سے صاف کرنے لگے اور فرمایا، بیٹے! میں تمہیں اس سے حنہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم کنا سے میں صولی پر لٹکائے جاؤ۔

شمالی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں، یہ کنا سے کونسا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کون سے کنا سے ہے۔
میں نے پھر عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، کیا ایسا ہی ہوگا کہ انہیں صولی دی جائے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس نے حضرت جبریلؑ سے صلۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اگر تم میرے بعد زندہ رہے تو تم اس لڑکے کو دیکھ لو گے کہ یہ کون سے کے مصافات میں قتل ہوگا، قبر میں دفن کیا جائے گا پھر قبر کھود کر اس کی لاش کو نکالنا جائے

گا اور لباس اتار کر اسے زمین پر گھسیٹا جائے گا اور کنا سہ میں اس کی لاش صولی پر لٹکا دی جائے گی پھر صولی سے اتار کر وہ لاش جلادی جائے گی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، پھر وہ جلجلی ہوئی راکھ ہوا میں اڑا کر منتشر کر دی جائے گی۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان، اس بچے کا نام کیا ہے؟
امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند زید ہے۔
اس کے بعد امام علیؑ سلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اس فرزند کے بارے میں ایک واقعہ سناتا ہوں وہ یہ کہ ایک رات میں رکوہ وسجود کی حالت تھا تو مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے دیکھا کہ گویا میں جنت میں ہوں اور جناب رسول خدا، امیر المؤمنین، جناب فاطمہ زہرا، امام حسن و امام حسین علیہم السلام نے میرا حوران جنت میں سے ایک حور کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو ایک ہاتھ غیبی کی آواز سنی جو یہ کہتا ہے کہ زید آپ کو مبارک ہوں، زید آپ کو مبارک ہوں، زید آپ کو مبارک ہوں۔ اس کے بعد غنودگی دور ہوئی۔

جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو دروازے پر دستک ہوئی اور مجھے بتایا گیا کہ کوئی شخص دروازے پر آیا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر میں باہر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے کہ جس کے ساتھ ایک لڑکا ہے جس کا ستام جسم کپڑوں میں چھپا ہوا ہے اور دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے اس کے آنے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں امام علی بن الحسین علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہی علی بن الحسین (علیہ السلام) ہوں۔

اس شخص نے کہا کہ میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا قاصد ہوں، انھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ عرض کیا ہے کہ میں نے اس کینز کو چھ سو دینار میں خریدا ہے اور یہ چھ سو دینار بھی بچھے ہیں تاکہ ان سے آپ اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص نے ان کا ایک خط بھی دیا۔ میں قاصد اور اس لڑکی کو اندر بلا لیا اور مختار کے خط کا جواب لکھ کر قاصد کے حوالے کیا اور اس قاصد سے مزید گفتگو کی، لڑکی سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام حوراء بتایا۔ وقت گزرا۔ شب آئی، میں نے اس لڑکی کے ساتھ شب گزاری، جو حاملہ ہو گئی، جب بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس بچے کا نام زید رکھا، جو یہی بچہ ہے اور جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے تم اسے خود بھی دیکھ لو گے۔

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا کہ میں نے کوثر

کے اندر جناب زید کو معاویہ بن اسحاق کے گھر میں دیکھا تو میں ان کے پاس گیا اور سلام بجا لیا اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، آپ اس شہر میں کیوں تشریف لائے ہیں؟
آپ نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نسب کی کا حکم کرنا اور بدی سے روکنے) کے لیے آیا ہوں۔

چنانچہ میں ان کے پاس آتا جاتا رہا۔ ایک دفعہ پندرہ ماہ شعبان کی رات تھی کہ جناب زید کے پاس پہنچا، میں نے انہیں سلام کیا اس وقت وہ باریق اور بنی ہلال کے قبیلوں میں مشغل ہو رہے تھے جب میں ان کے پاس جا کر بیٹھا تو فرمانے لگے۔

اے ابو حمزہ! کیا تم تیار ہو کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر کی زیارت کو ہمارے ساتھ چلو۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔
چنانچہ ہم چل پڑے اور کچھ بائیں شروع کر دیں یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ اب ہم سفید روشنیوں کے پاس آ گئے اور یہی جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا مزار ہے۔ پھر زیارت قبر کے بعد ہم واپس ہو گئے۔

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہوا اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جناب زید قتل ہوئے دفن کر دیے گئے، پھر ان کی لاش قبر سے نکالی گئی اس نے لباس اتار لیا اور اسے گھسیٹا گیا، پھر صولی پر لٹکا لیا گیا، یہاں تک کہ لاش کو جلا کر بڑیوں کو ہاون دستوں میں کوٹا گیا اور کونے کے نشیبی حصہ میں کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (ذرحۃ الغری ص ۵۷)

۴۵) اہل بیت کے معاملہ میں دخل دینے کی اجازت نہیں

ولید بن صبیح سے مروی ہے کہ ایک رات ہم چند آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص دروازے پر آیا۔ امام نے کینز سے کہا، ذرا جا کر دیکھو کون آیا ہے؟

وہ گئی اور پھر اندر آ کر کہنے لگی کہ آپ کے چچا عبداللہ بن علی بن الحسین آئے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں آنے دو اور ہم سے فرمایا کہ تم لوگ گھر کے اندر

چلے جاؤ۔

ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم حجرے میں چلے گئے۔ ہم نے وہاں یہ محسوس کیا کہ اس حجرے میں کوئی خالوں بھجے موجود ہیں لہذا ہم بڑے محتاط ہو کر بیٹھ گئے۔

جب امام علیؑ سلام کے چچا عبداللہ اندر آ گئے اور امام علیؑ سلام سے کچھ گفتگو شروع کی تو ہم نے یہ محسوس کیا کہ وہ آپ کو نازیبا کلمات کہہ رہے ہیں اور پھر فوراً ہی واپس چلے گئے۔ اور امام علیؑ سلام نے ہمیں بلا کر دوبارہ وہیں سے گفتگو شروع کر دی جہاں سے منقطع ہوتی تھی۔

ہم میں سے کسی نے امام علیؑ سلام سے عرض کیا کہ آپ کے چچا آپ کے پاس آئے تھے جن کے بارے میں ہم یہ خیال بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی اس طرح آنے گا اور بات کرے گا یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ باہر نکل کر ان پر لوٹ پڑیں۔ امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ ہمارے سخی معاملات میں تمہیں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، امام علیؑ سلام نے کینز کو بھیجا! وہ گئی اور فوراً واپس آ کر کہنے لگی کہ وہی آپ کے چچا عبداللہ بن علیؑ بن ابی طالب آئے ہیں امام علیؑ سلام نے ہمیں پھر اسی حجرے میں جانے کا اشارہ فرمایا جب وہ اندر آئے تو رو تے پیٹتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ بے ہمتی میری خطا معاف کر دو خداوند عالم تمہیں بخشے اور مجھ سے درگزر کرو خداوند عالم تم سے درگزر فرمائے گا۔ امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ اے چچا! خدا آپ کو بخشے یہ تو بتائیے کہ آپ کے

کیا گزری کہ آپ کو ندامت ہو رہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب میں سونے کے لیے بستر پر گیا تو میرے پاس کالے لنگ کے دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسے دوزخ کی طرف لے چلو۔ چنانچہ وہ مجھے لے چلا تو راستہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے ان سے چھڑا دیجیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے انہیں حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھے جب سے چھوڑا ہے تیرا تمام جسم رسی سے باندھے جانے کی وجہ سے اب تک درد محسوس کر رہا ہے۔

یہ سن کر امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ اے چچا جان! اب آپ کو جو وصیت کرنی ہو کر لیں۔ انہوں نے کہا، کہ میں کس چیز کے بارے میں وصیت کروں میرے پاس تو مال

بھی نہیں عیال زیادہ ہیں اور مقروض بھی ہوں۔

امام علیؑ سلام نے فرمایا کہ آپ کے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور آپ کے عیال میرے عیال میں شامل ہیں آپ کو جو وصیت کرنی ہو مجھ سے کر لیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم مدینہ ہی میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے عیال کو اپنے عیال میں شامل کر لیا اور خود ان کا قرض ادا کیا اور اپنے فرزند کی ان کی بیٹی سے شادی کر دی۔ (الخراج والخراج ۳۳۲)

۴۷ — ظالم مقصد اور سابق بالخیرات

حسن بن راشد سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں جناب زید کا ذکر بڑائی سے کیا، تو امام علیؑ سلام نے فرمایا، ایسا نہ کرو۔ خدا میرے چچا پر رحم فرمائے وہ ایک بار میرے پیر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ظلم اور خدا کی نافرمانی کے خلاف خروج کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کام میں تمہارے قتل کے جانے اور کونے کے باہر صولی پر لٹکا دیے جانے کا خوف ہے۔ ”کیا تم اس کو پسند کرو گے؟“ انہوں نے کہا کہ بیشک میں امر بالمعروف اور نہی منکر اللہ کے لیے کروں گا۔ اس لیے مجھے جو کچھ تکلیف پہنچیں گی برواشت کروں گا۔“

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے حسن! حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت فرمائی۔ لہذا خدا نے ان کی اولاد پر آتش دوزخ کو حرام کر دیا اور آپ ہی کی اولاد و ذریت کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ”ثُمَّ أَوْمِنَّا بِالْكِتَابِ الَّذِي نُنزِّلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ تَأْفِيكًا مِمَّنْ جَاءَ تَأْفِيكُهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ“ (سورہ فاطر آیت ۳۲)

”پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنہیں ہم نے منتخب کیا، کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کر کے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیک اور سیدھے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکوں میں (اوروں سے) گونے سبقت لے گئے ہیں۔“

چنانچہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنے امام کی معرفت نہ رکھتا ہو

اور مقصد وہ ہے جو حقِ امام کو پہچاننا ہے اور سابق باخیرات سے خود امام مراد ہیں۔
پھر فرمایا اے حسن! ہم اہل بیت میں سے کوئی اس وقت تک دنیا سے نہیں
جاتا جب تک وہ صاحبِ فضیلت یعنی امام و پیشوا کی فضیلت کا اقرار نہ کر لے۔
(الخروج والخراج صفحہ ۱۹۷)

۴۷ — اپنے بھائیوں میں جناب زید کا مقام

ارشاد میں بیان کیا گیا ہے
کہ جناب زید بن علی بن الحسین امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد اپنے بھائیوں میں افضل و بہتر
تھے اور بڑے عابد نیک فقیہ، سخی اور بہادر انسان تھے اور انھوں نے تلوار نکالی اور جہاد کیا
تو اس لیے کہ وہ نیکی کا حکم کرتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے اور خونِ حضرت سید الشہداء
امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

۴۸ — جناب زید اہل مدینہ کی نظر میں

ابو الجارود زیاد بن منذر بیان
کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ گیا اور وہاں پہنچ کر میں نے جناب زید بن علی علیہ السلام کے
بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم کیے۔ چنانچہ جس سے بھی میں نے پوچھا سب نے یہی کہا
وہ حلیف القرآن تھے۔

ہشیم کہتے ہیں کہ میں نے خالد بن صفوان سے ان کے بارے میں پوچھا تو وہ
جناب زید کے بارے میں کچھ باتیں ہمیں بتانے لگے۔

میں نے خالد سے پوچھا کہ تمہاری اُن سے ملاقات کہاں ہوئی۔

خالد نے جواب دیا کہ میں بغداد کے محلہ رصافہ میں ان سے ملا تھا۔

میں نے کہا کہ وہ کیسے انسان تھے؟

خالد نے کہا کہ مجھے تو یہ پتہ چلا ہے کہ وہ خونِ الہی میں رونے والے انسان

تھے کہ ان کے رخسار اور خطکی جگہیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔

۴۹ — جناب زید اور ہشام کی گفتگو

بہت سے شیعوں کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں جس کا سبب یہی ہے کہ

جناب زید نے حق کے لیے خسرو ج کیا تھا۔ وہ اپنے اس جہاد سے لوگوں کو اہل بیت رسول
کی رضا کی طرف بلاتے تھے جس سے لوگوں کو اس کا خیال ہو کہ وہ اپنی امامت کی دعوت سے
بے ہوا ہیں۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہ تھا کہ وہ اپنی امامت کی دعوت دیتے ہوں۔ انھیں تو اس کا پہلے
ہی سے اچھی طرح علم تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام ہیں اور اپنے بعد کے زمانہ کے لیے امام نے
اپنے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔

جناب ابوالحسین زید بن علی بن الحسین کے باطل کے مقابلہ میں خروج کے اسباب
کو ہم بتا چکے ہیں کہ ان کا مقصد امام حسین علیہ السلام ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خونِ ناحق
کا انتقام لینا تھا اور دنیا کو بتانا تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی اسلام کی اصل تعلیم ہے
جس سے دنیا نے منہ موڑ لیا ہے۔

چنانچہ جب آپ ہشام بن عبدالملک کے سامنے آئے تو ہشام نے اہل شام
کو جمع کر رکھا تھا اور حکم یہ تھا کہ مجلس میں اس کثرت سے لوگ اکٹھے ہوں کہ کسی کو جناب زید
تک پہنچنے کی قدرت نہ ہو۔

جناب زید نے ہشام سے کہا کہ بن گانِ خدا میں کوئی ایسا نہیں جو اس سے بالاتر
ہو کہ اس کو خدا سے ڈرنے کی ہدایت نہ کی جائے اور بندوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس قابل
نہ ہو کہ اس کو خونِ الہی کی ہدایت نہ کی جائے۔

اے امیر! میں تجھے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہوں کہ تو اللہ سے ڈر۔

ہشام کہنے لگا کہ کیا آپ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں اور اس کے
اُمیدوار ہیں؟ مگر یہ آپ کو نہیں مل سکتی، آپ کینز زادے ہیں۔

جناب زید نے جواب دیا کہ میں خدا کے مبعوث کیے ہوئے نبی سے زیادہ کسی
شخص کو افضل اور اعلیٰ نہیں سمجھتا جو خود کینز کے بطن سے تھے۔ اور اگر کینز زادہ ہونے والی بات
اُن کو اُن کے بطنِ درجے سے پستی میں لانے والی ہوتی تو وہ نبی کی حیثیت میں مبعوث نہ ہوتے
اور ایسی ذات جناب اسمعیل فرزند حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے اب تو یہی بتا کہ نبوت کا درجہ
بلند ہے یا خلافت کا۔؟ پھر اس ہستی کو کیسے پست قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس کے جدِ بزرگوار
رسول اللہ اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

یہ سنتے ہی ہشام اپنی مجلس سے اُٹھ گیا اور اس نے اپنے منظم اور داروغہ کو
بلا کر کہا کہ یہ میرے لشکر میں ایک رات بھی نہ گزارنے پائیں۔

چنانچہ جناب زید یہ کہتے ہوئے نکلے کہ جس قوم نے تلوار کی سختی اور گرمی کو پسند نہیں

کیا وہ ذلیل اور رسوا ہوئی۔

جب جناب زید کو فہم پہنچے تو تمام اہل کوفہ نے آپ پر اجماع کر لیا اور سب نے آپ سے جہاد کرنے پر بیعت کر لی اور پھر بیعت کو توڑ دیا اور انہیں اکبلا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جناب زید قتل ہوئے اور چار سال ان کی لاش ان کے درمیان صولی پر لٹکی رہی اور ان میں سے کسی نے اس عمل کو برائے سمجھا اور ہاتھ اور زبان سے ان کی مدد کو تیار نہ ہوئے۔

جب جناب زید شہید ہو گئے۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام پر ان کے قتل کا بہت زیادہ اثر ہوا اور بڑا صدمہ پہنچا اور اس غم کے اثرات آپ سے نمایاں ہوئے اور امام علیہ السلام نے ان کے مددگاروں کے عیال میں ایک ہزار دینار تقسیم فرمائے ابو خالد واسطی راوی ہیں کہ چنانچہ فضیل رسان کے بھائی عبداللہ بن زبیر کے عیال کو چار دینار دیے گئے۔

جناب زید کی شہادت پر کے دن ۱۰ صفر ۲۰ھ کی اٹھائیس تاریخ ہوئی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر بیالیس کی تھی۔ (ارشاد الغیۃ ص ۲۸۷)

⑤ — خلافت کیلئے بنی ہاشم کا اجتماع

اعلام الوری اور ارشاد جناب غفر میں مذکور ہے کہ ابو الفرج علی بن حسین بن محمد اصفہانی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب مقاتل الطالبین میں یہ روایت ملی ہے جسے عمر بن عبداللہ نے روایت کیا، اور جس کی ابو زید نے متعدد راویوں کے سلسلے سے ابن اعمین سے روایت کی اور جنہوں نے محمد بن ابی الکرام جعفری کے والد سے روایت کیا جو چند دوسرے راویوں کے سلسلہ کے ساتھ عمر بن علی کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابوا پر جمع ہوئی جو مدینہ سے تینستل میل پر واقع ہے جن میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ابو جعفر منصور صالح بن علی عبداللہ بن حسن اور ان کے فرزند محمد و ابراہیم نیز محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان شامل تھے۔

چنانچہ صالح بن علی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم وہ لوگ ہو کہ جن کی طرف لوگوں کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں اور خدا کی طرف سے یہ موقع ملا ہے کہ تم سب یہاں جمع ہو اور ہذا ضروری ہے کہ ہم سب ایک شخص کی بیعت کر لیں جسے تم خود منتخب کرو اور پھر اس کی بیعت پر جھے رہو یہاں تک کہ خداوند عالم کشائش عطا فرمائے اور وہی بہتر کامیابی عطا کرنے والا ہے

عبداللہ بن حسن نے حمد و ثناء الہی کے بعد کہا کہ آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ یہ میرا فرزند ہمدی موجود ہے لہذا آئیے ہم سب مل کر اس کی بیعت کریں۔

اس کے بعد ابو جعفر منصور نے سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اپنے آپ کو فریب میں کیوں مبتلا کرتے ہو، خدا کی قسم تم تو جانتے ہو کہ لوگ اس جوان سے زیادہ کسی دوسرے کی طرف مائل نہیں ہیں اور نہ کسی دوسرے کی بات مائیں گے جس سے ابو جعفر کی مراد محمد بن عبداللہ تھے۔

چنانچہ لوگ بول اٹھے کہ واقعی تم سچ کہتے ہو یہ وہی ہیں جنہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ آخر کار سب نے محمد کی بیعت کر لی اور ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ عیسیٰ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کا قاصد میرے والد کے پاس آیا، جس نے کہا کہ آپ کو عبداللہ بن حسن نے کسی خاص کام سے بلایا ہے اور یہی پیغام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بھی بھیجا۔

عیسیٰ کے علاوہ ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ عبداللہ بن حسن نے حاضرین سے خطاب کیا کہ جعفر بن محمد باقر، کو نہ بلاد ہو میں ڈر ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارا سارا معاملہ خراب ہو جائے۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وہاں روانہ کیا تاکہ یہ دیکھوں کہ سب وہاں کس لیے جمع ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ محمد بن عبداللہ کجاوہ کی دو بہری چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں جب نماز ادا کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے میرے والد نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے یہ پوچھوں کہ یہاں آپ کیوں جمع ہوئے ہیں؟

عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ محمد بن عبداللہ جدیدی کی بیعت کر لیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لے گئے تو عبداللہ بن حسن نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور جناب امام علیہ السلام نے بھی یہی دریافت فرمایا کہ آپ حضرات کس مقصد کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں؟

آپ کو بھی وہی جواب ملا کہ ہم محمد بن عبداللہ کی بیعت کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کام نہ کریں اس لیے کہ یہ مقصد ناامان ہے گا۔ اور لے عبداللہ! تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہارا یہ فرزند جدیدی ہے ابھی تو جدیدی کا وقت

بہت دور ہے۔ اور اگر تم صرف یہ چاہتے ہو کہ تم اسے دین الہی کی حفاظت میں خروج پر آمادہ کرو اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری پوری کرے تو خدا کی قسم ہم تمہارا ساتھ چھوڑیں گے تم تو ہمارے بزرگ ہو اور ہم اس معاملہ میں تمہارے بیٹے کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن غصہ میں آگئے اور کہتے لگے کہ میں تو جانتا تھا کہ آپ ہماری مخالفت کریں گے خدا نے آپ کو غیب کی خبر تو نہیں دی اور یہ تو آپ میرے بیٹے سے صرف حد کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔

امام علیؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے اور اسی کے ساتھ امام علیؑ نے ابوالعباس اور پھر عبداللہ بن حسن کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ منصب نہ تمہیں ملے گا اور نہ تمہارے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو نصیب ہوگا۔ یہ تو کسی اور ہی کے لیے مخصوص ہے اور تمہارے دونوں فرزند قتل ہوں گے۔

پھر امام علیؑ اٹھے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کے سہارے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے اس زرد چادر والے ابو جعفر کو دیکھا ہے؟

عبدالعزیز بن عمران نے عرض کیا جی ہاں، دیکھ لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ امام علیؑ نے فرمایا کہ بخدا، میں جانتا ہوں کہ یہی اسے قتل کرے گا۔

عبداللہ بولے کہ کیا یہ محمدؐ کو قتل کرے گا۔

امام علیؑ نے فرمایا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ رب کعب کی قسم یہ اس سے کتنا حسد رکھتے ہیں۔

پھر امام علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤ گے جب تک یہ نہ دیکھ لو گے کہ ابو جعفر نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیؑ نے یہ بات بتادی اور لوگ جانے لگے تو عبدالصمد اور ابو جعفر آپ کے پیچھے چلے اور کہنے لگے کہ لے ابو عبداللہ! کیا واقعی ایسا ہی ہوگا؟

آپ نے فرمایا، واللہ! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ برپائے علم لدنی ہی کہتا ہے! یقیناً ایسا ہوگا۔

ابوالفرج کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عباس مقالی نے بکار بن احمد اور

انہوں نے حسن بن حسین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ غنہ بن نجاد عابد نے ان سے کہا کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تھے تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کیا کہیں گے اور یہ قتل کے جائیں گے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے صحیفہ میں ان کا نام اس امت کے خلفاء میں شامل نہیں ہے۔ (مقاتل الظالمین از صفحہ ۲ تا صفحہ ۲۸ الارشاد صفحہ ۲۹۳)

۵۱) — ایک زیدی کا شیخ مفید سے سوال

ایک زیدی نے جناب شیخ مفید سے سوال کیا اور وہ فتنہ برپا کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا کہ کیا سبب ہوا کہ آپ جناب زید کی امامت کے منکر ہوئے؟

شیخ مفید نے جواب دیا، کہ میرے حق میں تمہارا یہ گمان درست نہیں اور جناب زید کے بارے میں کوئی زیدی میرے خیالات کا مخالف نہیں۔

زیدی نے پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے۔

شیخ مفید نے فرمایا کہ میں جناب زید کی امامت کے بارے میں اپنی باتوں کا اقرار کرتا ہوں جو زیدی حضرات سمجھتے ہیں اور ان باتوں سے انکار کرتا ہوں جن سے وہ انکار کرتے ہیں۔ میں اس کا قائل ہوں کہ وہ علم و زہد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے امام تھے اور میں ان سے اُس امامت کی نفی کرتا ہوں جو اس کے اہل کے لیے گناہوں سے محفوظ و معصوم اور خدا کی طرف سے منصوص اور معجز نہا ہونے کو لازم اور ضروری قرار دیتی ہے اور یہی وہ امور ہیں جن سے کسی شخص کو انکار نہیں اور ان میں مجھ سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔

(المناب جلد ۱ صفحہ ۲۲)

۵۲) — امام کو قبل از وقت کسی کام کے انجام دینے کی اجازت نہیں

موسیٰ بن بکر نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جناب زید بن علی بن امین امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ کے پاس اہل کوفہ کے کچھ خطوط تھے جن میں انہوں نے جناب سے

کو اپنے پاس آنے کی دعوت اور آپ کو اپنے اتفاق و اتحاد کی خبر دی تھی اور وہ چلبستے تھے کہ جناب نے ان کی طرف چلے آئیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب زید سے فرمایا کہ خداوند عالم نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ہی رکھا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جس کی واضح مثالیں پیش کر دیں اور اس کے طریقے بتا دیے ہیں اور اس نے امام کو جو اس کے امر کا عالم ہے ان چیزوں میں جن کی بجا آوری فرض و لازم قرار دی ہے کسی شک و شبہ میں نہیں رکھا کہ امام اس کے موقع اور محل سے پہلے کسی کام کو کر گزرے یا اس کے وقوع سے پہلے اس کے بجالانے کی کوشش کرنے لگے جیسا کہ خداوند عالم نے شکار کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ“

(سورة المائدة آیت ۹۵) ”اے ایمان والو! جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار نہ کرو“ تو کیا شکار کے جانور کا مار ڈالنا بڑی بات ہے یا محترم جان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کام کا محل و موقع قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

”وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا“ (سورة المائدة آیت ۲) ”اور جب تم احرام سے ٹھیک ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔“ پھر ارشاد ہوا ”وَلَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ“ (سورة المائدة آیت ۲) ”خدا کی نشانیوں کی بے توقیری نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی“ چنانچہ مہینوں کی تعداد مقرر ہے جن میں چار حرمت والے ہیں، جیسا کہ ارشاد جناب باری ہے۔ ”وَفِي حُجُوفِ الْأَرْضِ أَرْبَعَةٌ أَشْهُرٌ وَعَلَمُوا أَنْكُمُ حُرْمٌ مَّعْجُزِي اللَّهِ“ (سورة توبہ آیت ۲)۔

(مولے مشرک!) بس تم چار مہینے (ذی قعدہ، ذوالحجہ، رجب و محرم) رو زمین پر سیر و سیاحت کر لو اور یہ سمجھتے رہو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

(تفسیر العیاشی جلد ۱ صفحہ ۲۹، ابرہان جلد ۱ صفحہ ۲۳)

۵۳) جناب زید کی لاش کی بھرتی کرنے پر

تباہی و ہلاکتِ خاندانِ اُمیہ

داؤد ہرقی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت اسماعیل جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں سوال کیا ”فَعَسَى اللَّهُ أَنْ

تَأْتِي بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْلِحُوا عَلَيَّ مَا أَسْرَوْنَا فِي أَنفُسِهِمْ تَاكِدِينَ (سورة مائدہ آیت ۵۲)

”تو پس عنقریب ہی خدا (مسلمانوں کی) فتح یا کوئی اور بات اپنی طرف سے ظاہر کر دے گا، تب یہ لوگ اُس بدگمان پر جو یہ اپنے جی میں چھپاتے تھے، شرمائیں گے“ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جناب زید کی لاش کو جلانے کے بعد سات دن کے اندر نبی اُمیہ کی ہلاکت اور تباہی کی اطلاع دی گئی ہے۔

(تفسیر العیاشی جلد ۱ صفحہ ۲۲۵، ابرہان جلد ۱ صفحہ ۲۴، تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۲۳)

اثبات العداۃ از حرعالمی جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

۵۴) زید کی وجہ تسمیہ

ابوالقاسم بن قولوبہ نے بعض اصحاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں راوی نے کہا کہ میں امام علی بن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں موجود تھا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ جب امام علیہ السلام نماز صبح سے فارغ ہو جاتے تھے تو طویل آفتاب تک کسی سے کلام نہ فرماتے تھے۔

چنانچہ جناب زید کی پیدائش کے دن آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور نماز صبح کے بعد انہوں نے آپ کو فرزند کی ولادت کی مبارکباد پیش کی۔ راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کا کیا خیال ہے میں بچے کا کیا نام رکھوں تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کے مطابق نام تجویز کیا۔

امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا: ذرا قرآن مجید تلاؤ۔ چنانچہ قرآن مجید لایا گیا اور آپ نے اسے گود میں رکھ کر کھولا اور صفحہ کے پچھلے پر نظر کی تو یہ آیت مبارکہ دیکھی ”وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا“ (سورة النساء آیت ۹۵)

”اور غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے“ راوی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو بند کر کے پھر دوبارہ کھولا تو پہلے صفحہ پر (سرورق) یہ آیت مبارکہ نظر آئی۔ ”إِنَّ اللَّهَ اشْرَاكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَّا عَلَيْهِ حَقَّ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنْ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمْ
الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورہ توبہ آیت ۱۱)

”اس میں تو شک نہیں کہ خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید لیے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لیے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل ہوتے ہیں (یہ) پکا وعدہ ہے جس کا (پورا کرنا) خدا پر لازم ہے (اور ایسا پکا ہے) کہ توریت اور انجیل و قرآن میں (لکھا ہوا) ہے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے تم تو اپنی (خرید) فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔“

قرآن مجید کے تفاعل کے بعد امام علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ زید ہیں، خدا کی قسم یہ زید ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان کا نام زید رکھ دیا۔ (مستطرفات السرائر)

۵۵۔ جناب زید کے بارے میں حضرت رسول خدا کی پیش گوئی

جناب حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا کی راہ میں قتل ہونے والا اور میری امت میں صولی پر لٹکنے والا اور میرے اہل بیت میں ایک مظلوم کا یہی نام ہوگا اور اسی کے ساتھ آنحضرت نے زید بن حارثہ کی طرف اشارہ کیا اور ان سے فرمایا کہ اے زید! ذرا میرے قریب آؤ تمہارا نام نے میری محبت کو زیادہ کر دیا۔ تم میرے اہل بیت میں ایک محبوب فرد کے ہمنام ہو۔

(مستطرفات السرائر)

۵۶۔ حکیم بن عباس کلبی کا انجام

منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو حکیم بن عباس کلبی کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”ہم نے تمہارے زید کو درخت کے تنے پر پھانسی دے دی اور میں نے کسی جہدی کو

ہنیں دیکھا کہ اسے اس طرح صولی دی گئی ہو، تم نے حماقت میں عسلی کا عثمان سے قیاس کر لیا ہے حالانکہ عثمان تو عسلی سے افضل و اعلیٰ ہیں۔“

جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آسمان کی طرف اپنے لڑتے ہوئے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا کہ بار اہبا! اگر تیرا یہ بندہ حکیم بن عباس جو مٹا ہے تو اس پر اپنے کئے کو مسلط فرما۔

چنانچہ وہ کسی کام سے کوڑ جا رہا تھا جب وہ قریب کوڑہو گیا تو ایک سمت سے شیر برآمد ہوا اور اس کی گردن توڑ ڈالی۔ جب امام علیؑ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ فوراً مسجد شکر میں چلے گئے اور عرض کیا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہی جس نے ہم سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کر دیا۔ (کشف الغم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، المناقب جلد ۲ صفحہ ۷۷)

۵۷۔ جناب زید پر رونے والے جنتی ہیں

حضرت امام جعفر صادق

نے ابوولاد کاہلی سے فرمایا کہ کیا تم نے میرے چچا جناب زید کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے انہیں صولی پر لٹکا ہوا دیکھا تھا کہ کچھ لوگ تو ان کی اس حالت پر خوش ہو رہے تھے اور کچھ رنجیدہ و ملول تھے۔

امام علیؑ نے فرمایا کہ جو رنجیدہ تھے اور ان پر گریہ کیا تھا وہ جناب زید کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور جو ان کی حالت پر خوش تھے وہ ان کا خون بہانے میں شریک ہیں۔ (کشف الغم جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

۵۸۔ جناب زید امام محمد باقرؑ کی نظمن

گرو زید کے ایک بزرگ

ابوالحارثہ روہبان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ جناب زید تشریف لائے جب امام علیؑ کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت میں بسند درجہ ہستی ہیں اور ان کے خون کا انتقام لینے والے ہیں۔

(رجال الکشی صفحہ ۱۵۱)

۵۹۔ جناب زید امام جعفر صادقؑ کی امامت کے مُقر تھے۔

عمار سا باطنی سے مروی ہے کہ سلیمان بن خالد جناب زید بن علی بن حسین کے ساتھ کہیں باہر گئے۔ تو ہم اور زید ایک طرف کھڑے تھے، دریں اثناء ایک شخص نے ان سے کہا کہ جناب زید اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک دن جناب زید کی پوری زندگی کے دنوں سے بہتر ہے۔

سائل نے اپنا سر ہلایا اور جناب زید کے پاس آکر سارا قصہ سنایا سلیمان کہتے ہیں کہ میں بھی اس طرف گیا اور جناب زید سے ملا تو انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ حضرت جعفر علیہ السلام، احکام شریعت یعنی حلال و حرام میں ہمارے پیشوا اور امام ہیں۔ (رجال کشی ص ۱۳۱)

۶۰۔ جناب زید اور ائمہ اثناعشر

جناب یحییٰ بن جناب زید راوی ہیں کہ میں نے اپنے والد زید گوار سے حضرات ائمہ اثناعشر علیہم السلام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ائمہ بارہ ہیں جن میں چار حضرات تو گزر چکے اور اٹھ ابھی باقی ہیں میں نے عرض کیا کہ ان حضرات کے نام کیا ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ جو دنیا سے رحلت کر چکے ہیں وہ جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام، امام حسن و امام حسین اور امام علی ابن الحسین علیہم السلام تھے اور جو باقی ہیں ان میں میرے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں پھر ان کے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ اور پھر امام علی بن موسیٰ الرضا اور ان کے بعد ان کے فرزند امام محمد تقیؑ اور ان کے بعد ان کے فرزند امام علی النقی اور ان کے بعد امام حسن العسکری علیہ السلام پھر ان کے فرزند امام محمدی علیہم السلام ہوں گے۔

یہ سن کر میں نے جناب زید سے عرض کیا کہ یہ سب نام آپ کو کہاں سے معلوم ہوئے؟

فرمایا کہ یہ ایک عہد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے پاس پہنچا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب جناب زید ائمہ معصومین سے ان احادیث کو سنتے رہے اور ان کا ان پر یقین و اعتقاد تھا تو پھر تلوار لے کر کیوں خسروچ کیا اور اپنے لیے دعویٰ امامت کر لیا۔ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام کی مخالفت کا اظہار کر دیا۔ جب کہ حضرت امام علیہ السلام عظیم المرتبت اور صلح جو، علم و عمل، زہد و تقویٰ وغیرہ صفات میں سب سے زیادہ لائق و فائق تھے اور اس طرح کا خسروچ تو وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں غنا و ہوا اور عظمتِ امام کا منکر ہو۔

در اصل بات یہ ہے کہ جناب زید ہرگز ایسے نہ تھے کہ وہ یہ صورت اختیار کرتے حقیقت یہ ہے کہ جناب زید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے میدان جہاد میں اترے اور اس میں اپنے بھتیجے امام جعفر صادق علیہ السلام کی کوئی مخالفت نہ تھی اور مخالفت کا یہ پروپیگنڈہ عوام کی طرف سے طعن کیا گیا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ جناب زید نے خسروچ کیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے خسروچ نہیں کیا تو شیعوں کے ایک گروہ کے ذہن میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ان کو خسروچ سے روکنا مخالفت کی وجہ سے تھا لیکن حقیقت یہ محض خسروچ کے نتائج پر غور و توجہ کی تھی۔

چنانچہ ان لوگوں نے جو زید یہ گروہ کے ساتھ تھے اس امر کو دیکھا تو وہ اس کے قائل ہو گئے کہ وہ شخص امام ہی نہیں ہو سکتا جو خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ جائے اور اپنا دروازہ بند کر لے بلکہ امام وہ ہو گا جو میدان قتال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تلوار لے کر آجائے۔

یہی وہ اسباب تھے جنہوں نے شیعوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام اور جناب زید رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا اور اس کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس جناب زید کا یہ قول ہے کہ جو جہاد کرنا چاہتا ہو تو وہ میرے ساتھ آئے اور جو مسلم کا خواہشمند ہو وہ میرے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف چلا جائے اگر جناب زید اپنے لیے امامت کا دعویٰ کرتے تو اپنی ذات سے مسلم کے کمال کی نفی نہ کرتے۔ اس لیے کہ امام خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ عالم ہوتا ہے۔ اور پھر یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ مشہور قول ہے کہ خداوند عالم میرے بچاؤ زید پر رحم فرمائے، اگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے اپنا مقصد

پایا۔ وہ آل محمد علیہم السلام کی رضا کی طرف لوگوں کو بلارہے تھے اور میں خود ایک رضا آل محمد میں سے ہوں۔

اس مذکورہ حقیقت کی تائید اس سے ہوتی ہے جو علی بن الحسن نے ذوالحجہ ۲۸۱ھ میں مکہ میں بیان کی کہ مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد نے محمد بن مطہر سے سلسلہ رواق کے ساتھ متوکل بن ہارون سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا جس میں متوکل نے یہ کہا کہ میں یحییٰ بن زید سے ان کے والد کے قتل ہونے کے بعد ملا تھا جبکہ وہ اس وقت خراسان جانے والے تھے حقیقت میں نے ان جیسا کوئی دوسرا فضیلت اور عقل میں بلند درجہ نہیں دیکھا۔ میں نے یحییٰ سے ان کے والد بزرگوار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ والد ماجد تو قتل ہو گئے اور کناسہ میں انھیں صولی پر لٹکا دیا گیا۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگے اور میں بھی رویا، یہاں تک کہ وہ غش کھا گئے جب ذرا سنبھلے تو میں نے ان سے کہا کہ فرزند رسول اس سرکش کے مقابلے میں ان کے خسرو ج کا باعث کیا ہوا جبکہ انھیں کوہِ دالوں کی حرکتوں کا علم تھا۔

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ میں نے بھی ان سے یہی بات دریافت کی تھی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے پدربزرگوار سے یہ بات سنی ہے جو انھوں نے اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السلام سے سماعت فرمائی کہ ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پشت (صلب) پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اے حسین! تمہارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہو گا جس کا نام زید ہو گا اور شہید کیا جائے گا اور روز قیامت وہ لوگوں سے آگے آگے چلے گا اور داخل جنت ہو گا۔“

جناب یحییٰ نے فرمایا کہ خداوند عالم میرے پدربزرگوار جناب زید پر رحم فرمائے، بخدا وہ بڑے عبادت گزار تھے رات کے وقت نماز گزار اور دن میں روزہ دار رہتے تھے۔ انھوں نے تو راہِ خداوندی میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔

متوکل بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے کہا کہ کیا امام کی یہی صفات ہوتی ہیں جو آپ نے بیان کیں؟

جناب یحییٰ نے فرمایا اے عبداللہ! میرے والد ماجد امام نہیں تھے لیکن وہ اولاد رسول میں سے تھے، خاندانِ سادات اور زاہدوں میں سے تھے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں میں شامل تھے۔

میں نے کہا کہ فرزند رسول! آپ کے والد ماجد نے تو امامت کا دعویٰ کیا تھا

اور راہِ خدا کے مجاہد بھی تھے۔

جناب یحییٰ نے فرمایا اے عبداللہ! میرے پدربزرگوار اس سے کہیں بلند تھے کہ وہ اس امر کا دعویٰ کریں جو ان کا حق نہیں تھا، وہ تو یہی کہتے تھے کہ میں تم کو آل محمد علیہم السلام کی رضا کی طرف بلارہا ہوں جس سے ان کی مراد امام جعفر صادق علیہ السلام کی ذاتِ اقدس تھی۔ میں نے کہا کہ کیا آج وہ صاحب الامر ہیں؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ وہ بنی ہاشم میں بہت بڑے فقیہ تھے پھر کہنے لگے کہ اے عبداللہ! میں تمہیں اپنے والد بزرگوار کی شخصیت کے بارے میں بتاتا ہوں کہ درحقیقت کس حیثیت کے مالک تھے بسنو! وہ دن کے اوقات میں جہاں تک ہوتا نماز میں مصروف رہتے تھے۔ جب رات ہو جاتی تھی تو ایک ہلکی سی نیند لے لیتے تھے اور آدھی رات میں پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے، گڑ گڑاتے اور بہ جانے والے آنسوؤں کے ساتھ گریہ فرماتے تھے یہاں تک کہ اسی حالت میں صبح ہو جاتی تھی، پھر مسجد سے میں چلے جاتے اور پھر کھڑے ہوتے تو نماز صبح میں مشغول ہو جاتے تھے جب فجر کا وقت ختم ہو جاتا اور نماز سے فراغت ملتی تو تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ دن چڑھ جاتا تھا تو رفع حاجت کے لیے کھڑے ہوتے تھے جب وقت زوال آتا تو اپنے مصیبت پر بیٹھ کر تسبیح الہی بجالاتے تھے۔ پھر نماز کے وقت تک خدا کی تجمید و تحمید بجالاتے اور جب نماز ظہر کا وقت آ جاتا تھا تو کھڑے ہو جاتے اور نماز بجالاتے تھے پھر انتظار کے بعد نماز عصر کا وقت داخل ہونے کے بعد فریضہ عصر ادا کر کے ایک گھڑی کے لیے تعقیبات میں مصروف ہو جاتے تھے پھر سجدے میں چلے جاتے تھے۔ جب غروب آفتاب ہو جاتا تو رات کی نماز (مغرب کی نماز) پڑھتے تھے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے پدربزرگوار دن میں روزے سے رہتے تھے اور ہمیشہ ان کی یہی صورت رہتی تھی؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ سال میں تین ماہ روزے سے رہتے اور ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے۔

پھر میں نے پوچھا کہ کیا وہ دینی احکام میں لوگوں کو فتاویٰ دیا کرتے تھے؟

جناب یحییٰ کہنے لگے کہ یہ تو مجھے یاد نہیں۔

اس کے بعد وہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفہ کاملہ پڑھنے کے لیے نکالتے تھے۔
(کفایۃ الاثر از خزائن ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران)

۶۱) جناب زید اور ان کے اصحاب جنت میں داخل ہوں گے

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں جناب زید کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ صاحب الامر ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں نہیں، میں تو ذریت رسول کی ایک فرد ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد یہ منصب کن لوگوں کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا، ان میں سے خلفاء اس منصب کو پائیں گے جن میں میرے بھائی امام محمد باقرؑ اور بالآخر ایک مہدی بھی ہوں گے۔

ابن مسلم کہتے ہیں کہ پھر میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی۔

امام علیہ السلام نے دوبار فرمایا کہ میرے بھائی زید نے سچ کہا ہے اور معتزاً یہ منصب امام میرے بعد رسالت نامین کو ملے گا جن میں ایک مہدی ہوں گے۔

یہ فرمایا کہ امام علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بھائی زید کو کنا سے میں صولی پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اے ابن مسلم! مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا اور انھوں نے اپنے والد بزرگوار امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے نسلے پر ہاتھ رکھ کر (پشت پر ہاتھ رکھ کر) مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے حسین! تمہارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا، وہ مظلوم قتل کر دیا جائے گا اور جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ اور اس کے اصحاب جنت میں داخل ہوں گے

(کفایۃ الاثر از خزائن صفحہ ۲۲ مطبوعہ ایران)

۶۲) صادق آل محمد ہی امام مفضل لقاقتہ ہیں

عبداللہ بن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے جناب زید بن امام علی بن اسحاق سے پوچھا کہ کیا آپ صاحب الامر ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، میں تو عترت رسول کی ایک فرد ہوں۔ میں نے پھر پوچھا کہ آپ ہمیں کس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ تم پر (امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ان کی اطاعت فرض ہے اور یہی تمہارے امام ہیں۔ (نفس المصدر صفحہ ۲۲۸)

۶۳) ابھی کچھ ظلم اور بھی باقی رہ گیا ہے

مہزم بن ابی بردہ اسدی کہتے ہیں کہ جب جناب زید کے صولی پر لٹکائے جانے کی خبر مدینہ میں آئی تو میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ

اے مہزم! جناب زید کا کیا رہا؟

میں نے عرض کیا کہ ان کی لاش صولی پر چڑھا دی گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کہاں ہوا؟

میں نے عرض کیا کہ کنا سے بنی اسد میں یہ واقعہ ہوا۔

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے انھیں کنا سے بنی اسد میں صولی پر خود دیکھا تھا؟

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، میں نے خود ہی دیکھا تھا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام رونے لگے اور پر روے کے پیچھے محذرات نے بھی گریہ شروع کر دیا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم، ابھی تو دشمنوں کے کرنے کے لیے کچھ

اور بھی باقی رہ گیا ہے جسے وہ بعد میں پورا کریں گے۔

یہ سن کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب وہ کونسا ظلم ہے جو قتل اور صولی کے بعد

مزید باقی رہ گیا ہے۔؟

مہزم کہتے ہیں کہ میں امام علیہ السلام سے رخصت ہو کر چلا اور کنا سے پہنچا

تو دیکھا کہ لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ جناب زید

کی لاش کو پھانسی کے تختے سے اتار کر جلادینا چاہتے ہیں۔ تو میں دل میں کہنے لگا کہ یہی ظلم باقی

تھا جس کا ذکر امام علیہ السلام نے مجھ سے اشارہ فرمایا تھا۔

(امالی ابن ابی شیبہ صفحہ ۱)

۶۲ — جناب زید کی منقولہ روایات و احادیث

راویوں کے ایک طویل سلسلے سے محمد بن بکیر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جناب زید کے پاس حاضر ہوا اس وقت ان کے پاس صالح بن بشر بیٹھے ہوئے تھے میں نے جناب زید کو سلام کیا اور وہ عراق کی طرف خروج کا ارادہ کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول! مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمائیے جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے سنی ہو۔

جناب زید نے فرمایا کہ سنو! مجھ سے میرے والد بزرگوار نے فرمایا جسے انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھوں نے اپنے جد نامدار سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو خداوند عالم کوئی نعمت عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ خدا کی حمد کرے اور جس شخص کے رزق میں تنگی ہو تو وہ خدا سے استغفار کرے اور جو رنج و غم میں مبتلا ہو تو وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد رکھے۔

محمد بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے جناب زید سے عرض کیا کہ فرزند رسول! مزید کچھ ارشاد فرمائیے۔

آپ نے اسی سلسلے سے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میں چار آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔ ایک اس شخص کی جو میری ذریت اور اولاد کا احترام کرے گا۔ دوسرے اس شخص کی جو ان کی ضروریات کو پورا کرے۔ تیسرے اس شخص کی جو میری اولاد کے لیے ان کے امور میں کوشاں ہو جبکہ وہ پریشان ہوں۔ اور چوتھے اس شخص کی شفاعت کروں گا جو ان سے زبان و دل سے محبت رکھتا ہو۔

میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! اس فضل و احسان کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو خداوند عالم نے آپ حضرات کو عطا فرمایا ہے۔

جناب زید نے اس سلسلہ روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو بیان فرمایا کہ جو شخص ہم اہل بیت سے خدا کی خوشنودی کی وجہ سے محبت رکھے اس کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا اور ہم اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

لے ابن بکیر! جو شخص ہمارے دامن کو مضبوطی سے پکڑے گا تو ہمارے ساتھ بلند درجوں میں ہوگا۔ خدا نے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا اور ہمیں ان کی ذریت قرار دیا! اگر ہم نہ ہوتے تو خداوند عالم دنیا و آخرت کو پیدا نہ کرتا۔

ہمارے ذریعے سے ہی خدا پہچانا گیا اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ ہم ہی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں اور ہمارے اندر ہی مصطفیٰ ہیں اور مرتضیٰ بھی ہیں۔ اور ہم میں ہی امام مہدی ہوں گے جو اس امت کے قائم ہیں۔

ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! کیا آپ کے پاس کوئی عہد نامہ ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ جناب قائم کب تشریف لائیں گے؟

جناب زید نے ارشاد فرمایا 'اے بکیر! تم انھیں ہرگز نہ پاسکو گے۔ اس لیے کہ ان سے قبل عہدہ امامت یکے بعد دیگرے چھ ائمہ تک پہنچے گا اور ساتویں وہ جناب ہوں گے جو قائم اہل محمد کہلائیں گے جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! کیا آپ اس منصب امامت پر فائز نہیں نہیں ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو عترت رسول کی ایک فرد ہوں۔ (امام نہیں ہوں) میں نے پھر عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے فرمایا، اپنی طرف سے ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اگر میں عالم الغیب ہوتا تو سب کی ہی سب کی کرتا لیکن ایسا نہیں ہے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور آپ ہی نے ایک عہد نامہ ہمیں عنایت فرمایا ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنی زندگی کے شب و روز گزارتے ہیں اور اخبار بتاتے ہیں۔ پھر آپ نے چند اشعار پڑھے :-

نحن سادات قریش وقوام الحق الینا
نحن الانوار التي من قبل کون الخلق کتنا
ہم قریش کے سادات ہیں (سید و سردار ہیں)
اور حق کا قیام ہمارے اندر ہے اور کائنات کی
سے پہلے ہمارے انوار پیدا ہو چکے تھے۔

نحن من المصطفی المختار والمهدی منا
فینا قد عرفت الله و بالحق اقمنا
سوف یصلنا سعیر من توفی الیوم عتنا
ہم ہی خدا کے منتخب اور پسندیدہ بندے
ہوئے اور ہم میں ہی مہدی ہوں گے خدا جانے
ہی ذریعے سے پہچانا گیا اور ہم نے ہی حق کو
قائم کیا۔ وہ شخص آتش جہنم میں ڈال جائے گا

جو ہماری طرف سے منہ پھیرے گا۔
علی بن حسین کہتے ہیں کہ اس روایت کو محمد بن حسین بزرگوار نے جناب کلینی سے

۹۹ — جناب زید کے مدارج اور قتل ہونے کی بشارت

سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن خالد سے پوچھا کہ جناب زید کے بارے میں عراق والوں کے کیا خیالات ہیں؟

محمد بن خالد نے کہا کہ میں اہل عراق کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا سکتا البتہ ایک شخص جنہیں نازی کہا جاتا ہے جناب زید کے بارے میں انکے خیالات ظاہر کروں گا۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میرا اور جناب زید کا ساتھ ہو گیا تو انہوں نے فرض نماز پڑھی اور تعقیبات میں مصروف ہو گئے اور ساری رات یہی صورت رہی اور کثرت سے تسبیح الہی بجالاتے رہے اور اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے ”وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ“ (سورہ ق آیت ۱۹) ”اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آپہنچی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔“

چنانچہ انہوں نے رات کی نماز پڑھی اور آدھی رات تک اسی آیت کا ورد کرتے رہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ میرے خدا! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے زیادہ آسان پھر جناب زید زور زور سے رونے لگے۔ یہ دیکھ کر میں ان کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ فرزند رسول! آج کی شب تو آپ نے رنج و الم کے ساتھ ایسی گریہ و زاری کی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

جناب زید نے جواب دیا کہ اے نازی! کیا بتاؤں رات میں سجدہ کی حالت میں تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ میری طرف اُٹھ آیا جو ایسا لباس پہنے ہوئے تھے کہ میری آنکھوں نے نہ دیکھا تھا اور وہ میرے سجدے کی حالت میں میرے چاروں طرف اکٹھے ہو گئے جن میں اُن کے بزرگ نے کہا کہ جس کی بات وہ توجہ سے سننے لگے، کہ کیا یہ وہی شخص ہیں؟ اُن سب نے جواب دیا کہ جی ہاں! یہ وہی ہستی ہیں۔

وہ بزرگ بولے، اے زید! تمہیں بشارت ہو کہ تم راہِ خدا میں قتل کیے جاؤ گے، صولی پر لٹکائے جاؤ گے اور آگ میں جلائے جاؤ گے اور اس کے بعد پھر آگ سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کیونکہ اے نازی! بخدا میری خود بھی یہی خواہش تھی

کہ میں آگ میں جلایا جاؤں اور پھر دوبارہ آگ میں ڈالا جاؤں لیکن خدا اس امت کے حالات کی اصلاح فرماوے۔ (تفسیر خرات بن ابراہیم صفحہ ۱۶۶)

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں زیاد بن منذر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر مختار علیہ الرحمۃ نے ایک کینز کو تیس ہزار درہم میں خرید اور اس سے کہا کہ ذرا پیچھے کی طرف مڑ جاؤ تو وہ مڑ گئی، پھر کہا کہ ذرا آگے کی طرف مڑ جاؤ، تو وہ آگے کی طرف مڑ گئی، پھر کہنے لگے کہ اس کے سب سے زیادہ حقت دار امام علی بن الحسین علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کینز جناب امام علیہ السلام کے پاس بھیج دی اور یہی جناب زید کی والدہ ہیں۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷)

* راویوں کے سلسلہ کے ساتھ خضیب و البشی سے مروی ہے کہ جب بھی میں نے جناب زید بن علیؑ کے چہرے پر نظر ڈالی تو ان کے چہرے پر نور نظر آیا۔

(مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷)

* ابوالحارود راوی ہیں کہ میں مدینہ آیا اور جس سے بھی جناب زید کے بارے میں پوچھا تو یہی جواب ملا کہ وہ تو قرآن مجید سے عہد و پیمان رکھنے والے حلیف اور ساتھی ہیں۔

(مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷)

* جناب جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ تمہارے صلب سے ایک مستی عالم وجود میں آئے گی جس کا نام زید ہو گا وہ اور اس کے اصحاب اُن لوگوں سے قیامت کے دن آگے آگے چلتے ہوں گے جو خوبصورت سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷)

* عبدالملک بن ابی سلیمان سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت کے صلب سے ایک شخص کو وصولی دی جائے گی اور وہ آنکھ جنت کو نہ دیکھ سکے گی جو اس کی شرمگاہ پر نظر ڈالے (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷)

* عبد اللہ بن محمد بن الحنفیہ ناقل ہیں کہ ایک دفعہ جناب زید بن علیؑ ابن الحسین جناب محمد بن الحنفیہ کے پاس سے گزرے۔ تو آپ نے زید کو پیار اور محبت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے! میں تمہیں اُس خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں کہ تم ہی وہ زید ہو جسے عراق میں وصولی دی جائے گی اور جو بھی اس کی شرمگاہ کو دیکھے گا وہ جہنم کے سب سے نیچے درجہ (درک اسفل) میں رہے گا۔ (نفس اللہ ص ۱۲۱)